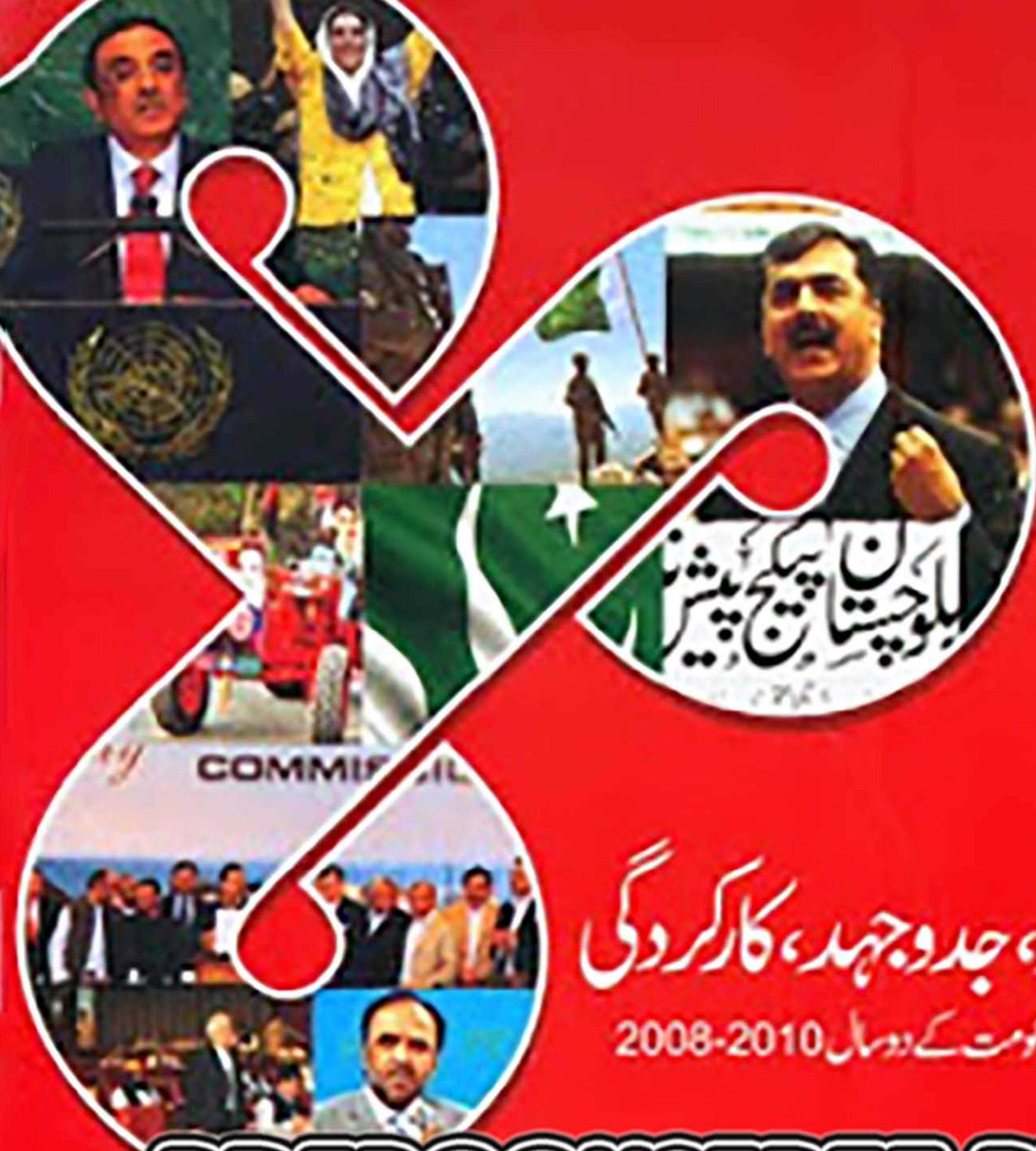


عہد، جدوجہد، کارکردگی

عوامی حکومت کے دو سال 2008-2010

وزارت اطلاعات و نشریات
حکومت پاکستان

عہد، جدوجہد، کارکردگی

عوامی حکومت کے دو سال 2008-2010

وزارت اطلاعات و نشریات
حکومت پاکستان

عہد، جدوجہد، کارکردگی
عوامی حکومت کے دو سال
2008-2010

پہلا ایڈیشن

ISBN-978-969-507-001-7

وزارت اطلاعات و نشریات
حکومت پاکستان
کیبنٹ بلاک، شاہراہ دستور
اسلام آباد

www.infopak.gov.pk

تدوین اور پروڈکشن

بورڈ آف ایڈیٹرز

قمر زمان کائرہ	وفاقی وزیر برائے اطلاعات ونشریات
ظہور احمد	ڈائریکٹر جنرل برائے وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات
عمارہ درانی	اسٹریٹیجک کمیونیکیشنز سپیشلسٹ، وزارت اطلاعات ونشریات
امجد بھٹی	ریسرچ اینڈ پالیسی کوآرڈینیٹر، وزارت اطلاعات ونشریات

مواد برائے حصہ سوم

ڈائریکٹوریٹ آف فلمز اینڈ پبلیکیشنز، وزارت اطلاعات ونشریات، ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان

ڈیزائن اینڈ پروڈکشن

ایم کمیونیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تصاویر

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان

بعض تصاویر بذریعہ گوگل امیجز ڈاؤن لوڈ اور منتخب کی گئیں تاہم ان کے کریڈٹس کا پتہ نہیں لگایا جاسکا
ناشرین ان تمام فوٹوگرافرز کے شکرگزار ہیں جنھوں نے تصاویر بنائیں

ناشر

وزارت اطلاعات ونشریات
حکومت پاکستان

فہرست

حرفِ مدیر



پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت میں مخلوط حکومت کی دو سالہ (2008-2010) کارکردگی کی یہ رپورٹ ایک غیر معمولی طور پر مشکل وقت کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب جمہوری پاکستان کے تناظر میں گذشتہ دو سال کا ایک معروضی تجزیہ پیش کرتی ہے۔ عام قاری اور تحقیق کے خواہشمند اس میں دیئے گئے مصدقہ حقائق اور معلومات کے ذریعے واضح رائے قائم کر سکتے ہیں۔

فروری 2008 میں جب عوام نے ایک بار پھر پاکستان پیپلز پارٹی کو منتخب کیا تو آمریت کے ہتھکنڈوں سے ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ پاکستان کے لوگوں نے جمہوریت اس لئے بحال کی کہ انہیں یقین تھا کہ جمہوریت ہاری ہوئی جنگ جیت سکتی ہے۔ لوگ اس لئے جمہوریت لے کر آئے کہ وہ جانتے تھے، اور یقیناً عوام ہم آپ سے بہتر جانتے ہیں، کہ جمہوریت میں مل بیٹھ کر تنازعات طے کئے جا سکتے ہیں اور اہم معاملات پر قومی اتفاق رائے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ فقط جمہوریت ہی آئین کا تحفظ کر سکتی ہے۔ جمہوریت سے ہی تمام صوبوں کو اختیارات دیتے ہوئے وفاق کو مضبوط کیا جا سکتا ہے اور پاکستان کے گوناگوں ثقافتی دھاروں کو ایک انوکھی قوس قزح کا روپ دیا جا سکتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جمہوریت ہی اُن کی مذہبی اور شخصی آزادیوں کا تحفظ کر سکتی ہے۔ اس لئے لوگ جمہوریت لے آتے ہیں۔

سیاسی جماعتوں کو ووٹ کی طاقت سے اقتدار میں لانے والے عوام کی یہ توقعات قطعاً بے جا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی اتحادی حکومت نے ان سب مسائل پر بھرپور توجہ دی ہے۔ بلکہ ان دو برسوں میں اور بہت سے مدتوں کے اُلجھے ہوئے مسئلے بھی حل کئے گئے ہیں۔ عدلیہ کی آزادی اور وقار کو بحال کیا گیا، بلوچستان کے روٹھے ہوئے دوستوں کو منالانے کیلئے مفاہمت، تسلیم، رضا، اور انصاف کو بنیاد بنایا گیا، گلگت بلتستان اور خیبر پختونخواہ کو شناخت ملی، کسانوں کو اپنی فصل کے صحیح دام ملے اور سوات کے لوگوں کو امن کی زندگی۔ یہ جمہوریت کا اعجاز ہے کہ جن وادیوں میں سے ہمارے جوانوں کے قافلے تک نہیں گذر سکتے تھے، کئی کئی برس بعد اُن کی چوٹیوں پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرا گیا۔ جوانوں کے پیچھے جب قوم ہوتی ہے تو وہ کسی سے بھی جیت سکتے ہیں۔

ملک میں اقتصادی استحکام کو یقینی بنایا گیا ہے جس کی بنیاد پر عوام کو روٹی کپڑا، مکان اور روزگار دینے کا پکا بندوبست ہو سکتا ہے۔ عوام کی منتخب کردہ پارلیمان نے پاکستانی قوم کے متفقہ آئین میں خود ہی حاکم بن بیٹھنے والے آمروں کی ڈالی ہوئی خرابیاں دور کر دی ہیں۔ صوبائی خود مختاری کے حوالے سے وفاقی اکائیوں کے دیرینہ مطالبے پر کنکرنٹ لسٹ ختم کر دی گئی ہے اور صوبوں کو اُن کے وسائل پر اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ قومی اسمبلی نے ریکارڈ قانون سازی کی جس میں سے بیشتر عورتوں، مزدوروں، ملازموں، بچوں، بیماروں اور کچہریوں میں گھسیٹے جانے والوں کے بارے میں ہے۔

اسی کی دہائی میں آئے روز ایوانِ صدر سے عورتوں کیلئے بری خبریں نکلتی تھیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ایک ایک کر کے ان کے سب حقوق چھین لئے گئے۔ اب جو عوام کی، مزدوروں کی اور پاکستان کے کمزوروں کی حکومت آئی ہے تو آئے روز ایوانِ صدر سے ایک خوشخبری آتی ہے جو غریبوں، مزدوروں اور پاکستان کی مظلوم عورتوں کو ان کے حقوق لوٹانے کی نوید دیتی ہوئی بادِ صبا کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھر جاتی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے پاکستان کی دیگر جمہوری قوتوں کے ساتھ مل کر گھر کے اندر اور گھر کے باہر خواتین کی حفاظت کو یقینی بنانے کیلئے قانون سازی کی ہے۔ زمینوں کی الاٹمنٹ میں عورتوں کو فوقیت دی جانے لگی ہے اور غربت میں کمی اب گھر کی عورت کے نام سے ہوتی ہے۔ یقیناً پاکستان کی خواتین کیلئے یہ خوشخبریوں کے دن ہیں۔

مزدور اور کارکن جنہیں وجہ بتائے بغیر کان سے پکڑ کر نکال دیا جاتا تھا، اب اپنے اداروں میں مالک بن چکے ہیں اور ملازمتوں سے نکالنے کے قوانین ہی نہیں ختم ہوئے بلکہ نکالے گئے غریب ملازم بھی واپس اپنی نوکریوں پر بحال ہو چکے ہیں اور دیگر کام کرنے والوں کے کام کا تسلسل یقینی بنایا جا رہا ہے۔ لوگوں کو اپنی بات کہنے کی پوری آزادی دی گئی ہے۔ صدر آصف علی زرداری اور وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی کی قیادت میں پیپلز پارٹی کی یہ حکومت کسی قسم کے اشتعال میں آئے بغیر میڈیا اور عوام کے اپنے خلاف

بات کرنے کے حق کی حفاظت کرے گی۔

یہ جو آئندہ صفحات پر ہماری کارکردگی کا احوال لکھا ہوا ہے یہ کوئی اکیلے پاکستان پیپلز پارٹی کا کیا ہوا کام نہیں ہے۔ یہ پوری قوم کی مشترکہ کاوش ہے۔ جتنی بھی جیسی بھی۔ ہم نے پاکستان بھر کی سیاسی پارٹیوں کو آئین کی بحالی، ملکی سلامتی اور عوام کی بہتری کیلئے اکٹھا کیا ہے۔ ہم آئندہ بھی اسی طرح قومی کاوش کو یکجا کرنے میں مصروف رہیں گے اور کوشش کریں گے کہ ملک کو مزید آگے لے کر چلیں۔

آئندہ صفحات کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی قوم کی یہ کاوش رنگ لا رہی ہے۔ تاہم ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے تاکہ برسوں کے لگے ہوئے زخم مندمل ہو سکیں۔ جمہوریت صبر مانگتی ہے کیونکہ جمہوریت میں چٹکی بجانے سے چیزیں رونما نہیں ہوتیں بلکہ رائے عامہ کو گاہے راہنمائی دیتے ہوئے اور گاہے اُس سے راہنمائی لیتے ہوئے عوام کی حمایت سے مسائل کے دیرپا حل تلاش کئے جاتے ہیں۔ جمہوری صبر کا یہ سبق پاکستانی عوام اور اُن کی منتخب حکومت کو اس لئے بھی سمجھ آتا ہے کہ ہم نے جمہوریت بہت قربانیوں کے بعد حاصل کی ہے اور اپنے بہت قیمتی لعل اس جدوجہد کی نذر کیے ہیں۔

ہم قوم سے وعدہ کرتے ہیں کہ آزادی، اختیار اور ترقی کا یہ سفر جاری رہے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ انشاءاللہ ہم ضرور ایک دن اپنی منزل حاصل کرتے ہوئے پاکستان بھر کے عوام کو روٹی، کپڑا، مکان، توانائی اور روزگار کے مواقع فراہم کریں گے۔



قمر زمان کائرہ
وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات
حکومتِ پاکستان

خلاصہ

اسے تاریخ کی ستم ظریفی کہیں گے یا شاید سیاسی ناگزیریت کہ جب بھی پاکستان پیپلز پارٹی برسرِ اقتدار آتی ہے تو اسے آمریتوں کے بکھیرے ہوئے تنکے چُن کر پھر سے پاکستان کا آشیانہ بنانا پڑتا ہے۔ 1972 میں شہید ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر 1988 اور 1993 میں شہید محترمہ بینظیر بھٹو اور اس کے بعد 2008ء میں صدر آصف علی زرداری اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی تک پاکستان پیپلز پارٹی کو ہمالیہ جیسے قومی، بین الاقوامی اور اقتصادی مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

تین حصوں پر مشتمل یہ رپورٹ عوامی حکومت کے دو سالوں کا احوال بیان کرتی ہے۔

پہلا حصہ عوامی حکومت کے اقدامات کا تناظر پیش کرتا ہے۔ 2008 میں پاکستان پیپلز پارٹی کی مخلوط حکومت نے چار انتہائی اہم چیلنج کے ساتھ کام شروع کیا۔ (الف) ریاست کی جمہوریت سازی (ب) معاشرے سے طالبانائزیشن کا خاتمہ (ج) وفاقی ہم آہنگی کی بحالی (د) ملک کا مجموعی اقتصادی استحکام

یہ سمجھنے کیلئے کہ عوامی حکومت نے کیسے ان چیلنجوں کا مقابلہ کیا ہے اور کس طور پاکستان کو تباہی کے دہانے سے بچالانے کے بعد سیاسی، معاشی اور سماجی استحکام کی راہ پر ڈال دیا ہے، ہمیں مارچ 2008 کے تناظر میں چند پیچیدہ عوامل کو جاننا ہوگا (1) محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت اور پاکستانی سیاست پر اس کے اثرات (2) جنرل مشرف کا عدلیہ، میڈیا اور انسانی حقوق پر آمرانہ جبر (3) ایک بکھرا ہوا، آپس میں لڑتا ہوا وفاق (4) اقتصادی بحران (5) شدت پکڑتی ہوئی دہشت گردی

اس حصے میں میثاق جمہوریت اور پاکستان پیپلز پارٹی کے 2008 کے انتخابی منشور کی روشنی میں عوامی حکومت کا جمہوری ایجنڈا بھی بیان کیا گیا ہے اور اُس پر عملدرآمد کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں گذشتہ دو برس میں عوامی حکومت کے اہم جمہوری اقدامات کی تفصیل دی گئی ہے۔ جن میں (1) مجموعی ملکی اقتصادی استحکام (2) دہشت گردی کے خلاف جنگ (3) ساتویں قومی مالیاتی ایوارڈ 2009، آغازِ حقوق بلوچستان اور گلگت بلتستان خود حکمرانی آرڈر 2009 کے ذریعے وفاق کی مضبوطی (4) قانون سازی کا عمل (5) عدالتی اصلاحات (6) ابلاغِ عامہ کی جمہوری پالیسی (7) بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ذریعے غربت کا خاتمہ، اور (8) بینظیر اسٹاک آپشنز اسکیم کے ذریعے کارکنوں کو اختیار دینا شامل ہیں۔

مارچ 2008 میں جب عوامی حکومت نے انتظام سنبھالا تو اس وقت پاکستان کی معیشت انتہائی بدحالی کا شکار تھی جسے درست اقتصادی حکمتِ عملی کے ذریعے مستحکم کیا گیا۔ عوامی حکومت نے نو نکاتی منصوبے کے ذریعے پائیدار اور منصفانہ ترقی کی نئی حکمتِ عملی متعارف کروائی ہے جس میں معیشت کے پیداواری شعبوں میں ساختیاتی تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں۔

سوات مالاکنڈ میں دہشت گردوں کے خلاف کامیاب فوجی آپریشن سے اگست 2009 میں امن قائم ہوگیا۔ اپنے لوگوں کی سلامتی اور دیکھ بھال کیلئے عوامی حکومت اور ریاستی اداروں کی صلاحیت اور سچی خیر خواہی پر عوام کے اعتماد سے دہشت گردوں کو شکست ہوئی۔ یہ پاکستانی قوم کی جیت ہے۔

گذشتہ دو سالوں کے دوران عوامی حکومت نے وفاق کو لاحق خطرات سے نمٹنے کیلئے سیاسی مفاہمت اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی اختیار کی۔ ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے سلسلے میں تمام وفاقی اکائیوں کے درمیان اتفاقِ رائے پیدا ہونا ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا مستقبل ایک وفاقی اور جمہوری نظام میں ہے، انہیں یقیناً اس کامیابی سے بہت طمانیت ملی ہوگی۔

عوامی حکومت نے بلوچستان کے ناراض دوستوں کو منالانے کیلئے مصالحت کا ڈول ڈالا ہے۔ غیر منتخب قوتیں ایک عمر بلوچ قوم کو ان کے حقوق دینے کی بجائے انہیں چھوٹی موٹی خیرات پر ٹرخاتی رہی ہیں۔ لیکن عوامی حکومت نے اس روش کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ اپنی اب تک کی پالیسی اور کام سے عوامی حکومت نے ثابت کیا ہے کہ صوبوں کی پسماندگی عارضی امدادی پیکیج دینے اور کبھی کبھار کی خیرات سے نہیں بلکہ سیاسی بالغ نظری، مسائل حل کرنے کی حقیقی خواہش اور پہلے سے طے شدہ ادارہ جاتی بندوبست کے ذریعے ہی دور کی جا سکتی ہے۔ جمہوری انکسار کے ساتھ شروع کیا گیا آغازِ حقوق بلوچستان کا سفر کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ وفاقی محاصل میں سے حصہ بڑھ چکا

ہے، بلوچستان کے وسائل پر بلوچ قوم کی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے، کنکرنٹ لسٹ ختم ہو چکی ہے اور صحیح معنوں میں صوبائی خودمختاری حاصل کر لی گئی ہے۔

گلگت بلتستان خود حکمرانی آرڈر 2009 کے ذریعے عوامی حکومت نے وہاں کے لوگوں کو اُن کی شناخت واپس کی۔ انتظامی اور قانون سازی کے اختیارات مرکز سے گلگت بلتستان کے عوام کو منتقل کر دیئے اور گورنر، وزیر اعلیٰ اور وزراء کے منصب پیدا کئے گئے ہیں۔

عوامی حکومت پارلیمان کو بالادست جانتی ہے کیونکہ وہ لوگوں کی نمائندہ ہے۔ اسی لئے 2008 سے لے کر اب تک حکومت قومی اہمیت کے حامل تمام معاملات کو بحث، رہنمائی اور منظوری کے لیے منتخب پارلیمنٹ میں لاتی رہی ہے۔ پارلیمان نے آئین پر پاکستان کی تاریخ کا دوسرا بڑا اتفاق رائے پیدا کر کے ایک دفعہ پھر پارلیمانی جمہوری وفاقی نظام پر قوم کے اصرار کو تکلم دیا ہے۔ اس قومی اسمبلی نے قانون سازی کے کئی برسوں کے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ دو سال میں 38 قانون منظور ہوئے جو گذشتہ اسمبلی سے دوگنا ہیں۔ دوسرے برس میں 34 قوانین منظور ہوئے جو 77-1972 کی اسمبلی کے بعد پاکستان کی تاریخ میں ایک پارلیمانی سال میں منظور ہونے والی قوانین کی سب سے بڑی تعداد ہے۔ زیادہ تر قوانین غریبوں، مزدوروں، عورتوں، بیماروں اور مقدمے بازی کے متاثرین کو سہولت پہنچانے کیلئے بنائے گئے ہیں۔

عدلیہ کی بحالی ایک آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ، عوام کو فوری اور سستا انصاف دینے اور عوام کا عدالتی طریقہ کار سے انصاف حاصل کرنے پر اعتماد بحال کرنے کی جانب پہلا قدم تھا۔ اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تنخواہوں میں اضافہ اور تقرری کا مزید شفاف نظام عدلیہ میں بدعنوانی کے خاتمے میں مدد دے گا۔ حکومت اور عدلیہ عدالتوں میں برسوں سے زیر سماعت مقدمات کو نمٹانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں تاکہ کئی کئی نسلوں سے انصاف کی منتظر مخلوق سکھ کا سانس لے سکے۔

عوامی حکومت نے آتے ہی میڈیا کے خلاف سابقہ آمرانہ حکومت کے نومبر 2007 کے کالے قوانین ختم کر دیئے اور میڈیا کے جمہوری اختلاف کی حوصلہ افزائی کی باوجودیکہ چند اخلاقی حادثات ہوتے رہے۔ حکومت نے اخباری مواد پر پابندیاں عائد کرنے اور لکھنے اور چھاپنے والوں کو پکڑنے کی بجائے میڈیا کو متحرک کیا کہ وہ خود اپنے لئے ضابطۂ اخلاق متعارف کروائیں اور میڈیا انڈسٹری، کارکن صحافیوں اور میڈیا تنظیموں کے ذریعے اس پر عملدرآمد کروائیں۔

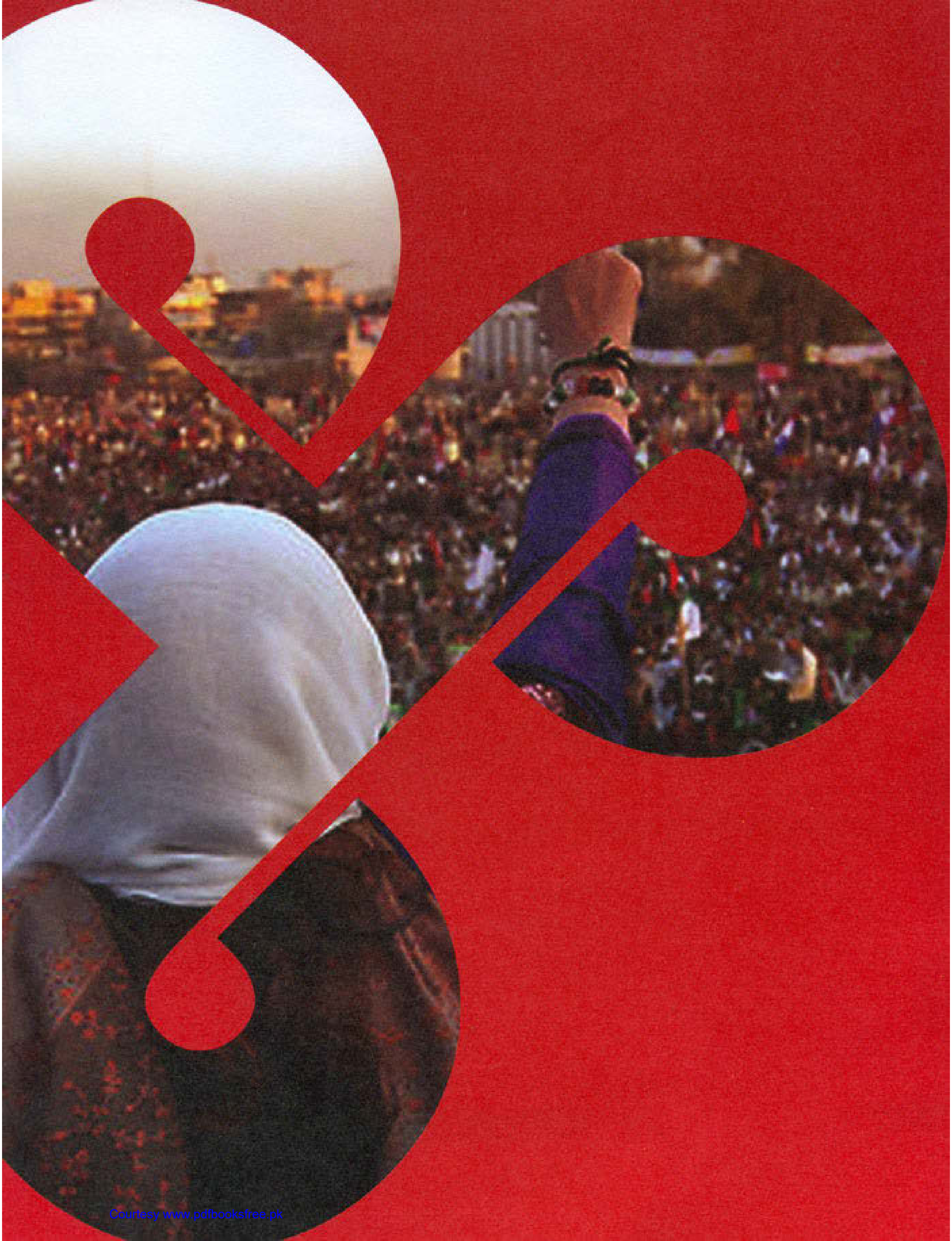
ہمارے معاشرے میں عورتوں کے سماجی اور معاشی تحفظ کا نظام کافی کمزور رہا ہے۔ حکومت نے عورتوں کے حقوق کیلئے بہت سے اقدامات اٹھائے ہیں جن میں اُن پر گھریلو تشدد روکنے کیلئے قانون، جنسی ہراسیت کے خلاف قانون، عورتوں کے نام زمینیں الاٹ کرنے کی صدر آصف علی زرداری کی انقلابی سوچ اور بینظیر انکم سپورٹ فنڈ کے ذریعے ضرورتمند عورتوں کو رقم کی فراہمی شامل ہیں۔

حکومت معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ پچھڑے ہوئے لوگوں کو سماجی انصاف دلانے میں بھی کوشاں ہے۔ حکومت نے بینظیر سٹاک آپشن سکیم کے ذریعے لاکھوں مزدوروں کو کارخانوں کا مالک بنا دیا ہے اور اب ان کا نمائندہ انتظامی بورڈ کا رکن ہوگا۔ اس طرح مزدور اپنے بارے میں ہونے والے فیصلوں اور اپنے اداروں کی ترقی میں شراکت دار بن گئے ہیں۔ عوامی حکومت نے خوشۂ گندم اگانے والے کسان کو اُس کی محنت کا پھل دینے کیلئے گندم کے دام دوگنا کر دیئے اور یوں چھوٹے کسان کے استحصال کو ختم کرنے کے علاوہ گندم اور آٹے کی کمی کو درست معاشی اقدام سے حل کیا۔

اس رپورٹ کے تیسرے حصے میں گذشتہ دو سالوں کے دوران مختلف وزارتوں اور محکموں کی کارکردگی بیان کی گئی ہے۔

حصہ اوّل

ایک نئ جمہوری ابتداء



جمہوری تشکیل کا تناظر

''آپ آزاد ہیں: آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کیلئے، آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کیلئے یا اس پاکستانی ریاست میں کسی اور عبادتگاہ میں جانے کیلئے (آزاد ہیں)۔ آپ کا مذہب، برادری یا مسلک کچھ بھی ہوسکتا ہے جس کا ریاست کے معاملے سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم تمام ایک ریاست کے شہری ہیں، اور بالکل برابر کے شہری۔ میں ہمیشہ عدل اور انصاف کے اصولوں سے رہنمائی حاصل کروں گا جیسا کہ سیاسی زبان میں کہتے ہیں کہ بغیر کسی تعصب اور بری نیت کے۔ انصاف اور مکمل غیر جانبداری میرے رہنما اصول ہونگے۔ میں پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین قوموں کی صف میں شامل ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''[1]

بابائے قوم قائدِ اعظم محمد علی جناح

تہذیبی معنوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور معاشرہ وہ ہوتا ہے جو اپنی اصل کو پہچانتا ہے۔ اپنے ماضی و حال، مذہب و سائنس، جدیدیت و تصوف اور مادیت و روحانیت کے ساتھ رہنا سیکھ جاتا ہے۔ ایک معاشرہ جو تناؤ سے آزاد ہے اور جو ایک بھرپور ثقافت رکھتا ہے۔ ایسا معاشرہ اِدھر اُدھر کے فارمولوں سے یا کسی شعبدہ بازی سے وجود میں نہیں آتا بلکہ اس کا دھارا گہری روحانی جستجو سے پھوٹتا ہے۔''[2]

قائدِ عوام، شہید ذوالفقار علی بھٹو

گمشدہ رابطوں کی تلاش

پاکستان پیپلز پارٹی اپنی 42 سالہ سخت کوش جدوجہد کے ذریعے پاکستان کے عوام کے لیے ایک اعلیٰ سیاسی روایت کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ یہ روایت شہید ذوالفقار علی بھٹو کے ترقی پسند معاشرے کے تصور پر مبنی ہے۔ یہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی جمہوری جدوجہد کے مشن سے جُڑی ہوئی ہے۔ اور اب یہ روایت صدر آصف علی زرداری اور وزیرِاعظم یوسف رضا گیلانی کی دانشمندی پر مبنی مصالحت کے ذریعے آگے بڑھتے ہوئے، خوشحال اور ہر طرح کے لوگوں کیلئے قبولیت رکھتے ہوئے پاکستان کی تشکیل کر رہی ہے۔

اسے تاریخ کی ستم ظریفی کہیں گے یا سیاسی ناگزیریت کہ جب بھی پاکستان پیپلز پارٹی برسرِ اقتدار آتی ہے تو اسے مطلق العنان حکومتوں کے چھوڑے ہوئے ٹکڑے جوڑنے پڑتے ہیں، ایک نئی ابتدا کرنا پڑتی ہے۔ 1972 میں شہید ذوالفقار علی بھٹو سے لیکر 1988 اور پھر 1993 میں محترمہ بے نظیر بھٹو تک اور اس کے بعد اب 2008 میں صدر آصف علی زرداری اور وزیرِاعظم یوسف رضا گیلانی تک، پی پی پی کو اقتدار بڑے بڑے اندرونی، بیرونی اور معاشی چیلنجوں کے ساتھ ملتا رہا ہے۔ 2008 میں پاکستان پیپلز پارٹی کی مخلوط حکومت کو برسرِاقتدار آتے ہی چار بڑے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔

الف) ریاست کو جمہوری بنانا

ب) معاشرے سے شدت پسندی کا خاتمہ اور زور زبردستی سے لوگوں کے طرزِ حیات بدلنے کی کوشش کرنے والوں کا قلع قمع کرنا

ج) وفاقی اکائیوں کے مابین خیر سگالی پیدا کرنا

د) ملکی معیشت میں استحکام لانا

اس چوکھٹی میں عوامی حکومت کی کارکردگی کیسی رہی اس کا جائزہ لینے کیلئے مارچ 2008 میں عوامی دورِ حکومت کے آغاز کے دنوں میں پائی جانے والی صورتحال کے مخصوص معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور جغرافیائی حالات کے تناظر میں دیکھنا اشد ضروری ہے۔ مسائل کی سنگینی کا صحیح ادراک کر کے ہی ہم یہ جان سکتے ہیں کہ عوامی حکومت کس طور ملک کو تباہی کے دہانے سے واپس لے کر آئی ہے۔

امن کی علامت چلی گئی

یہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو ہی تھیں کہ جنہوں نے کئی برس کی غیر نمائندہ حکومتوں کے ملک اور عوام دشمن اقدامات سے قوم کے جسدِ اجتماعی پر لگنے والے زخموں کو مندمل کرنے کیلئے سیاسی مفاہمت کی ضرورت کو محسوس کیا تھا تاکہ پاکستان میں

1۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے صدارتی خطاب، 11 اگست 1947

2۔ ذوالفقار علی بھٹو "My Dearest Daughter: A Letter from Death Cell"، 21 جون 1978۔
http://bhutto.org/Acrobat/Dearest_Daughter%5B1%5D.pdf

جمہوریت کو مضبوط کیا جائے۔[3] 1997 میں امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے جان ایف کینیڈی سکول آف گورنمنٹ میں اپنی تقریر کے دوران انہوں نے پاکستانی سیاست میں تشدد پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی نشاندہی کی اور قدرے تفصیل کے ساتھ وضاحت کی کہ کس طرح انہیں، ان کے گھر والوں اور ساتھیوں کو انتقامی سیاست کا نشانہ بناتے ہوئے صفحۂ ہستی سے مٹانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔[4] انہوں نے خصوصی طور پر سیاست میں وسیع تر اتفاق رائے پیدا کرنے کی بات کی جو جمہوریت کیلئے بنیادی شرط ہے۔[5] انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ کس طرح بعض لوگ اپنی چھوٹی موٹی سیاسی وابستگیوں تک محدود ہو گئے ہیں اور اپنی پارٹی کے مفاد کیلئے ملک کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔[6]

27 دسمبر 2007ء کی منحوس شام کو شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے وحشیانہ قتل نے پاکستانی قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس سانحے کو ایک ایسی قد آور شخصیت کی موت کہا گیا جس کے بعد پاکستان کا مستقبل مخدوش نظر آ رہا تھا۔[7] یہ قاتلانہ حملہ محترمہ شہید بے نظیر بھٹو پر انتخابی مہم کے دوران اُس وقت کیا گیا جب کئی سالوں کی مطلق العنان فوجی حکومت کے بعد عوام جمہوری تبدیلی کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ پی پی پی کی حمایت زوروں پر تھی اور 8 جنوری 2008 کو ہونے والے قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں اس کی کامیابی یقینی نظر آ رہی تھی۔ لیکن محنت کش طبقے کی تاریخی کامیابی کی خواہش کو عوامی رنج و الم میں تبدیل کر دیا گیا۔

اس موقع پر پی پی پی کے شریک چیئرپرسن آصف علی زرداری اور چیئرپرسن پی پی پی بلاول بھٹو زرداری نے ''پاکستان کھپے'' اور ''جمہوریت بہترین انتقام ہے'' کے نعرے لگا کر قوم کو نئی قوت اور اعتماد دیا۔ ان نعروں نے غم میں ڈوبی ہوئی قوم کو ایک نئی توانائی دی اور شہید رہنماء کے جمہوریت، امن، آزادی اور مفاہمت کے لیے کوشش جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا۔





فروری 2008ء کے انتخابات میں پی پی پی کی کامیابی کے بعد پارٹی نے سید یوسف رضا گیلانی کو عوامی حکومت کی سربراہی کے لئے اپنے وزیر اعظم کے طور پر نامزد کیا۔ 25 مارچ 2008ء کو سید یوسف رضا گیلانی کو پارلیمنٹ نے پاکستان کے جمہوری وزیر اعظم کی حیثیت سے متفقہ طور پر منتخب کیا۔

بعض اوقات اپنی نادانستگی میں کچھ لوگ ''پاکستان کھپے'' کے نعرے سے پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ پاکستان کو مضبوط کیا جائے۔ اس نعرے کا اصل پیغام تو یہ ہے کہ پاکستان کو ایک جمہوری وفاق بنایا جائے۔ اسے ایک امن پسند، خوشحال اور متحمل مزاج معاشرہ بنائیں، اور اسے ایک ایسی کامیاب اور مضبوط ریاست بنایا جائے جو قانون کی حکمرانی قائم کرنے اور اپنے شہریوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔[8] پاکستان کھپے اُن لوگوں کی باتوں کا بھی شافی جواب دیتا ہے جو پاکستان کو ایک ناکام ریاست کہنے پر تُلے ہوئے تھے۔ یہ نعرہ انہیں بتاتا ہے کہ پاکستان قائم رہنے کیلئے بنا ہے۔ 2008 کے عام انتخابات کے نتیجے میں اقتدار میں آنے کے بعد یہ نعرے عوامی حکومت کی تمام پالیسیوں کیلئے رہنما اصول کا درجہ اختیار کر گئے۔



''پاکستان کھپے'' اور ''جمہوریت بہترین انتقام ہے'' کے قومی نعرے عوام کے لئے پی پی پی کی قیادت کی طرف سے یقین دہانی کے قول کے طور پر نمایاں ہوئے

3۔ قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد کے پولیٹیکل افیئرز، پاپولیشن ... کے ساتھ انٹرویو۔ 10 مارچ 2010۔

4۔ بے نظیر بھٹو کی تقریر بمقام جان ایف کینیڈی سکول آف گورنمنٹ، ہارورڈ یونیورسٹی، 7 نومبر 1997 ... (امریکہ)

5۔ ایضاً

6۔ ایضاً

7۔ احمد رشید۔ Decent in Chaos: The United States and Failure of Nation Building in Pakistan, Afghanistan and Central Asia, Viking, 2008, New York. صفحہ نمبر 374

8۔ قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد کے پولیٹیکل افیئرز، پاپولیشن ... کے ساتھ انٹرویو۔ 10 مارچ 2010۔

آمریت کی باقیات

17 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے اپنے سات نکاتی ایجنڈے کا اعلان کیا جس میں قوم کے اعتماد کی بحالی، وفاق کی مضبوطی، بین الصوبائی بے آہنگی کو ختم کرنا اور قومی ہم آہنگی بحال کرنا، اختیار کی نچلی سطح تک منتقلی، معیشت کی بحالی اور سرمایہ کاروں کا اعتبار بحال کرنا، امن وامان کو یقینی بنانا، فوری انصاف فراہم کرنا، ریاستی اداروں کو سیاست سے پاک کرنا اور تیز اور جامع احتساب کو یقینی بنانا شامل تھا۔

کوئی حالات سے بے خبر شخص ہی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس گیارہ سالہ آمریت میں ان میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی حل کیا گیا ہو۔[9] سیاسی تجزیہ نگار جنرل مشرف کے سات نکاتی ایجنڈے کو سراسر ناکام کہتے ہیں اور اکثر ان کے دورِ حکومت کے تباہ کن اثرات گنواتے ہیں۔[10] آمریت کا اختتام ہونے تک پاکستانی قوم صوبائی، نسلی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم در تقسیم کا شکار ہو چکی تھی۔ قوم کی تاریخ کے اس سب سے سنگین انتشار سے وفاق کی سالمیت کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔[11]

صوبائی انتظامیہ کے دائرہ کار میں بیجا مداخلت کرتے ہوئے 'اختیارات کی منتقلی کے نام نہاد منصوبے کے ذریعے مقامی سطح پر مطلق العنانیت کی بنیاد رکھی گئی۔ عدلیہ پر وار کیے گئے۔ مارچ 2007ء میں من گھڑت الزامات کی بنیاد پر عدالتِ عظمیٰ کے اعلیٰ ترین جج کو غیر قانونی طور پر معطل کیا گیا۔ اعلیٰ عدلیہ کے آدھے سے زیادہ ججوں (170 میں سے 55) کو 3 نومبر 2007ء کی ایمرجنسی کے نفاذ سے ہٹایا گیا۔

پرامن اجتماعات پر پابندی لگا دی گئی، ابلاغ عامہ سے متعلق قانون میں ترمیم کر کے نئی پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ کالے قانون بے دریغ استعمال کیے گئے۔[12] صرف 2007 میں اظہار رائے اور پُرامن مظاہرہ کر سکنے کا حق استعمال کرنے پر ہزاروں وکلاء، سیاسی کارکنوں اور انسانی حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والوں کی پٹائی اور تذلیل کی گئی اور انہیں غیر قانونی حراست میں رکھا گیا۔ اس دوران طالبان کے غیر قانونی ریڈیو اسٹیشن بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی شرانگیز نشریات کو وسعت دیتے رہے اور موسیقی اور فلمیں بیچنے والی دکانوں کو بموں سے اڑایا جاتا رہا۔ تاہم قانونی طور پر قائم ہونے والے آزاد میڈیا کو سرکاری ہدایات دی جاتیں کہ کیا چھاپنا ہے کیا نہیں، نہ ماننے والوں کو دھمکیاں دی جاتیں اور جو پھر بھی نہ مانے اُس کا چینل بند کر دیا جاتا۔ گویا آمر کو صرف دہشت گردوں کے اظہار رائے کے حق کی پرواہ تھی۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) آرڈیننس 2002



2007ء میں ہزاروں وکلاء، سیاسی کارکنوں اور انسانی حقوق کے محافظوں کو زدوکوب اور پابند سلاسل کیا گیا جو کہ اظہار رائے اور پرامن اجتماع کا اپنا حق استعمال کر رہے تھے۔

میں 3 نومبر 2007 کے آرڈیننس کے ذریعے ترمیم لائی گئی تا کہ اختلاف رائے کو دبایا جائے اور ایمرجنسی لگانے کیلئے راہ ہموار کی جائے۔

بٹا ہوا گھر، وفاقی اکائیوں کے تحفظات

سیاسی، علاقائی، لسانی اور نسلی گوناگونیوں سے پورا پاکستان وجود میں آتا ہے۔ 1973ء کا آئین وفاقی جمہوری اصول کے ذریعے ان گوناگونیوں کو ایک لڑی میں پرو دینے کی ایک نہایت کامیاب کوشش ہے۔ تاہم اس میں جنرل ضیاء الحق (1977-88) کی آمرانہ حکومت نے بہت سی ایسی آئینی ترامیم متعارف کرائیں جنہوں نے آئینِ پاکستان کا پورا حلیہ بگاڑ دیا۔ اِن ترامیم کے نتیجے میں 1973ء کے دستور کی پارلیمانی اور وفاقی نوعیت بری طرح متاثر ہوئی۔ اُس دور میں ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام کی جگہ صدارتی اور وحدانی نظام رائج تھا۔



26 اگست 2006ء کو بلوچ رہنما نواب اکبر بگٹی کے قتل نے بلوچستان میں خوفناک ردعمل کو ہوا دی اور بلوچ عوام کے احساس محرومی میں اضافہ ہوا۔

9۔ مشرف زیدی "Judging Musharraf by His Own Criteria"، دی نیوز انٹرنیشنل، 21 اگست 2008
10۔ ایضاً
11۔ سرتاج عزیز "Between Dreams and Realities: Some Milestones in Pakistan's History" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2009 کراچی، صفحہ نمبر 393
12۔ دفعہ 144، کریمنل پروسیجر کوڈ آف پاکستان

گزشتہ مطلق العنان حکومت نے بھی آئین سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا خصوصاً اسلئے بھی کہ اُسے پی سی او زدہ ججوں نے آئین میں ترمیم کا مقننہ کا وہ اختیار دینے کی فراخدلی کی تھی جو خود اُن کے پاس بھی نہیں تھا۔ پھر اُس نے دل کھول کر آئین میں ترامیم کرنے کا شوق پورا کیا اور بعد ازاں اپنے ہاتھ کی چھٹی پارلیمان کے ذریعے اِس سارے ملبے کو مذہبی جماعتوں کے اتحاد کی مدد سے آئین کی سترہویں ترمیم کے نام سے منظور کروالیا۔[13] اس ترمیم کے ذریعے ریاست کی وفاقی نوعیت متاثر ہوئی۔ پاکستان کے عوام کی بجائے اب طاقت کا سرچشمہ جنرل پرویز



عوامی حکومت نے شکستہ وفاق کے زخموں کو مندمل کرنے کے لئے قومی مفاہمت کی پالیسی اختیار کی۔

مشرف کی ذات ٹھہری جو دستور، قانون اور اصول سے ماورا تھی۔ وہ جب جی چاہے صدر کی طاقت استعمال کر لیتے تھے اور جب چاہے چیف آف آرمی سٹاف کی۔ چیف ایگزیکٹو تو وہ آتے ہی بن گئے تھے، پھر پارلیمنٹ بھی خود ہی بن بیٹھے، قائدِ ایوان بھی خود ہی اور قائدِ حزبِ اختلاف بھی خود۔ جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے۔

بے جا مرکزیت پسند پالیسیوں نے بلوچستان میں بے تحاشا بے چینی پیدا کی اور ریاست کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دیا۔

26 اگست 2006ء کو بلوچ رہنما نواب اکبر بگٹی کے بہیمانہ قتل کا بلوچستان میں سخت ردِ عمل ہوا اور بلوچوں کی پاکستانی ریاست کے ساتھ اجنبیت مزید بڑھ گئی۔ بلوچستان کے قانون سازوں نے صوبائی اور قومی اسمبلیوں سے استعفے دے دیئے۔ بلوچ رہنما عطاء اللہ مینگل کو یہ کہتے ہوئے رپورٹ کیا گیا کہ ''بگٹی کی موت نے بلوچستان اور پاکستان کے درمیان ایک لکیر کھینچ ڈالی ہے۔''[14] کچھ مبصرین نے تو حالات کو 1971ء کے سقوطِ ڈھاکہ سے مشابہ کرتے ہوئے کہا کہ اب بلوچستان ایک اور مشرقی پاکستان بننے جا رہا تھا۔[15]

2004ء سے بلوچستان میں فوجی آپریشن شروع تھا جس میں ہزاروں لوگوں کو مار دیا گیا جن میں 80 سالہ بزرگ قبائلی سردار نواب اکبر بگٹی بھی شامل تھے جن کو 2006 میں مارا گیا۔ صحافی حضرات، حقوقِ انسانی کے محافظ اور کئی لوگوں کو بے بنیاد الزامات کی بنیاد پر پابندِ سلاسل رکھا گیا۔ کچھ سینیٹر حضرات جیسے سینیٹر ثناءاللہ بلوچ کو جلاوطنی پر مجبور کیا گیا۔[16] نواب اکبر بگٹی کے پوتے شاہ زین بگٹی کو یہ کہتے ہوئے رپورٹ کیا گیا کہ ''مشرف کی وجہ سے ہی بہت سارے نوجوانوں نے ہتھیار اٹھائے، پہاڑوں کی طرف چلے گئے اور ریاست سے بغاوت کی۔''[17]

اسی اثناء میں بغیر کسی سیاسی مدد کے وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) میں عسکری آپریشن نے مقامی لوگوں میں غم و غصہ پیدا کیا۔ علاقے کے بسنے والے دہشت گردوں کے خلاف شروع کی گئی مہم کو اپنی قومی لڑائی ماننے پر تیار نہ ہوئے اور نتائج بھی مایوس کن تھے۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹس سے عیاں تھا کہ 2008ء میں خیبر پختونخواہ کے تقریباً 6 اضلاع ایسے تھے جہاں صوبائی حکومت کا سرے سے کوئی اختیار نہیں تھا اور جہاں قومی پرچم لہرانے کی اجازت نہ تھی۔[18]

مطلق العنان حکومت نے وفاقی اکائیوں کے درمیان اتفاقِ رائے نہ ہونے کے باوجود متنازعہ کالا باغ ڈیم کے منصوبے کو تعمیر کرنے کے لیے جارحانہ وکالت شروع

اتفاق رائے نہ ہونے کی وجہ سے حتمی سفارشات پر نہیں پہنچے۔ دوسرا این ایف سی 21 جولائی 2005ء میں تشکیل دیا گیا لیکن ممبران کے مابین اتفاق رائے نہ ہوسکنے کی بنا پر اسکا نتیجہ بھی پہلے جیسا ہی تھا۔ اس کے نتیجے میں ڈیڈلاک پیدا ہو گیا نتیجتاً یکم جولائی 2006ء میں ایک صدارتی آرڈر کے ذریعے این ایف سی کا اعلان کیا گیا۔

آزاد تجزیہ نگاروں نے دہائی دی کہ مطلق العنان حکومت نے وفاق کا شیرازہ بکھیر دیا ہے اور یہ کہ آنے والے دنوں میں جمہوری قوتیں ہی مرہم پٹی کرسکیں گی۔[19] مطلق العنان حکومت کے برعکس عوامی حکومت کا اعتقاد ہے کہ عدم مرکزیت اور شمولیت کی حکمرانی ہی ایک واحد وسیلہ ہے جس سے پاکستانی وفاق مختلف نسلی شناخت رکھنے والوں کے مابین موافقت پیدا کرسکتا ہے۔ جمہوری قوتیں یہ سمجھتی ہیں کہ پاکستان میں گونا گونیت تقاضا کرتی ہے کہ سیاسی گفت وشنید کا عمل شروع کیا جائے اور یہ عمل جمہوری عمل کو مضبوط اور گہرا بنانے کے ساتھ رواں دواں رہے۔[20] یہ ایک تاریخی طور پر مسلمہ حقیقت ہے کہ مطلق العنان حکومتوں نے پاکستان کو کمزور کیا ہے جب کہ جمہوریت اس کی تعمیر نو کرتی ہے۔

معاشی مشکلات

تجزیہ نگار جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت کو "معاشی ترقی وترویج کا دھوکا" کہتے ہیں۔[21] عالمی بینک کے سابق نائب صدر شاہد جاوید برکی نے 2006 میں کہا تھا کہ پاکستان ایسی علامات کا مقابلہ کر رہا تھا جو اس سے پیشتر دس سال پہلے میکسیکو کے مالی بحران میں نظر آئیں، حد سے زیادہ مفروضاتی تجارتی سرگرمی اور کمزور بینکاری نظام سب ایک ہی سمت میں جا رہے تھے"۔[22]

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی موزوں ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے اقتصادی ایجنڈے میں سروسز سیکٹر بنیادی قوتِ عمل تھا۔ اب وہ پاکستان کی معیشت کا 54 فیصد بنتا ہے اور فقط 36 فیصد آبادی کو روزگار مہیا کرتا ہے۔ مطلق العنان حکومت جدید، مقابلے کے لائق، بارآور معیشت کی بنیادیں استوار کرنے میں ناکام ہوگئی تھی نتیجتاً اسکا انحصار سروسز سیکٹر، جائیداد کی خرید وفروخت اور سٹاک مارکیٹ پر تھا۔ معیشت کے حقیقی پیداواری شعبے صنعت وزراعت کو مکمل طور پر نظرانداز کر دیا گیا۔

توانائی کی قلت اقتصادی عمل کو مدہم کرنے لگی۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے سابقہ دور حکومت میں مجموعی طور پر لگائی گئی بجلی کی صلاحیت دوگنا کر کے 8,350 میگاواٹ سے 17,400 میگاواٹ کردی گئی تھی لیکن جنرل مشرف کے آمرانہ دور حکومت میں توانائی کی صلاحیت بڑھانے کی کوئی سعی نہ کی گئی۔ 2007 میں گیس کی واضح قلت بھی نمودار ہوئی۔ 1990 کی دہائی کی زرعی افزائش کی تیز رفتاری سست روی میں تبدیل ہوگئی اور 4.6 فیصد سے کم ہوکر سال 08-2000 میں تین فیصد سالانہ سے بھی کم رہی۔ اس کے نتیجے میں 08-2007 کے دوران مجموعی زرعی درآمدات تین ارب ڈالر تک بڑھ گئیں۔[23]

اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے مقامی مارکیٹ میں بڑی مقدار میں مقامی کرنسی پھیلا کر اربوں ڈالر خریدے اور ملک میں افراط زر پیدا کر دیا۔ جب پاکستان مسلم لیگ (ن) وفاقی حکومت کا حصہ تھی تو وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی کابینہ میں شامل پہلے وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے حلف اٹھانے کے فوراً بعد ملکی معاشی حالات و معاملات کی وضاحت کی تھی۔ انہوں نے حکومت کو اپنی بریفنگ میں اس امر کی وضاحت کی تھی کہ زیادہ افراط زر مشرف دور کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے تھی جو قرضے لے کر کھپت بڑھاؤ کے بلبلے سے چل رہی تھی۔ سابق وزیر خزانہ شوکت ترین نے پارلیمنٹ میں کہا کہ مشرف حکومت کے دوران 1.3 کھرب روپے غیر قانونی طور پر جاری کیے گئے تاکہ افراط زر کو مصنوعی طریقے سے کم کیا جائے۔[24] وزیر موصوف نے کہا کہ 1.3 کھرب روپے کی کثیر رقم کے پیچھے سامان اور سروسز ریکارڈ کے نہ ہونے سے اقتصادی مسائل پیدا ہوئے۔ اس حکومت نے معیشت میں کئی قسم کے ساختیاتی بگاڑ پیدا کیے جن سے بعد میں اقتصادی بحرانوں نے جنم لیا جو اب جا کے کہیں کچھ سنبھلے ہیں۔

اس بیان کی تصدیق مختلف مطالعات میں بھی کی گئی ہے کہ آمرانہ دور حکومت کی صارف انحصار معیشت نے پہلے سے موجود اقتصادی عدم توازن کو اور بھی بڑھاوا دیا۔[25] 09-2008 کا پہلا بجٹ بنانے کے لیے عوامی حکومت کو بہت کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ معیشت ڈانواں ڈول تھی۔ اس تناظر میں ایک اصلاح کرنے والا بجٹ تیار کرنا چیلنج سے کم نہ تھا۔ پھر بھی بجٹ 09-2008ء نے معیشت کی بحالی کے لیے واضح سمت کا تعین کیا۔

19۔ احمد رشید "Pervez Musharraf Leaves a Fractured Pakistan"۔ ییل گلوبل۔ 19 اگست 2008

20۔ ہما ئے سعید "In and Out of Power but not Down and Out: Mohajir Identity Politic" In Pakistan: Nationalism without a Nation? ۔ کرسٹوفر جعفریلو۔ 2002۔ زیڈ بکس لمیٹڈ لندن۔ صفحہ 53

21۔ "Musharraf's economic deception" http://pakistanmartiallaw.blogspot.com/2007/12/musharrafs-economic-deception.html ڈاکٹر طارق نعیم، 6 دسمبر 2007۔

22۔ شاہد جاوید برکی "Pakistan facing Mexican-style financial crunch" ڈیلی ٹائمز، 26 اپریل 2006

23۔ سرتاج عزیز "Between Dreams and Realities: Some Milestones in Pakistan's History" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2009 کراچی، صفحہ نمبر 394

24۔ دی سٹیٹسمین انٹرنیشنل۔ 29 جنوری 2010: http://www.thestatesman.net/news/musharraf-printed-rs-1-3-trillion-currency-to-artificially-contain-inflation-shaukat-tarin/.

25۔ شاہد جاوید برکی "Pakistan facing Mexican-style financial crunch" ڈیلی ٹائمز، 26 اپریل 2006

1999-2007 کی اقتصادی گرم بازاری

مطلق العنان حکومت کا اقتصادی خاکہ انتہائی چیدہ اور دولتمند طبقے، بڑے کاروبار اور بڑی صنعتوں کے مفادات کا تحفظ کرتا تھا۔ ایوانِ اقتدار اسلام آباد کے حواری اسے اپنے نصیب سنوارنے اور معیشت پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے قدرے آسان سمجھتے تھے۔ چیدہ طبقے کے مفاد کے لیے بنائی گئی اس معیشت نے سماجی، اقتصادی اور علاقائی عدم مساوات، غربت اور پسماندگی جیسے مسائل کو حل نہ کیا۔[26]



آمرانہ دور کی اشرافیہ معیشت نے سماجی واقتصادی ناہمواریوں، علاقائی تفاوت، غربت اور پسماندگی کے مسائل پر مناسب توجہ نہیں دی۔

جنرل مشرف کی اقتصادی پالیسیوں کا ایک انتہائی اہم پہلو ریاستی صنعت، توانائی، مواصلات، بینکاری اور قومی اداروں کو کوڑیوں کے مول بیچنا تھا۔[27] انہیں سٹاک مارکیٹ میں رکھ کر بیچا جا رہا تھا۔ جس سے ایسے سرمایہ کار انہیں خریدنے کے لیے آئے جو عارضی مفادات کو نظر میں رکھتے تھے۔ ان کی فروخت کے نتیجے میں جو پیسے ملے وہ ملک کا بڑھتا ہوا قرضہ کم کرنے کے لیے بروئے کار لائے گئے۔ 2004ء کے آخر تک کل بیرونی قرض 33 ارب ڈالر تھا۔[28] اگر فوجی حکومت نے قرض لینا بند کر دیا ہوتا، جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے تھے، تو پھر پاکستان کا قرضہ کم ہو کر 23 ارب ڈالر ہو چکا ہوتا جس کا انحصار جون 2007 کے آخر تک باقاعدہ سالانہ قرض کی ادائیگی پر تھا۔[29] بنیادی صنعت کی پاکستان میں عدم موجودگی کی وجہ سے درآمدات ضروری ہو گئیں جن کی وجہ سے تجارت کا خسارہ تجاوز کر گیا۔

2006-07ء میں پاکستان کو اپنی تاریخ کے سب سے بڑے تجارتی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ سال بھر میں تین ارب ڈالر سے زیادہ قرضہ لیا گیا۔[30] اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ بہت ادھار لیا گیا تاکہ قرضہ اور مسلسل کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ ادا کیا جائے۔ کیونکہ فوجی حکومت ملک کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے قابل نہ تھی اس لیے مجبور تھی اور بہت کثیر رقم درامدات کی بہتات پر صرف کر رہی تھی جس کے نتیجے میں خسارہ بڑھتا ہی گیا۔ قرضوں پر سالانہ خدمات کی ادائیگیاں 3.3 ارب ڈالر تک پہنچ گئیں۔[31] مالی سال 2006-07 تک کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ 41 فیصد بڑھ کر 7 ارب ڈالر ہو گیا۔ ملکی برآمدات کو بڑھانے کی بجائے حکومت نے غیر ملکی براہِ راست سرمایہ کاری، سمندر پار پاکستانیوں کی طرف سے بھیجی جانے والی رقوم اور نجکاری جیسے ناقابلِ اعتبار ذرائع پر انحصار کیا۔

26۔ حسن عسکری "Dilemmas of Governance" ڈیلی ٹائمز 15 اپریل 2006
27۔ "Musharraf's economic deception" http://pakistanmartiallaw.blogspot.com/2007/12/musharrafs-economic-deception.html ڈاکٹر فرخ سلیم، 6 دسمبر 2007۔
28۔ ایضاً
29۔ ایضاً
30۔ ایضاً
31۔ ایضاً

اسحاق ڈار نے اقتصادی حالات کے تناظر میں بہترین بجٹ پیش کرنے پر عوامی حکومت کی تعریف کی۔[32] ”زرعی اور صنعتی شعبہ جات کی قابلیت بڑھانے کے لیے مالیاتی پروگرام میں بہترین اقدامات اٹھائے گئے ہیں“، بجٹ اجلاس کے بعد انہوں نے پارلیمنٹ کے باہر میڈیا کو بتایا۔[33] انہوں نے بجٹ کو ”عوامی“ قرار دیا اور کہا کہ معاشرے کے غریب طبقے کو بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت براہِ راست امداد دینے کی کوشش کی گئی ہے۔[34]

جب عوامی حکومت اقتدار میں آئی تو اس وقت ملک گھمبیر معاشی مسائل سے دوچار تھا۔ ملکی معاشی صورتحال مشکل فیصلوں کا تقاضا کرتی تھی۔ صدر اور وزیراعظم نے معاشی بحالی اور مجموعی قومی پیداوار میں تیز رفتار اضافے کیلئے اہم اقدامات اٹھائے۔

جب عوامی حکومت نے فروری 2008 میں ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو پاکستان کی اقتصادی صورتحال انتہائی نازک تھی۔ اس کے زرمبادلہ کے ذخائر اتنے کم کبھی نہ تھے، افراطِ زر اور تیل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی وجہ سے بالکل غیر یقینی بلکہ کریش کی سی صورتحال کا سامنا تھا۔ یہ عیاں ہے کہ تخلیقی یا غیر تخلیقی چارہ کاری کے ذریعے عوامی حکومت نے ملک کو اقتصادی پستی سے نکالا تا کہ معیشت کو حقیقی استحکام و دوام بخشا جائے۔[35] (رضا رومی۔ دو سال اور گنتی۔ دی نیوز اون سنڈے، 21 فروری 2010)

حیران کن طور پر سابقہ آمرانہ حکومت نے نائین الیون کے نتیجے میں ملنے والے وسائل بھی معیشت میں جھونکے لیکن ملک کو پائیدار افزائش کی راہ پر گامزن نہ کر سکی۔ معیشت کی بنیاد کمزور ہی رہی اور عوامی حکومت کو ایسی مشکل پیچیدہ اقتصادی صورتحال ورثے میں ملی جس میں عام آدمی کو افراطِ زر اور بے روزگاری کی تکالیف سے بچانے کیلئے کوئی گنجائش نہ تھی اور اسے مجبوراً عالمی مالیاتی فنڈ سے سخت شرائط پر قرضہ لینا پڑا تا کہ نادہندگی سے بچا جا سکے۔[36]

دہشت گردی کا راج

11 ستمبر 2001 کے المناک واقعات کے بعد فاٹا میں چھپے ہوئے عسکریت پسندوں کے خلاف شروع کی جانے والی فوجی مہم بس فوج تک محدود رہی اور اسے کوئی سیاسی حمایت حاصل نہ ہو سکی۔ آمرانہ دورِ حکومت نے سلگتے ہوئے اور خون بہاتے پاکستان کی موروثیت چھوڑی۔ وہ دہشت گردی کے خلاف قومی اتفاق رائے استوار کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے تھے۔

جنرل کی نظریں واشنگٹن پر تھیں اور کامیابی کیلئے وہ فقط امریکی اور فوجی مدد پر بھروسہ کرتا تھا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عوامی حمایت کو اس نے کبھی خاص اہمیت نہ دی۔[37] دہشت گردی کے خلاف اُس کی پالیسی ایڈہاک اور فوج کی مرکزیت تک محدود رہی جبکہ اقتصادی ترقی و ترویج، معاشرتی انصاف اور سیاسی ذمہ داری پر کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ جنگجوؤں کے ساتھ یکطرفہ امن معاہدے کئے گئے جن کا مقصد ریاست کی عملداری قائم کرنا نہیں بلکہ دہشت گردوں کو کچھ دیر کیلئے خاموش کروانا ہوتا تھا۔[38]

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ طالبان کی مصیبت پورے شمالی مغربی پاکستان میں پھیلتی چلی گئی۔ وزیرستان کے علاوہ باجوڑ اور مہمند کی قبائلی ایجنسیاں، خیبر پختونخواہ کے علاقے بالخصوص ضلع پشاور، سوات مالاکنڈ، ٹانک، ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، لکی مروت، کوہاٹ، مردان، صوابی، چارسدہ، اور بونیر طالبان حامی عناصر کی سرگرمیوں کے مراکز بن گئے۔ امن و امان کی صورتحال بگڑنے کے علاوہ جنرل مشرف کے دورِ حکومت کا ایک بہت بڑا تحفہ طالبانی سوچ اور ان کی فسادی کارروائیاں تھیں جو ملک بھر میں عدم تحفظ کا باعث بنیں۔[39]

اس حقیقت کو مانتے ہوئے نام نہاد نیشنل سیکیورٹی کونسل کے 7 جون 2007 کو جنرل پرویز مشرف کے زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اجلاس میں طالبانائزیشن کے بڑھتے ہوئے رجحان پر پندرہ صفحات پر مبنی ایک رپورٹ پیش کی گئی اور اس میں طالبانائزیشن کو پاکستان کی قومی سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ قرار دیا گیا۔[40] حالانکہ پاکستان کی فوج دہشت گردوں کے خلاف کارروائیاں کر رہی تھی لیکن بین الاقوامی مبصرین کے مطابق جنرل مشرف کی حکومت میں طالبانائزیشن کو فروغ ملا اور پاکستان میں القاعدہ کا اثر و رسوخ بڑھا۔[41]

بچیوں کے سکول اور ان کی خواتین سٹاف، حجام کی دکانوں، سی ڈیز، ڈش انٹینا، ٹیلی ویژن اور پولیو کے قطرے پلانے کے مراکز کو بم دھماکوں کا نشانہ بنایا گیا۔ خودکش حملوں میں قانون نافذ کرنے والے عملے اور معصوم شہری بھی نشانہ بنے۔ پاکستان کے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں جولائی 2007 کو لال مسجد آپریشن سے پتہ چلا کہ مذہبی انتہاپسند کس طرح پاکستانی معاشرے میں گھل مل گئے ہیں۔ جامعہ حفصہ کی برقع پوش خواتین کی جارحانہ سرگرمیاں ایک نجی رہائش پر دھاوا بول کر شروع ہوئیں۔ پھر وہ ادھر ادھر جا کر ویڈیو شاپ کے مالکان کو بتاتی رہیں کہ اپنا کاروبار تبدیل کریں۔ حد سے تجاوز کرتے کرتے آخرکار وہ یہاں تک پہنچیں کہ 6 چینی خواتین کو غیر اخلاقی سرگرمیوں کے مبہم الزام پر اغواء کر لیا۔ پاک فوج اور لال مسجد میں چھپے ہوئے طالبان کے درمیان آٹھ روز تک محاذ آرائی جاری رہی جس میں حکومتی ذرائع کے مطابق باغی ملا غازی عبدالرشید سمیت اٹھاون لوگ ہلاک

32۔ دی نیوز انٹرنیشنل آرکائیوز
33۔ ایضاً
34۔ دی نیوز انٹرنیشنل۔ 12 جون 2008
35۔ رضا رومی "Two years and counting" دی نیوز آن سنڈے۔ 21 فروری 2010
36۔ سرتاج عزیز "Between Dreams and Realities: Some Milestones in Pakistan's History" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2009 کراچی، صفحہ نمبر 394
37۔ طلعت مسعود "Musharraf's Legacy" ڈیلی ڈان 21 اگست 2008
38۔ ایضاً
39۔ سرتاج عزیز "Between Dreams and Realities: Some Milestones in Pakistan's History" آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2009 کراچی، صفحہ نمبر 394
40۔ شان گریگری Pakistan: Securing the Insecure State, Routledge, 2007۔
http://www.routledge-ny.com/books/Pakistans-Security-isbn9780415405737
41۔ ایضاً

ہوئے جن میں 9 سپاہی بھی شامل تھے۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں کا خیال ہے کہ آمرانہ حکومت امن و امان بحال رکھنے اور پاکستان کو طالبانائزیشن سے بچانے میں ناکام ہوگئی تھی کیونکہ دہشت گردی کے



جنرل مشرف کے 9 سالہ اقتدار کا سب سے دلخراش ورثہ "پاکستان کی طالبانائزیشن" ہے۔

خلاف آپریشن میں شفافیت کی کمی تھی جبکہ قانون کی حکمرانی اور عوامی مینڈیٹ تو اس کے پاس تھا ہی نہیں۔[42]

آمریت کے چھوڑے ہوئے ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے عوامی حکومت نے لوگوں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے، اپنی پسند کی زندگی گذارنے، اختلاف کو برداشت کرنے اور بات چیت سے مسائل حل کرنے کے اصول پر دہشت گردی کے خلاف عوام کی طاقت مجتمع کی اور جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ (دیکھیں: دہشت گردی کے خلاف جمہوریت کی جنگ) سوات کو دہشت گردوں کے قبضے



جامعہ حفصہ کی برقعہ پوش خودساختہ محافظوں کی سرگرمیوں نے ملک کے سماجی ڈھانچے میں مذہبی انتہا پسندوں کی اثر و نفوذ پذیری کو بے نقاب کر دیا۔

سے واگذار کرانے کی کامیاب حکمتِ عملی اس وقت عالمی سطح پر ایک قابلِ تقلید مثال بن چکی ہے اور یہ دنیا پاکستان کی جمہوری حکومت سے سیکھنے چلی ہے کہ کس طرح ممکنہ طور پر دہشت گردی کی طرف متوجہ ہو سکنے والے علاقوں میں جمہوری طرز پر بنائی گئی اور بھرپور عوامی حمایت کی حامل حکمت عملی شدت پسندی کے خاتمے اور دہشت گردوں کو الگ تھلگ کرنے میں کامیاب ثابت ہو سکتی ہے۔



2008ء سے پہلے، فاٹا میں شدت پسندوں کے خلاف عسکری مہم کی حمایت محض ملک کی تزویراتی اسٹیبلشمنٹ تک محدود تھی اور یہ کسی سیاسی حمایت سے عاری

اگر عوامی حکومت کی گزشتہ دو سالہ کارکردگی کو دس سالہ آمرانہ حکومت کے چھوڑے ہوئے مسائل کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی کہ کس طرح حکومت نے جرأت اور دانشمندی سے اس انتہائی پیچیدہ اور خطرناک صورتحال کو سلجھایا۔ اپنی شہید رہنما محترمہ بےنظیر بھٹو کے عزم سے کام لیتے ہوئے عوامی حکومت نے فروری 2008 میں طوفانوں میں گھرے ہوئے، خراب سمت نما رکھنے والے، ٹوٹے ہوئے چپوؤں اور خراب انجن والے بحری جہاز کی طرح بے سروسامان پاکستان کو سنبھالا دیا۔[43]

42۔ "NGOs Report on Pakistan for the Universal Periodic Review under the U.N. Human Rights Council Session" 8 مئی 2008
http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session2/PK/NCJP_PAK_UPR_S2_2008_NationalCommissionforJusticeandPeace_uprsubmission_JOINT.pdf

43۔ سعود شریف، خان ملک۔ "سول ملٹری کوآرڈینیشن" روزنامہ جنگ، 28 فروری 2010



جمہوری راستے کی نقشہ بندی

> پاکستان کے منتخب رہنماؤں کی حیثیت سے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے ملک کے لئے ایک متبادل سمت کا تعین کریں اور اسے موجودہ صورت حال سے نجات دلا کر ایک پائیدار اور دیرپا معاشی سیاسی نظام قائم کرتے ہوئے ایک ایسے ترقی پسند معاشرے کی بنیاد رکھیں جو سیاسی اعتبار سے مکمل طور پر جمہوری اور متنوع ہو، وفاقی لحاظ سے شراکتی، نظریاتی طور پر تحمل پسند، بین الاقوامی عزت و احترام اور علاقائی امن پر یقین رکھتا ہو اور جو پاکستان کے عوام کے وسیع تر مفاد کے پیش نظر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فیصلہ صادر کرے کہ صرف اور صرف عوام ہی اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے حکومت اور اقتدار کا استحقاق رکھتے ہیں جس کا تصور اعلیٰ پائے کے جمہوریت پسند بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح نے پیش کیا تھا۔
>
> میثاق جمہوریت۔ 14 مئی 2006ء

میثاق پر دستخط

14 مئی 2006ء پاکستان کی تاریخ میں 23 مارچ 1940ء کی طرح اہم دن کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس روز ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں سابق وزیراعظم شہید بے نظیر بھٹو اور میاں محمد نواز شریف نے اعلیٰ جمہوری تصورات کی تجدید نو کے لئے کوششیں کرنے اور پاکستان کو طفیلی آمریت کے چنگل سے نجات دلانے کیلئے جدوجہد کا آغاز کرنے کے مصمم ارادے کا اظہار کیا۔[1] میثاق جمہوریت کے نام سے جمہوری رہنماؤں کا عزم اقتدار کو عوام کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ تاریخی طور پر میثاق جمہوریت پاکستانی قوم کی تیسری اہم ترین متفقہ دستاویز ہے۔[2] پہلی قرارداد پاکستان 1940 تھی جس میں پاکستان کے قیام کے لئے اتفاق رائے کا اظہار کیا گیا تھا اور دوسرا 1973 کا متفقہ آئین تھا۔ اب ہمیں میثاق جمہوریت کی شکل میں تیسری قومی متفقہ دستاویز ملی ہے جسے پاکستان کا منشور اعظم (MAGNA CARTA) کہا جا رہا ہے[3] (دیکھئے بکس: میثاق جمہوریت کا متن)۔ یہ دستخط کنندگان کے درمیان غور و خوض اور باہمی صلاح مشورہ کے نتیجہ میں تشکیل پایا۔ یہ سیاسی مفاہمت کی سوچ اور مستقبل میں تعاون کے جذبہ کے تحت پروان چڑھا۔[4] اسے امید کی دستاویز کے طور پر خوش آئند قرار دیا گیا اور اس نے پاکستان میں فوجی قیادت کے تابع جمہوریت سے معیاری جمہوری حکمرانی کی طرف خوش اسلوبی سے منتقلی کے تقاضوں کا واضح اظہار کیا۔[5]

میثاق کا تجزیہ[6]

میثاق جمہوریت 2380 الفاظ کی دستاویز ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ جمہوری عمل (669 الفاظ یعنی 29 فیصد)، عدالتی اصلاحات (529 الفاظ یعنی 22 فیصد)، سول ملٹری تعلقات (430 الفاظ یعنی 18 فیصد) اور احتساب (296 الفاظ یعنی 12 فیصد) سے متعلق ہے۔ یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ 178 الفاظ یعنی 7 فیصد قومی احتساب بیورو (نیب) اور انتخابی اصلاحات (241 الفاظ یعنی 10 فیصد)



1۔ واجد شمس الحسن، چارٹر آف ڈیموکریسی http://www.pppusa.org/Articles/Article-122.htm
2۔ ایضاً
3۔ میاں عامر الحسن، "Some Call it Magna Carta" ڈیلی جنگ، 27 مئی 2006
4۔ چارٹر آف ڈیموکریسی ... اسلام آباد، مارچ 2010
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً

کے جواز اور اخلاقیات کا سوال اٹھاتے ہیں۔ اب تک اس دستاویز کی عمر 1390 روز (10 مارچ 2010ء) ہے۔ ان میں سے 706 روز (51 فیصد) 28 مارچ 2008ء سے دستخط کنندگان اقتدار میں ہیں۔ اس مختصر عرصہ میں میثاق میں بیان کی گئی قراردادوں پر عوامی حکومت کی پیروی متاثر کن رہی ہے۔ (دیکھئے بکس: میثاق جمہوریت عملدرآمد سکور بورڈ 10-2008ء)۔ یہ حقیقت ہے کہ میثاق کی پیروی عوامی حکومت کے انتخابی منشور کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ (دیکھئے بکس: پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور، عملدرآمد سکور بورڈ)

پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات کی کارکردگی

فروری 2008ء کے انتخابات کے نتیجے میں ملک میں جمہوریت کی بحالی کے بعد صدر آصف علی زرداری کی تجویز پر میثاق جمہوریت کا دائرہ کار بڑھاتے ہوئے پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات تشکیل دی گئی جس نے میثاق کی وسیع البنیاد تائید حاصل کی۔

28 مارچ 2008ء کو صدر آصف علی زرداری نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سپیکر قومی اسمبلی سے کہا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی کمیٹی تشکیل دیں جس میں تمام سیاسی جماعتوں اور ایوانوں میں آزاد گروپوں کے نمائندگان شامل ہوں اور جس کا مقصد میثاق جمہوریت کی روشنی میں آئین میں ترامیم تجویز کرنا ہو۔

صدر مملکت نے 9 اپریل 2009ء کو وزیراعظم کو ایک خط تحریر کیا جس میں حکومت سے اس ضمن میں مناسب اقدامات اٹھانے کے لئے کہا گیا۔ لہٰذا قومی اسمبلی نے 10 اپریل 2009ء کو اپنے اجلاس میں میثاق جمہوریت کی روشنی میں آئین میں ترامیم تجویز کرنے کے لئے کل جماعتی خصوصی کمیٹی تشکیل دینے کے لئے ایک تحریک منظور کی۔

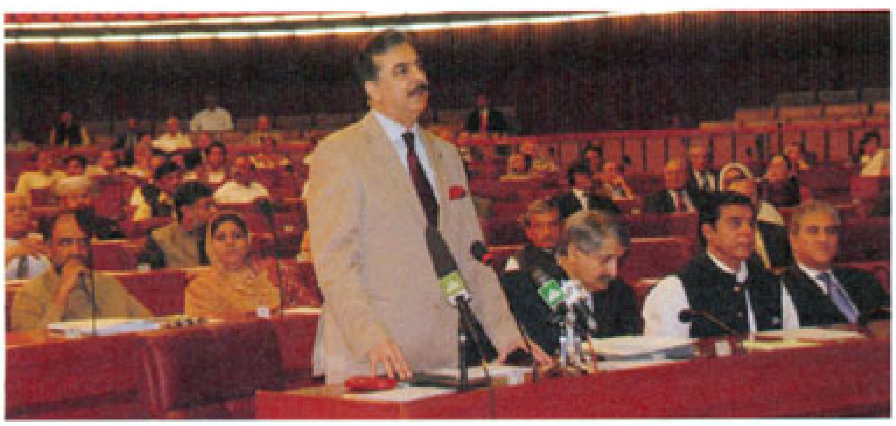
''پارلیمنٹ کی کل جماعتی خصوصی کمیٹی میثاق جمہوریت کے نفاذ اور میثاق جمہوریت کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے تمام ضروری اقدامات اٹھانے کے لئے غوروخوض اور آئینی اصلاحات اور دیگر قوانین کے ذریعے سفارشات کو حتمی شکل دے گی۔ اس ضمن میں ایوان سپیکر قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کی تشکیل اور اس کام کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے راہنما اصول مہیا کرنے کے لئے تمام پارلیمانی جماعتوں کے راہنماؤں سے مشاورت کا اختیار دیتا ہے۔''[7]

اس کے نتیجے میں 15 سیاسی جماعتوں پر مشتمل ایک 26 رکنی پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات تشکیل دی گئی جس میں عام انتخابات 2008ء کا بائیکاٹ کرنے والی پارٹیوں جماعت اسلامی، جمہوری وطن پارٹی، نیشنل پارٹی اور پختونخواہ ملی عوامی پارٹی کو ان کے سینیٹ میں موجود ارکان کے ذریعے نمائندگی دی گئی۔

کمیٹی میں ہر صوبے سے چھ ارکان، وفاقی دارالحکومت سے دو اور فاٹا سے ایک رکن کو شامل کیا گیا۔



صدر آصف علی زرداری نے ''میثاق جمہوریت'' کی روشنی میں آئین میں ترامیم تجویز کرنے کے لئے قومی اسمبلی پر پارلیمانی کمیٹی تشکیل دینے کے۔



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے آئینی اصلاحات کے لئے 26 رکنی پارلیمانی کمیٹی تشکیل دے دی۔

7۔ قومی اسمبلی کی کارروائی، 10 اپریل 2009ء www.na.gov.pk

پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات کے ارکان

نمبر شمار	رکن	پارٹی	نمبر شمار	رکن	پارٹی
1	سینیٹر میاں رضا ربانی	پی پی پی	14	سینیٹر افراسیاب خٹک	اے این پی
2	راجہ پرویز اشرف (ایم این اے) وفاقی وزیر پانی و بجلی	پی پی پی	15	سینیٹر حاجی محمد عدیل	اے این پی
			16	مولانا فضل الرحمان (ایم این اے)	جے یو آئی (ف)
3	سید نوید قمر (ایم این اے) وفاقی وزیر پٹرولیم و قدرتی وسائل	پی پی پی	17	سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ وزیر ہاؤسنگ و تعمیرات	جے یو آئی (ف)
4	سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان (ایم این اے) وفاقی وزیر قانون و انصاف، پارلیمانی امور	پی پی پی	18	سینیٹر جسٹس (ر) عبدالرزاق اے تھہیم وزیر بلدیات و دیہی ترقی	پی ایم ایل (ف)
5	سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی	پی پی پی	19	سینیٹر میر اسرار اللہ خان زہری وزیر پوسٹل سروسز	بی این پی (اے)
6	سینیٹر محمد اسحاق ڈار	پی ایم ایل (این)			
7	سردار مہتاب احمد خان (ایم این اے)	پی ایم ایل (این)	20	سینیٹر پروفیسر خورشید احمد	جے آئی پی
8	چوہدری احسن اقبال (ایم این اے)	پی ایم ایل (این)	21	سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک	این پی
9	سینیٹر وسیم سجاد، اپوزیشن لیڈر	پی ایم ایل (ق)	22	آفتاب احمد خان شیرپاؤ (ایم این اے)	پی پی پی (ش)
10	سینیٹر ایس ایم ظفر	پی ایم ایل (ق)	23	غلام مرتضیٰ جتوئی (ایم این اے)	این پی پی
11	ہمایوں سیف اللہ خاں، (ایم این اے)	پی ایم ایل (ق)	24	سینیٹر عبدالرحیم خاں مندوخیل	پی کے ایم اے پی
12	ڈاکٹر محمد فاروق ستار (ایم این اے) وزیر سمندر پار پاکستانیز	ایم کیو ایم	25	سینیٹر شاہد حسین بگٹی	جے ڈبلیو پی
			26	منیر خاں اورکزئی (ایم این اے)	آزاد (فاٹا)
13	سید حیدر عباس رضوی (ایم این اے)	ایم کیو ایم			

کمیٹی نے 25 جون 2009ء کو سینیٹر میاں رضا ربانی کو متفقہ طور پر اپنا چیئرمین منتخب کیا۔ آئینی اصلاحات کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی نے اتفاق رائے سے اپنا طریقہ کار طے کیا اور میثاقِ جمہوریت، 17ویں ترمیم اور صوبائی خودمختاری کے حوالہ سے عوام الناس، سول سوسائٹی، پاکستان بار کونسل اور صوبائی بار کونسلز سے ان کی آراء حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔[8]

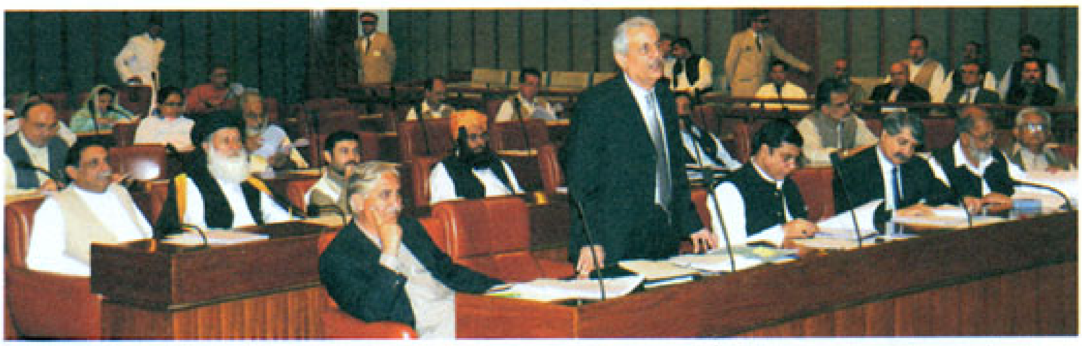
کمیٹی نے پریس کے ذریعے بھی عوام سے تجاویز اور ترامیم طلب کیں۔ اس عمل کے ذریعے کمیٹی کو کل 982 سفارشات اور ترامیم موصول ہوئیں۔ اجلاسوں کے دوران سینیٹ آف پاکستان میں متعارف کردہ آئین میں ترامیم سے متعلق بعض پرائیویٹ ممبرز بلز کا ایوان کی کمیٹی کو حوالہ بھی دیا گیا۔ اس قسم کی ترامیم کی کل تعداد 91 تھی۔

کمیٹی نے کل 77 اجلاس کئے اور ہر اجلاس اوسطاً 5 گھنٹے جاری رہا۔ اس طرح تقریباً 385 گھنٹے ان ترامیم پر غور و خوض کیا گیا جس کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی 102 شقوں میں ترامیم تجویز کی گئیں۔ گذشتہ 9 ماہ میں کمیٹی نے آئینِ پاکستان میں سے آمریت کی ڈالی ہوئی غلاظت صاف کرنے کیلئے آمرانہ ادوار میں متعارف کرائی گئی تمام متنازعہ شقوں کا جائزہ لیا۔ ایسا کرتے ہوئے میثاقِ جمہوریت ایک رہنما روشنی کے طور پر کمیٹی کے سامنے رہا۔

18ویں ترمیم: آئین کی تطہیر

4 اپریل 2010 کو قوم کو 1973ء کا آئین دینے والے شہید ذوالفقار علی بھٹو کی 31ویں برسی سے دو روز قبل پاکستان میں جمہوریت کی ایک اور تاریخی صبح طلوع ہوئی۔ پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات کے چیئرمین سینیٹر رضا ربانی نے 2 اپریل 2010ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اٹھارہواں ترمیمی بل پیش کرتے ہوئے کہا کہ "یہ تاریخی دن ہے اور میں خوش قسمت ہوں کہ پارلیمنٹ میں یہ تاریخی رپورٹ پیش کر رہا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں بدقسمت بھی ہوں کہ میری سیاسی رہنما جن کے ساتھ میں نے اپنا سیاسی سفر شروع کیا تھا، میرے ساتھ نہیں ہیں۔ میں یہ دن محترمہ بینظیر بھٹو شہید سے منسوب کرتا ہوں"۔[9]

آئینی اصلاحات کمیٹی نے 61 صفحات پر مشتمل دستاویز سابق وزیراعظم شہید محترمہ بینظیر بھٹو سے منسوب کی۔ رضا ربانی نے قانون سازوں کی پرزور تالیوں میں پارلیمنٹ میں مسودہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ "یہ امیدوں کا بل ہے، یہ عوام کی



وزیراعظم کے مشیر اور آئینی اصلاحات کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر میاں رضا ربانی 2 اپریل 2010ء کو سینٹ، پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں کمیٹی کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں۔

نجات کا بل ہے، یہ وفاقی پاکستان کا بل ہے، یہ صوبوں کے حقوق کی ضمانت کا بل ہے اور یہ بل پارلیمنٹ کی بالادستی کو یقینی بناتا ہے"۔[10] اٹھارہواں ترمیمی بل 1973ء کے آئین کی روشنی میں وزیراعظم کو بااختیار بنانے کے لئے ہے، یہ شراکتی وفاقی نظام کا تصور پیش کرتا ہے اور مستقبل میں فوجی بغاوتوں کی حوصلہ شکنی کے لئے نئے سیفٹی والوز تجویز کرتا ہے۔[11]

1973ء کے آئین میں آمرانہ ادوار میں پیدا کردہ بگاڑ کا قلع قمع کرتے ہوئے میاں رضا ربانی نے سینٹ اور قومی اسمبلی کو 102 ترامیم اور عوامی حکومت کو 11 سفارشات پیش کیں۔ پاکستان کے ایک ایک فرد کی نمائندگی کرنے والے پارلیمان کے ارکان کی خوشی دیدنی تھی کہ تالیاں تھمنے میں نہ آتی تھیں جب میاں رضا ربانی نے اعلان کیا کہ گزشتہ آمرانہ دور میں آئین میں شامل کئے گئے لیگل فریم ورک آرڈر 2002، ایل ایف او (ترمیمی) 2002ء اور ایل ایف او (دوسری ترمیم) 2002ء قانونی طور پر مجاز اتھارٹی کے بغیر جاری کئے گئے تھے اور ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں لہٰذا یہ منسوخ کئے جاتے ہیں اور آئین (17ویں ترمیم) ایکٹ 2003ء منسوخ کیا جاتا ہے۔

8۔ دی نیوز انٹرنیشنل، 26 جون 2009

9۔ ڈیلی ٹائمز، 3 اپریل 2010

10۔ ایضاً

11۔ ایضاً

اٹھارہویں ترمیم جمہوریت کیلئے پاکستانی قوم کی جدوجہد کو مانتے ہوئے اقرار کرتی ہے کہ پاکستان کے عوام نے ایک ایسی جمہوری وفاقی، اسلامی، پارلیمانی اور جدید ترقی پسند فلاحی ریاست کیلئے انتھک جدوجہد کی جہاں شہریوں کو حقوق حاصل ہوں اور وفاق میں صوبوں کا منصفانہ حصہ ہو۔

کمیٹی نے (اور بعدازاں پارلیمان نے) قرار دیا کہ ایل ایف او اور اس کے نتیجہ میں کی گئی ترامیم بغیر کسی قانونی اختیار کے جاری کی گئیں اور ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ سترہویں ترمیم منسوخ کر دی گئی ہے جبکہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں، اقلیتوں اور خواتین کے لئے مخصوص نشستوں کی تعداد میں اضافہ، ووٹر کی عمر کم کرنے اور مخلوط طرز انتخاب کو برقرار رکھا گیا ہے۔

کمیٹی نے وفاق اور صوبوں کے مابین تعلق سے متعلق آئین کی بعض شقوں میں ترامیم بھی تجویز کیں۔ ان ترامیم کا مقصد 1973ء کے آئینی سمجھوتہ میں بیان کردہ وفاقیت کے تصور کو مزید مستحکم کرنا ہے جو صوبائی خودمختاری کے ساتھ ساتھ 1973ء کے آئین کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔[12]

وفاقیت اور صوبائی خودمختاری کے سوالات پر کمیٹی نے 1973ء کے آئین کے آرٹیکل 153 کے بنیادی خیال کو آگے بڑھاتے ہوئے مشترکہ مفادات کونسل کے ذریعے وفاقی وسائل کی اجتماعی نگرانی اور تنازعات کے اجتماعی حل کا تصور دیا ہے جس سے وفاق کو مزید تقویت ملتی ہے۔[13]

8 اپریل 2010 کو قومی اسمبلی نے تاریخی 18ویں ترمیم پاس کی جس کا مقصد پاکستان میں حقیقی پارلیمانی نظام کو بحال کرنا تھا۔ اسمبلی میں حاضر تمام 292 ممبران نے پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات کی تجویز کردہ تمام آئینی ترامیم کو علیحدہ علیحدہ منظور کیا۔ ہر ترمیم کے حق میں ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد 255 سے 289 تک رہی جو کہ 342 نشستوں پر مشتمل ایوان کی دوتہائی اکثریت یعنی 228 ووٹوں سے کہیں زیادہ تھی۔

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے 1973 میں شہید ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں اصل آئین کی منظوری کے بعد ملکی آئین پر قوم کے وسیع تر اتفاق رائے پر اطمینان کا اظہار کیا اور اسے عوامی حکومت کی مفاہمت کی پالیسی کا ثمر قرار دیا۔ قائد حزب اختلاف نے شہید ذوالفقار علی بھٹو کی آئینی میراث قوم کو لوٹانے پر وزیراعظم اور پاکستان پیپلز پارٹی کو مبارکباد دی۔

12۔ سینیٹر میاں رضا ربانی کی طرف سے آئینی اصلاحات کے حوالے سے پیش کردہ پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ، اپریل 02-2010
13۔ ایضاً

سینیٹر میاں رضا ربانی: نئی آئینی میراث کے بارے میں چند افکار[14]



''مجھے دو حیثیتوں میں پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات میں شریک کیا گیا۔ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے میرا براہِ راست رابطہ قائدِ ایوان کے ساتھ رہا اور میں انتہائی اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کسی بھی مرحلہ پر وزیرِاعظم نے کمیٹی کے معاملات میں مداخلت نہیں کی نہ ہی ہمیں کبھی یہ کہا گیا کہ کمیٹی میں کون سے فیصلے کئے جائیں یا کمیٹی کو کس طرح سے چلایا جائے۔ کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔

میری دوسری حیثیت میں کمیٹی میں بطور پی پی پی ٹیم کے رکن شمولیت تھی۔ جہاں تک شریک چیئرپرسن پاکستان پیپلز پارٹی جناب آصف علی زرداری کا تعلق ہے ان کی طرف سے ٹیم کو مکمل طور پر آزادی دی گئی تھی۔ ظاہر ہے کمیٹی میں جانے سے پہلے پی پی پی نے ایک ورکنگ ڈرافٹ تیار کیا تھا اور اسے منظرِ عام پر بھی لایا گیا جس میں ہم نے آئینی ترامیم تجویز کی تھیں۔ جناب آصف علی زرداری کی طرف سے کوئی مداخلت نہیں کی گئی کہ کس طرح کمیٹی کو کام کرنا چاہیے یا یہ کہ اسے کس حد تک جانا چاہیے۔

1973ء کا آئین پاکستان کو ایک شراکتی طرز کا وفاق بنانے کا خواہاں تھا لیکن بدقسمتی سے بیچ میں آمریت آٹپکتی رہی جس نے اٹھا کر اسے ایک مرکزیت کا حامل وفاق بنا دیا۔ لہٰذا ہم نے شراکتی وفاقیت کے شعلہ کو از سرِ نو فروزاں کرنے اور وفاق اور صوبوں کے مابین وسائل کی اجتماعی شراکت داری کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ساتھ تنازعات کے حل کے مشترکہ نظام کو وضع کرنے کے لئے 1973ء کے آئین میں موجود تصورات کو تقویت دی ہے۔

ایک بات جس میں مَیں آپ کو شریک کرنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ ''اختلافی نوٹس'' کی بجائے ہم نے کمیٹی میں ''اعادہ نوٹس'' کو متعارف کرایا۔ ''اعادہ نوٹس'' یہ ہیں کہ جماعتیں کمیٹی کے اختیار کردہ متفقہ موقف پر متفق ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے اپنا موقف ترک کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہم نے اتفاقِ رائے کی خاطر اس موقف کی حمایت کی اور ہم اپنے حتمی مقصد کے حصول کیلئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اس طرح ہم توازن برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔

(کمیٹی میں) عمومی طور پر (ارکان کا) رویہ اور انداز پرسکون رہا۔ بلاشبہ انتہائی کشیدگی اور تعطل کے لمحات بھی آئے لیکن پھر تمام کمیٹی ارکان اپنی جماعتی وابستگیوں سے بالاتر ہوئے اور ہر ایک نے وسیع نکتہ نظر اپنایا کہ ہمارے مخصوص سیاسی حالات میں وفاق کے لئے کیا قابلِ عمل ہے۔ اس جذبے کے تحت اجلاس ہوئے۔ ایسے بھی مرحلے آئے جب پانچ پانچ روز بحث چلتی رہتی پہ نتیجہ نہ نکلتا۔ اس دوران پرسکون ماحول، تناؤ کے لمحات، جذباتی پن اور پھر تحمل کے مظاہرے کی ملی جلی کیفیت رہی۔ تاہم اس مرحلہ سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے بعد ہر ایک نے سکون اور اطمینان محسوس کیا۔''

14۔ ''It is feeling of great satisfaction'' سینیٹر میاں رضا ربانی کا خصوصی انٹرویو۔ دی نیوز، اتوار 04 اپریل 2010

اٹھارہویں ترمیم کی جھلکیاں

☆ مستقبل میں فوجی بغاوتوں کی پیش بندی کے لئے آرٹیکل 6 میں ترمیم۔

☆ آرٹیکل 58/2-b کی منسوخی اور اسمبلی تحلیل کرنے کا اندراج۔

☆ وزیرِاعظم کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد کامیاب ہونے کی صورت میں صدر قومی اسمبلی تحلیل کر سکتے ہیں۔

☆ کابینہ کے ارکان کی تعداد پارلیمنٹ کی مجموعی رکنیت کے 11 فیصد سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔

☆ گورنر اسی صوبہ کا رہائشی یا رجسٹرڈ ووٹر ہونا چاہیے۔ صدر وزیراعظم کے مشورہ پر اسے تعینات کرے گا۔

☆ صوبوں کو قانون کے تحت مقامی حکومت کا نظام قائم کرنا ہوگا اور سیاسی، انتظامی اور مالیاتی ذمہ داری اور اختیار منتخب نمائندوں کو نچلی سطح پر تفویض کرنا ہوگا۔

☆ وزیراعظم مشترکہ مفادات کی کونسل کا چیئر پرسن ہوگا جبکہ کونسل کے ارکان میں وزیراعلیٰ اور وفاقی حکومت سے تین ارکان شامل ہوں گے۔

☆ آرٹیکل 157 میں ترمیم کے مطابق وفاقی حکومت کسی صوبے میں پن بجلی گھروں کی تنصیب سے پہلے متعلقہ صوبائی حکومت سے لازمی مشورہ کرے گی۔

☆ وزیراعظم قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف کے مشورے سے پارلیمانی کمیٹی کی توثیق کے لئے چیف الیکشن کمشنر کے عہدے کے لئے 3 نام پیش کرے گا۔

☆ سپریم کورٹ، ہائی کورٹس، وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی تعیناتی شفاف بنانے کیلئے آرٹیکل 175(a) کا اضافہ۔

☆ آرٹیکل 243 میں تبدیلی کے ذریعے مسلح افواج کا کمانڈ اینڈ کنٹرول وفاقی حکومت کے پاس ہوگا جبکہ صدرِ مملکت مسلح افواج کے سپریم کمانڈر رہیں گے۔

☆ صدرِ مملکت وزیرِاعظم کے مشورہ سے چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی، چیف آف آرمی سٹاف، چیف آف نیول سٹاف، چیف آف ائیر سٹاف کی تعیناتی کریں گے۔

☆ شمال مغربی سرحدی صوبہ کا نام تبدیل کر کے ''خیبر پختونخواہ'' رکھا جائے گا۔

☆ ریاست 5 سے 16 سال کی درمیانی عمر کے بچوں کو مفت لازمی تعلیم مہیا کرے گی۔

☆ دفعہ 1 میں ترامیم کے مطابق بلوچستان Baluchistan کی جگہ Balochistan، اور سندھ Sind کی جگہ Sindh ہوگا۔

☆ غیر ملکی شہریت حاصل کرنے والے افراد کو پارلیمنٹ کے الیکشن میں حصہ لینے سے روکنے کی دفعہ کی شمولیت۔

☆ آئین کے تحت تمام انتخابات ماسوائے وزیراعظم اور وزیراعلیٰ خفیہ ووٹ کے ذریعے ہوں گے۔

آئینی اصلاحات کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی کی حکومت کیلئے 11 سفارشات

آئینی اصلاحات کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی نے عوامی حکومت کے غور اور عملدرآمد کے لئے درج ذیل سفارشات پیش کیں:۔

سفارش نمبر 1: وفاقی حکومت وزارت دفاع کے ذریعے فاٹا سمیت تمام صوبوں کو مسلح افواج میں بھرتی کے لئے یکساں مواقع فراہم کرے گی تا کہ مسلح افواج کی ریکروٹمنٹ کی پالیسی میں ہم آہنگی کو یقینی بنایا جاسکے۔

سفارش نمبر 2: حکومت عوامی نمائندگی ایکٹ 1976ء میں ٹرائل مکمل کرنے کے لئے ٹریبونل کیلئے 90 ایام کا عرصہ متعین کرسکتی ہے جبکہ تاخیر کی صورت میں فریقین کو جرمانہ کیا جائے۔

سفارش نمبر 3: آرٹیکل 247۔ حکومت فاٹا میں صدر کی طرف سے اعلان کردہ اصلاحات پر عملدرآمد کے لئے فوری اقدامات اٹھائے خصوصاً فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن میں بنیادی تبدیلیوں اور اس علاقہ میں قومی سیاسی جماعتوں کی سرگرمیوں کی اجازت دی جائے۔ حکومت قبائلی علاقوں کی انتظامیہ کے حوالہ سے جاری مشاورت میں دیگر متعلقہ جماعتوں کو بھی شامل کرسکتی ہے۔

سفارش نمبر 4: آرٹیکل نمبر 9۔ حکومت کو "فرد کی سلامتی" کے حوالہ سے مناسب قوانین وضع کرنے چاہیں۔

سفارش نمبر 5: آرٹیکل نمبر 192۔ جج تعینات کرنے والی اتھارٹی کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اسلام آباد ہائی کورٹ کے ججوں کی تعیناتی میں تمام صوبوں اور اسلام آباد سے ججوں کو شامل کرنا چاہیے۔

سفارش نمبر 6:۔ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ وفاقی سیکرٹری خزانہ کو آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی حیثیت سے تعینات نہ کیا جائے۔

سفارش نمبر 7: کنکرنٹ قانون ساز فہرست (چوتھا شیڈول) حکومت کو کنکرنٹ لسٹ کے خاتمہ کے نتیجہ میں انتقال اختیارات کے عمل کے لئے عملدرآمدی کمیشن تشکیل دینا چاہیے۔

سفارش نمبر 8: آرٹیکل (1)161۔ حکومت، صوبوں میں پانی کے استعمال کے انفراسٹرکچر جہاں یہ موجود نہیں ہے، تیزی سے فراہم کرے۔

سفارش نمبر 9: وفاقی قانون ساز فہرست کا آئٹم نمبر 11۔ کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ آئینی اصلاحات پیکیج میں صوبوں کو اہم اختیارات اور ذمہ داریوں کی منتقلی کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن، صوبائی پبلک سروس کمیشن اور متعلقہ سروسز کے درمیان کام کی تقسیم کے لئے دائرہ کار اور طریقہ کار کو از سر نو مرتب کیا جائے اور سروسز کو دوبارہ منظم کیا جائے تا کہ صوبائی خودمختاری اور بہتر اسلوب حکمرانی کو یقینی بنایا جاسکے۔ یہ بھی سفارش کی جاتی ہے کہ ان اصلاحات کے سلسلہ میں سروسز کو مناسب طور پر مقامی بنانے کے لئے بھی کام کیا جانا چاہیے۔

سفارش نمبر 10: کمیٹی نے سفارش کی کہ اسلام آباد ہائی کورٹ کو 50 لاکھ روپے یا اس سے زائد یا ایسی کوئی رقم جس کا ایکٹ آف پارلیمنٹ میں تعین کیا جائے، کی مالیت کے مقدمات میں اصل دیوانی دائرہ اختیار دیا جائے۔

سفارش نمبر 11: بلوچستان کے صوبہ میں بلوچ، پختون اور تمام کمیونٹیز میں ہم آہنگی، استحکام اور خیر سگالی کے فروغ کے لئے کمیٹی نے سفارش کی کہ باہمی بات چیت اور اتفاق رائے سے ڈھانچہ جاتی مسائل حل ہونے تک تمام شعبہ ہائے زندگی میں مساوات برقرار رکھی جائے۔ مزید سفارش کی گئی کہ:

1۔ وفاقی حکومت صوبے میں آئینی عہدوں پر تعیناتیوں میں پیروی کی جانے والی روایات کو مدنظر رکھے گی۔

2۔ صوبائی حکومت زونل ایمپلائمنٹ سکیم کی پیروی اور نفاذ کی سختی سے پیروی کرے گی۔

3۔ صوبے میں ترقیاتی فنڈز کی تخصیص اس انداز سے کی جائے گی کہ علاقائی تفاوت اور پسماندگی کو ترجیح ملے۔

میثاقِ جمہوریت سکور بورڈ 10-2008

آئینی ترامیم (تکمیل ہوگئی)	اداروں کی تشکیل	قوانین اور ضابطہ بندی	دیگر بحالی/ایڈمنسٹریٹو اقدامات/پالیسیاں	ضابطہ اخلاق
✓ آئین کی 12 اکتوبر 1999 کی سطح پر بحالی (تکمیل ہوگئی)	• میثاق و مصالحت کمیشن	✓ 58 (2) بی جیسی متنازعہ اسامیات (خصوصی شقیں) ختم (تکمیل ہوگئی)	✓ بیرونی پالیسی کمیشن (تکمیل ہوگئی)	✓ انتخابی مینڈیٹ کا احترام/اپوزیشن کا مناسب کردار (تکمیل ہوگئی)
✓ ججوں کی تعیناتی کا نیا طریقہ کار (تکمیل ہوگئی)	• کارگل کے بارے میں کمیشن	✓ صوبوں کے درمیان اتفاق رائے/مالیاتی تقسیم (تکمیل ہوگئی)	✓ دفاعی بجٹ پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا (تکمیل ہوگئی)	✓ فوجی حکومت یا فوجی پشت پناہی سے بننے والی حکومت کا حصہ نہ بنا (تکمیل ہوگئی)
• وفاقی آئینی عدالت کی تشکیل	• قومی جمہوری کمیشن	✓ قومی سلامتی کونسل کا خاتمہ (تکمیل ہوگئی)	✓ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا سربراہ اپوزیشن سے ہوگا (تکمیل ہوگئی)	✓ کرپشن اور فلور کراسنگ کی روک تھام۔ ہدایت (تکمیل ہوگئی)
✓ کنکرنٹ لسٹ کا خاتمہ (تکمیل ہوگئی)	• آزاد احتساب کمیشن	✓ وزیر اعظم کے لئے تیسری مدت پر پابندی کا خاتمہ (تکمیل ہوگئی)	✓ غریب دوست پالیسیاں/شہریوں کی بہتری کی حامل کورس (تکمیل ہو رہی ہے)	
✓ چیف الیکشن کمشنر کی تعیناتی کا نیا طریقہ۔ ✓ آزاد اور خود مختار الیکشن کمیشن (تکمیل ہوگئی)	• داخلی سلامتی پالیسیوں کی قانونی حیثیت کا جائزہ بالخصوص اکتوبر 1999، سے فوجی، شہری اور زمینی الاٹمنٹس	• پارلیمانی مباحثہ اور عوامی چھان بین کے بعد اطلاعات تک رسائی کا قانون (کام جاری ہے)	✓ خواتین اور اقلیتوں کے لئے یکساں مواقع (تکمیل ہو رہی ہے)	
• 58 (2) بی/ایل ایف او کے ساتھ ترامیم		✓ کابینہ کی دفاعی کمیٹی کے تحت نیوکلیئر کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم (تکمیل ہوگئی)	بھارت اور افغانستان کے ساتھ پرامن تعلقات، اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کا حل (تکمیل ہوگئی)	
✓ سروسز چیفس کی تعیناتی (تکمیل ہوگئی)		✓ گریجویشن کی شرط ختم کی جائے (تکمیل ہوگئی)	• تمام فوجی اور جوڈیشل افسران اپنی سالانہ آمدنی اور اثاثوں کا اعلان کریں۔	
✓ سینیٹ بارے اصلاحات		• آئی ایس آئی، ایم آئی اور دیگر سیکورٹی ادارے منتخب حکومت کو جوابدہ ہوں گے	✓ دہشت گردی اور شدت پسندی کا بھرپور مقابلہ (تکمیل ہو رہی ہے)	
		• وفاق اور صوبائی حکومتوں کے رولز آف بزنس پر نظر ثانی تاکہ انہیں پارلیمانی طرز حکومت سے ہم آہنگ کیا جا سکے	✓ انتخابات میں یکساں مواقع کی فراہمی۔ کوئی سیاسی قیدی نہیں۔ (تکمیل ہوگئی)	
		✓ حاصل کردہ ووٹوں کی بنیاد پر خواتین کی نشستیں (تکمیل ہوگئی)	✓ آزادی صحافت (تکمیل ہو رہی ہے)	
		• احتساب کا نیا نظام/نیب کی منسوخی سے قانون (کام جاری ہے)		
پرفارمنس چیک: 18ویں ترمیم منشور کا حصہ بن چکی ہے اور وسیع مشاورت سے عمل کیا گیا ہے جو عوامی رائے سے نہیں بلکہ آمریت کی چال سے آئین میں داخل کیا گیا۔	پرفارمنس چیک:	پرفارمنس چیک: 11 میں سے 7 وعدے پورے کر دیے گئے ہیں۔	پرفارمنس چیک: متعدد اقدامات اٹھائے جا چکے ہیں تاہم غریب دوست پالیسیاں، خواتین، اقلیتوں کے لئے یکساں مواقع جیسے اقدامات کے متقاضی ہیں۔	پرفارمنس چیک:
سکور 9 میں سے 7	سکور قبل از وقت ہوگا۔	سکور 11 میں سے 7	سکور 10 میں سے 9	سکور 3 میں سے 3

پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور 2008 پر عملدرآمد کا سکور کارڈ 2008-2010

نمبر شمار	شعبہ	عہد	حاصل عمل حکمت عملی
1	اقتصادی نمو اور غربت کا خاتمہ	☆ نیا معاشی قرضہ حکمت عملی (پالیسی) ☆ افراط زر کو کم کرنا ☆ وفاقی ٹیکس کا نظام ☆ بے روزگاری کا خاتمہ ☆ بنیادی غربت پروگرام ☆ مستقل مزدور حکمت عملی (پالیسی) ☆ نجی شعبہ بحیثیت شراکت دار ☆ زرعی شعبے کی ترقی کو تیز کرنا ☆ پانی کے تحفظ کو یقینی بنانا ☆ ماہی گیری ☆ سیاحتی (ترقی) [illegible]	☆ آئی ایم ایف قرضہ پروگرام ☆ اگست 2008 میں افراط زر [illegible] 25 [illegible] 2009 تک 10.5 [illegible] ☆ نئی لیبر حکمت عملی (پالیسی) ☆ چھوٹے ڈیموں کی تعمیر ☆ [illegible] ☆ [illegible] ☆ ایران پاکستان گیس پائپ لائن ☆ بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) ☆ بینظیر [illegible] (BESOS) ☆ [illegible] سکیم ☆ کسانوں کے لئے [illegible] ☆ [illegible] 2008 ☆ صنعتی تعلقات آرڈیننس کا خاتمہ ☆ [illegible] 2008 ☆ [illegible] 2010 ☆ [illegible] 2010 ☆ [illegible] 2009 ☆ [illegible] ☆ زرعی [illegible] 2008 ☆ پاکستان [illegible] 2009 ☆ [illegible] 6000 [illegible] ☆ [illegible] ☆ [illegible] ☆ [illegible]
2	تعلیم	☆ آفاقی ابتدائی تعلیم ☆ اعلیٰ تعلیم ☆ مدرسہ اصلاحات ☆ طلبا یونینز	☆ نئی تعلیمی پالیسی ☆ [illegible] پروگرام [illegible] ☆ طلبا یونین پر پابندی کا خاتمہ ☆ [illegible] 2010
3	صحت، انسانی آبادکاریاں اور مکانات	☆ لیڈی ہیلتھ ورکرز (ایل ایچ ڈبلیو) پروگرام ☆ ماں اور بچے کی صحت [illegible] ☆ ادویات پالیسی اصلاحات	☆ لیڈی ہیلتھ ورکرز پروگرام میں توسیع ☆ [illegible] ☆ ادویات پالیسی اصلاحات ☆ [illegible] 2009 ☆ وزیر اعظم کی ہاؤسنگ سکیم ☆ [illegible]
4	خواتین کو اختیارات دینا	☆ خواتین کا روزگار ☆ سرکاری ملازمتوں میں خواتین کا کوٹہ ☆ قانون سازی [illegible] خواتین	☆ لیڈی ہیلتھ ورکرز پروگرام [illegible] ☆ [illegible] ☆ ادویات پالیسی اصلاحات ☆ [illegible] 2009 ☆ وزیر اعظم کی ہاؤسنگ سکیم ☆ [illegible] ☆ [illegible]
5	اطلاعات و میڈیا	☆ پریس کی آزادی ☆ پریس شکایات کمیشن ☆ [illegible] میڈیا کی ترقی	☆ [illegible] کی ترقی ☆ [illegible] 2007 کا خاتمہ ☆ غیر معمولی میڈیا کی آزادی [illegible] ☆ [illegible]
6	سائنس و ٹیکنالوجی		☆ [illegible] 2010 ☆ [illegible] 2009 ☆ پاکستان انجینئرنگ کونسل (ترمیم) ایکٹ 2009 ☆ [illegible] 2009 [illegible] [illegible] 2009
7	ماحولیات	☆ [illegible] پالیسیاں ☆ قدرتی آفات [illegible]	☆ [illegible] 2008 [illegible] 2009 ☆ قومی آفات [illegible] کا قیام
8	امور مملکت	☆ [illegible] جمہوریت ☆ [illegible] ☆ [illegible] ☆ سول سروس اصلاحات ☆ پولیس اصلاحات ☆ جیل اصلاحات ☆ قانون کی بالادستی ☆ عدالتی اصلاحات ☆ [illegible] اصلاحات	☆ [illegible] ☆ [illegible] 2009 ☆ [illegible] ☆ [illegible] 2009 ☆ 2010 [illegible] ☆ [illegible] ☆ 2008 [illegible] ☆ [illegible] 2009 ☆ آئینی اصلاحاتی کمیٹی ☆ [illegible]
9	خارجہ پالیسی	☆ کشمیر ☆ بھارت کے ساتھ تعلقات ☆ افغانستان ☆ دہشت گردی ☆ [illegible]	☆ [illegible] ☆ [illegible] ☆ [illegible] پاکستان کے دوست ☆ دہشت گردی کے خلاف [illegible] ☆ [illegible] 2009

14 مئی 2006ء کو دستخط کردہ میثاقِ جمہوریت کا متن

پاکستان کے منتخب رہنماؤں کی حیثیت سے ہم نے اپنے وطن عزیز کو درپیش سیاسی بحران، اس کے وجود کو لاحق سنگین خطرات، وفاق کی وحدت کے انتشار، تمام ریاستی اداروں پر فوج کے تسلط، سول سوسائٹی کی تباہی، آئین کی پامالی، دستوری اداروں کی بربادی، بڑھتی ہوئی غربت، بے روزگاری، عدم مساوات، معاشرے میں بڑھتے ہوئے وحشیانہ جرائم، قانون کی حکمرانی کے خاتمہ اور فوجی آمریت کے تلے پسنے والے عوام کی ان بے پناہ مشکلات اور مصائب پر بڑی تفصیل کے ساتھ تبادلہ خیال کیا جس نے ہمارے پیارے وطن کو مکمل تباہی کے دہانے پر دھکیل دیا ہے۔

فوجی آمریت کی موجودگی میں ہماری قوم کو انتہائی تلخ اور تباہ کن تجربات ہوئے ہیں اور جیسے فوجی آمریت کے تحت ملک کی تقدیر اور اس کے مستقبل سے کھیلتے ہوئے ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے جن کے نتیجے میں ہمارے عوام کی ترقی اور جمہوریت کی پیش رفت کو سخت دھچکا پہنچا ہے۔ منصب سے برطرفی کے بعد بھی وہ عوام کے مینڈیٹ اور عوام کی آزادانہ رائے کو مسلسل پامال کرتے رہے۔ تاریخ ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ فوجی آمریت اور قوم ایک ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ فوجی مداخلت نہ صرف ملک کی معیشت کو بری طرح متاثر کرتی ہے اور جمہوری اداروں کی تباہی کا باعث ہوتی ہے بلکہ اس سے ملک کی دفاعی صلاحیتوں اور یکجہتی کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ ہماری قوم کو ایک ایسی نئی اور مختلف سمت میں سفر کرنا ہوگا جو "بوناپارٹ ازم" کی عسکری اور وردی پوش آمریت سے قطعی طور پر الگ اور مختلف ہو۔

باہمی گفت وشنید اور تبادلہ خیال کے دوران اس موضوع پر بھی سنجیدگی کے ساتھ غور وخوض کیا گیا کہ عوام کے منتخب نمائندوں کے خلاف بالخصوص اور عام شہریوں کے خلاف بالعموم کردار کشی اور انہیں بدنام کرنے کی باقاعدہ مہم چلائی جا رہی ہے۔ احتساب کے نام پر ڈریکولائی قانون کے تحت سیاسی لیڈروں اور کارکنوں کے خلاف انتقامی کارروائی اور میڈیا ٹرائل کا ڈرامہ رچایا جا رہا ہے تاکہ ملک کی نمائندہ سیاسی جماعتوں کو تقسیم اور ختم کر دیا جائے اور اس طرح فوجی حکمرانی کو طول دینے کی غرض سے ایک اور واحد کنگ پارٹی کے قیام کو ممکن بنایا جا سکے۔

ملک کے منتخب نمائندوں کی حیثیت سے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے ملک کیلئے ایک متبادل سمت کا تعین کریں اور اسے موجودہ صورتحال سے نجات دلا کر ایک پائیدار اور دیرپا معاشی نظام قائم کرتے ہوئے ایک ایسے ترقی پسند معاشرے کی بنیاد رکھیں جو سیاسی اعتبار سے مکمل طور پر جمہوری اور متنوع ہو، وفاقی طور پر شراکتی، نظریاتی اعتبار سے تحمل پسند، بین الاقوامی عزت واحترام اور علاقائی امن پر یقین رکھتا ہو اور جو پاکستانی عوام کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر ہمیشہ کے لئے فیصلہ صادر کرے کہ صرف اور صرف عوام ہی اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے حکومت کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں جس کا تصور اعلیٰ پائے کے جمہوریت پسند بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح نے پیش کیا تھا۔

ہم مکمل جمہوریت کی بحالی اور بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ بنیادی حقوق، ایک فعال اور مؤثر حزب اختلاف کے قیام، سیاسی جماعتوں کی داخلی جمہوریت، نظریاتی اور سیاسی تحمل و رواداری، طاقتور کمیٹی سسٹم کے ذریعے پارلیمنٹ کی غیر جانبدارانہ کارگزاری کو یقینی بنانے، ایک ایسے شراکتی وفاقی نظام کی تشکیل جس میں وفاق کی کسی اکائی سے امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے، نچلی سطح تک اقتدار اور اختیارات کی منتقلی، زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری، بنیادی سطح پر عوام کو اختیارات کی منتقلی، غربت، جہالت، بیماریوں سے نجات، خواتین اور اقلیتوں کی فلاح، کلاشنکوف کلچر کا خاتمہ، آزاد اور خود مختار میڈیا کے قیام، آزاد عدلیہ، غیر جانبدار سول سروس، قانون اور میرٹ کی حکمرانی، ہمسایوں سے تنازعات کے پرامن تصفیہ، بین الاقوامی معاہدوں، قوانین اور خود مختار ضمانتوں کا احترام کرنے کے عہد کی تجدید کرتے ہیں تاکہ عالمی برادری میں ہمارے ملک اور قوم کو ایک ایسی مہذب اور ذمہ دارانہ حیثیت حاصل ہو سکے جس کی خارجہ پالیسی اس کے قومی مفادات کی ترجمان ہو۔

ہم پاکستان کے عوام پر زور دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر مادر وطن کو فوجی آمریت کے شکنجوں سے بچانے اور اپنے بنیادی، معاشرتی، سماجی، سیاسی اور معاشی حقوق کے دفاع اور تحفظ نیز ایک جمہوری، وفاقی، جدید اور ترقی پسند پاکستان کی تعمیر کے لئے ہمارا ساتھ دیں جس کا خواب بانیٔ پاکستان نے دیکھا تھا اور جس کیلئے ہم نے یہ میثاق جمہوریت وضع کیا ہے۔

(الف)۔ آئینی ترامیم

1۔ 1973ء کا آئین مخلوط طرز انتخاب، پارلیمنٹ میں کلوزڈ پارٹی لسٹ پر اقلیتوں اور خواتین کی نشستوں، ووٹ ڈالنے کی عمر میں کمی، پارلیمنٹ میں نشستوں میں اضافہ کی شقوں کے ساتھ فوجی بغاوت سے پہلے 12 اکتوبر 1999ء کی پوزیشن پر بحال کیا جائے گا لہٰذا لیگل فریم ورک آرڈر 2002ء اور 17 ویں آئینی ترمیم کو منسوخ کیا جائے گا۔

2۔ گورنرز، تینوں سروسز چیفس اور چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کی تقرری 1973ء کے آئین کے مطابق چیف ایگزیکٹو کرے گا جو وزیر اعظم ہے۔

3۔ اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تعیناتی کیلئے سفارشات ایک کمیشن کے ذریعے تشکیل دی جائیں گی جو مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ہوگا۔

i۔ چیئرمین ایسا چیف جسٹس ہوگا جس نے پہلے کبھی پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھایا ہو۔

ii۔ کمیشن کے ارکان میں پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے صوبائی ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان یا بصورت دیگر اس ہائی کورٹ کا سینئر ترین جج ہوگا جس نے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھایا ہو۔

iii۔ پاکستان بار کونسل کا وائس چیئرمین اور اپنے متعلقہ صوبے کے ججوں کی تعیناتی کے حوالے سے صوبائی بار ایسوسی ایشن کا وائس چیئرمین

iv۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کا صدر

v۔ اپنے متعلقہ صوبے کے ججوں کی تعیناتی کے حوالے سے کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ کی ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشنز کے صدور

vi۔ وفاقی وزیر قانون وانصاف

vii۔ اٹارنی جنرل آف پاکستان

(الف۔i) یہ کمیشن وزیراعظم کو ہر خالی آسامی کیلئے 3 ناموں کا پینل بھجوائے گا جو شفاف عوامی سماعت کے عمل کے ذریعے نامزدگی کی توثیق کیلئے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو ایک نام بھجوائے گا۔

(الف۔ii) مشترکہ پارلیمانی کمیٹی میں 50 فیصد ارکان حکومتی بنچوں اور 50 فیصد ارکان پارلیمنٹ میں ارکان کی تعداد کی بنا پر اپوزیشن جماعتوں سے ہوں گے جن کی نامزدگی متعلقہ پارلیمانی رہنما کریں گے۔

(ب) کوئی جج کسی عبوری آئینی حکم یا 1973ء کے آئین میں درج اصل حلف کی ہو بہو زبان سے متصادم کوئی دوسرا حلف نہیں اٹھائے گا۔

(ج) ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی سے روکنے، ضابطہ اخلاق پر عمل درآمد اور ایسے الزامات کے تحت ججوں کی برطرفی جو ججوں کی تعیناتی کے لئے مجوزہ کمیشن کے ذریعے کوئی شہری علم میں لایا ہو، کے لئے ایک انتظامی طریقہ کار وضع کیا جائے گا۔

(د) انسداد دہشت گردی اور احتساب عدالتوں سمیت تمام خصوصی عدالتیں ختم کر دی جائیں گی اور ایسے مقدمات کی سماعت عام عدالتوں میں کی جائے گی۔ ایسے قواعد و ضوابط کا مجموعہ مرتب کیا جائے گا جس سے چیف جسٹس صاحبان کی مختلف ججوں کو مقدمات سونپنے اور مختلف بنچوں میں سماعت کے لئے انہیں بھجوانے کے من مانے اختیار کو چیف جسٹس اور دو سینئر ترین ججوں کے ساتھ مل کر بروئے کار لایا جائے۔

4۔ آئینی مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک وفاقی آئینی عدالت قائم کی جائے گی جس میں وفاق کی ہر اکائی سے مساوی نمائندگی ہوگی۔ جس کے ارکین جج یا سپریم کورٹ کے جج بننے کے معیار کے مساوی افراد ہوں گے۔ یہ تشکیل 6 سال کی مدت کے لئے ہوگی۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس دیوانی اور فوجداری مقدمات کی باقاعدگی سے سماعت کریں گی۔ ججوں کی تعیناتی اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی طرح ہی ہوگی۔

5۔ آئین میں موجود کنکرنٹ لسٹ ختم کر دی جائے گی، نئے این ایف سی ایوارڈ کا اعلان کیا جائے گا۔

6۔ خواتین کے لئے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں مخصوص نشستیں عام انتخابات میں ہر پارٹی کو ملنے والے ووٹوں کی تعداد کی بنیاد پر دی جائیں گی۔

7۔ سینٹ آف پاکستان کی مجموعی تعداد ایوان بالا میں اقلیتوں کی نمائندگی کے ساتھ بڑھائی جائے گی۔

8۔ فاٹا کو این ڈبلیو ایف پی میں ان کے ساتھ مشاورت سے شامل کیا جائے گا۔

9۔ شمالی علاقہ جات کو خصوصی حیثیت دے کر ترقی دی جائے گی اور شمالی علاقوں کے عوام کو انصاف اور انسانی حقوق تک رسائی مہیا کرنے کے لئے شمالی علاقہ جات قانون ساز کونسل کو مزید بااختیار بنایا جائے گا۔

10۔ بلدیاتی انتخابات صوبائی الیکشن کمیشنز کے ذریعے جماعتی بنیاد پر کرائے جائیں گے اور انہیں زیادہ خود مختار اور متعلقہ اسمبلیوں اور عام عدالتوں کے ذریعے عوام کے سامنے جوابدہ بنانے کے لئے بلدیاتی اداروں کو آئینی تحفظ دیا جائے گا۔

(ب)۔ ضابطہ اخلاق

11۔ قومی سلامتی کونسل کو ختم کر دیا جائے گا۔ وزیراعظم کی سربراہی میں کابینہ کمیٹی برائے دفاع ہوگی اور اس کا مستقل سیکرٹریٹ ہوگا۔ وزیراعظم ایک وفاقی سلامتی کا مشیر بھی تعینات کر سکتے ہیں جو وزیراعظم کے لئے انٹیلی جنس کی رپورٹس کو مرتب کرے گا۔ دو عشرے قبل تشکیل دیے جانے والے اعلیٰ دفاعی اور سلامتی کے ڈھانچے پر نظرثانی کی جائے گی۔ جائنٹ سروسز کمانڈ کے ڈھانچے کو تقویت دی جائے گی، اس کو زیادہ موثر بنایا جائے گا اور قانون کے مطابق تینوں افواج سے باری باری اس کی سربراہی عمل میں آئے گی۔

12۔ تیسری مدت کے لئے وزیراعظم بننے کی پابندی ختم کر دی جائے گی۔

13 (الف)۔ حقائق اور مفاہمت کمیشن تشکیل دیا جائے گا جو تشدد، قید، ریاستی جبر کا نشانہ بنانے کے لئے کی گئی قانون سازی اور سیاسی بنیادوں پر کئے گئے احتساب کے متاثرین کا اقرار کرے گا۔ کمیشن 1996ء سے فوجی بغاوتوں اور سول حکومتوں کی برطرفیوں کے بارے میں جائزہ اور اپنی تحقیقات پر مبنی رپورٹ مرتب کرے گا۔

(ب)۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور انصاف کی پامالی کے ذریعے نیب اہلکاروں کی طرف سے منصب کے غلط استعمال کی نشاندہی اور جوابدہی کے لئے نیب اور دیگر احتساب اداروں کا مواخذہ۔

(ج)۔ سیاست زدہ نیب کی جگہ ایک آزاد احتساب کمیشن قائم کیا جائے گا جس کا چیئرمین اپوزیشن لیڈر کی مشاورت سے وزیراعظم نامزد کرے گا اور مشترکہ پارلیمانی کمیٹی اس کی توثیق کرے گی جس میں حکومتی بنچوں سے 50 فیصد اور شفاف عوامی سماعت کے ذریعے ججوں کی تعیناتی کے طریقہ کار کی طرح اپوزیشن جماعتوں سے بقیہ 50 فیصد ارکان شامل ہوں گے۔ توثیق یافتہ نامزد چیئرمین میں سیاسی غیر جانبداری، عدالتی اخلاقی طرز عمل، اپنے فیصلوں کے ذریعے میانہ روی کے اظہار اور سمجھوتہ نہ کرنے کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

14۔ پریس اور الیکٹرانک میڈیا کو آزادی دی جائے گی، پارلیمانی مباحثے اور عوامی چھان بین کے بعد اطلاعات تک رسائی ایک قانون بن جائے گی۔

15۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا چیئرمین متعلقہ اسمبلیوں میں اپوزیشن رہنما کو مقرر کیا جائے گا۔

16۔ دفاعی کابینہ کمیٹی کے تحت موثر جوہری کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم قائم کیا جائے گا تاکہ کسی قسم کی لیکج یا پھیلاؤ کے امکان سے بچا جا سکے۔

17۔ بھارت اور افغانستان کے ساتھ پرامن تعلقات کو متنازعہ تصفیہ طلب معاملات کے تعصب کے بغیر استوار کیا جائے گا۔

18۔ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور جموں، کشمیر کے عوام کی خواہشات کے مطابق طے ہونا چاہیے۔

19۔ معیاری سماجی خدمات جیسا کہ تعلیم، صحت، روزگار کے مواقع میں اضافہ، مہنگائی میں کمی، غیر قانونی، نامطلوب رجحانات، سول اور فوجی اداروں پر پرتعیش مصارف کی روک تھام کے ذریعے عام شہری کی مدد

کے لئے طرز حکمرانی کو بہتر بنایا جائے گا کیونکہ بے جا مصارف اور تعیشات سے غالب اکثریت کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ ہم ہر سطح پر سادگی اور کفایت شعاری کے فروغ اور اس پر عمل کا عہد کرتے ہیں۔

20۔ خواتین، اقلیتوں اور غیر مراعات یافتہ طبقوں کو تمام شعبہ ہائے زندگی میں یکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

21۔ ہم نمائندہ حکومتوں کے انتخابی مینڈیٹ کا احترام کریں گے اور یہ کہ حزب اختلاف کے جائز کردار کو تسلیم کریں گی اور غیر آئینی طریقوں کے ذریعے ایک دوسرے کو کمزور نہیں کیا جائے گا۔

22۔ ہم کسی فوجی حکومت یا کسی فوجی پشت پناہی سے بننے والی حکومت کا حصہ نہیں بنیں گے۔ کوئی جماعت اقتدار میں آنے یا کسی جمہوری حکومت کو اقتدار سے ہٹانے کے لئے فوج کی معاونت طلب نہیں کرے گی۔

23۔ کرپشن اور سیاسی وفاداری کی تبدیلی کی روک تھام کے لئے سینٹ کے لئے تمام ووٹ اور بالواسطہ نشستوں پر انتخاب قابل شناخت ظاہری ووٹوں کے ذریعے ہوں گے۔ رائے شماری میں پارٹی نظم و ضبط کی خلاف ورزی کرنے والے کی نااہلی کے لئے پارلیمانی پارٹی کے راہنما کی طرف سے متعلقہ سپیکر یا چیئرمین سینٹ کو خط بھجوایا جائے گا جس کی نقل الیکشن کمیشن کو خط کی وصولی کے 14 روز کے اندر نوٹیفیکیشن کے اجراء کے لئے بھجوائی جائے گی۔ بصورت دیگر اس مدت کی تکمیل پر متعلقہ فرد خود بخود نااہل قرار پا جائے گا۔

24۔ تمام فوجی اور عدالتی افسران کو عوام کے سامنے جوابدہ بنانے کے لئے ارکان پارلیمنٹ کی طرح اپنے سالانہ اثاثے اور آمدن کے گوشوارے جمع کرانے ہوں گے۔

25۔ ملک میں جمہوری کلچر کے فروغ اور شفاف انداز میں پارلیمنٹ میں نشستوں کی بنیاد پر استعداد کار بڑھانے کیلئے سیاسی جماعتوں کو معاونت کی فراہمی کے سلسلہ میں قومی جمہوری کمیشن قائم کیا جائے گا۔

26۔ دہشت گردی اور شدت پسندی جو فوجی آمریت کی تخلیق ہیں اور جمہوریت کی نفی ہیں، کی پرزور مذمت کی جاتی ہے اور ان کا پوری قوت سے مقابلہ کیا جائے گا۔

(ج)۔ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات

27۔ ایک آزاد، خود مختار اور غیر جانبدار الیکشن کمیشن قائم کیا جائے گا۔ وزیراعظم، اپوزیشن لیڈر کے مشورہ سے چیف الیکشن کمشنر، الیکشن کمیشن کے ارکان اور سیکرٹری کے عہدہ کے لئے تین نام مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو بھجوائے گا جس کی تشکیل اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی تقرری کے لئے طریقہ کار کے مطابق شفاف عوامی سماعت کے ذریعے کی جائے گی۔ عدم اتفاق رائے کی صورت میں وزیراعظم اور قائد حزب اختلاف مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو غور کے لئے الگ الگ فہرستیں بھیجیں گے۔ صوبائی الیکشن کمشنرز متعلقہ صوبائی اسمبلیوں کی کمیٹیوں کی طرف سے اسی طرز پر تعینات کئے جائیں گے۔

28۔ تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی اور تمام سیاسی جلاوطن افراد کی غیر مشروط وطن واپسی کے ذریعے انتخابات میں حصہ لینے والی تمام سیاسی جماعتوں کو یکساں مواقع کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔ تمام سیاسی جماعتوں اور سیاسی شخصیات کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت ہوگی۔ گریجویشن کی شرط جو بدعنوانی اور جعلی ڈگریوں کا باعث بنی، ختم کر دی جائے گی۔

29۔ بلدیاتی انتخابات، عام انتخابات کے انعقاد کے 3 ماہ کے اندر ہوں گے۔

30۔ متعلقہ انتخابی قوانین، عام انتخابات کے انعقاد کے لئے انتخاب ہونے تک نگران حکومت کی تشکیل کی تاریخ سے تمام بلدیاتی اداروں کے ایڈمنسٹریٹرز کو معطل کر کے غیر جانبدار ایڈمنسٹریٹرز مقرر کریں گے۔

31۔ آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کے انعقاد کے لئے غیر جانبدار نگران حکومت قائم کی جائے گی۔ اس حکومت کے ارکان اور ان کے قریبی عزیز و اقارب انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔

(د)۔ سول ملٹری تعلقات

32۔ آئی ایس آئی، ایم آئی اور دیگر سکیورٹی ادارے بالترتیب وزیراعظم سیکرٹریٹ، وزارت دفاع اور کابینہ ڈویژن کے ذریعے منتخب حکومت کو جوابدہ ہوں گے۔ ان کا بجٹ متعلقہ وزارت کی طرف سے سفارشات کی تیاری کے بعد کابینہ کی دفاعی کمیٹی سے منظور ہوگا۔ تمام انٹیلی جنس اداروں کی سیاسی شاخیں ختم کر دی جائیں گی۔ ملک کے دفاع اور سلامتی کے مفاد میں مسلح افواج اور سکیورٹی اداروں میں ضیاع روکنے کے لئے کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ حکومت ان اداروں میں تمام سینئر عہدوں پر تعیناتی کی منظوری متعلقہ وزارت کے ذریعے دے گی۔

33۔ آئین میں فوجی ادوار میں متعارف کرائے جانے والے استثنائی اقدامات پر نظرثانی کی جائے گی۔

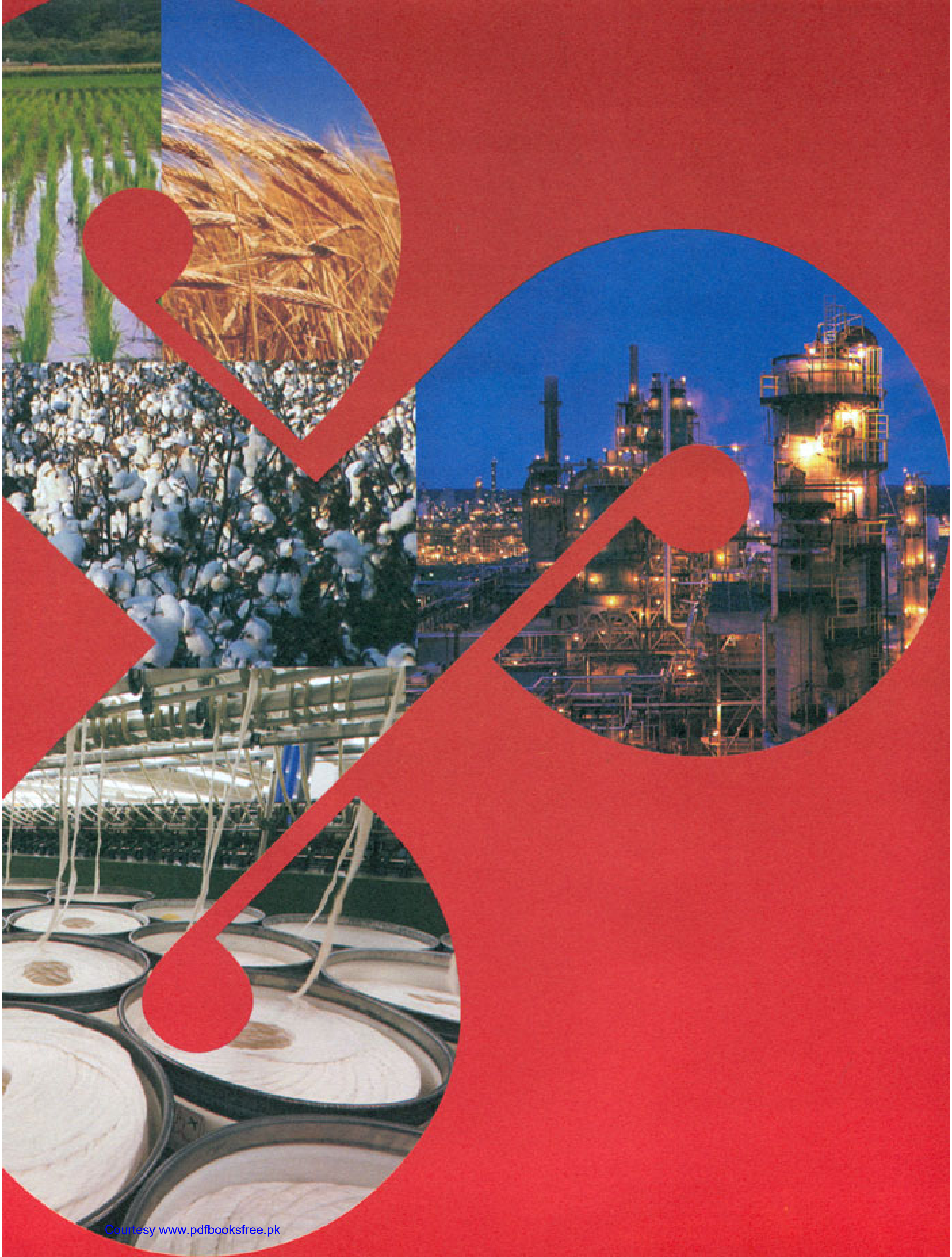
34۔ دفاعی بجٹ کو بحث اور منظوری کے لئے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

35۔ فوجی زمینوں کی الاٹمنٹ اور چھاؤنیوں کی حدود وزارت دفاع کے دائرہ کار کے تحت لائی جائے گی۔ ایک کمیشن تشکیل دیا جائے گا جو 12 اکتوبر 1999ء کے بعد سے اب تک فوجی، شہری، زرعی زمینوں کی الاٹمنٹ سمیت تمام سرکاری زمینوں کی تقسیم کے حوالے سے ایسے تمام لینڈ الاٹمنٹ رولز، ضابطوں اور پالیسیوں کی قانونی حیثیت کا جائزہ اور چھان بین کرے گا تاکہ بدعنوانی، منافع خوری اور اقربا پروری میں ملوث افراد کو جوابدہ بنایا جائے۔

36۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے رولز آف بزنس کو پارلیمانی طرز حکومت سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

حصہ دوم

عوامی حکومت کے پالیسی اقدامات



اقتصادی بحالی کے اقدامات

"نئی صدی میں قوموں کی کامیابی کا انحصار ان کی برآمدات، کرنسی کے ذخائر، ان کی فی کس آمدنی اور شہریوں کی تخلیقی اپچ پر ہوگا"[1]

شہید محترمہ بینظیر بھٹو

مارچ 2008 میں عوامی حکومت کے آنے تک پاکستان کی معیشت خاصی دباؤ میں آ چکی تھی۔ پیداوار اور برآمدات کی بجائے مقامی کھپت کے بل بوتے پر دکھائی جانے والی ہندسوں کی کرشمہ سازی جواب دے چکی تھی اور ترقی کا غبارہ 2007 میں ہی پھٹ چکا تھا۔ معیشت کی تصویر بہت ہی تاریک تھی، کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ اور افراطِ زر بے قابو، ٹیکسٹائل کی برآمدات سست رفتاری کا شکار، سخت مالیاتی پالیسی اور ابھرتا ہوا توانائی کا بحران جس کے پیچھے تیل کی زیادہ قیمتیں اور کم ہوتے ہوئے گیس کے ذخائر تھے۔ صنعت اور تجارت کا زیادہ انحصار نقد زر کمانے والی فصلوں اور کپڑے کی سستی اور کم قدر مصنوعات پر تھا۔[2]

سابقہ آمرانہ حکومت کے پاس صنعتی ترقی اور بیرونی تجارت میں اضافے کا کوئی قابلِ لحاظ پروگرام نہ تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ چیدہ طبقے کے مفادات کی نگرانی کرنے والی مالیاتی اور تجارتی پالیسیاں تبدیل ہی نہیں کرنا چاہتے تھے جن کی بنا پر وسائل کی موثر تقسیم نہیں ہو پا رہی تھی۔ سال 08-2007 میں مالیاتی خسارہ مجموعی ملکی پیداوار کا تقریباً آٹھ فیصد ہو گیا۔[3] 781 ارب روپے کے ساتھ یہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا مالیاتی خسارہ تھا۔[4]

بیرونی ادائیگیوں کا توازن بری طرح متاثر ہوا اور کرنٹ اکاؤنٹ بیلنس جو کبھی مثبت ہوا کرتا تھا خسارے میں تبدیل ہو گیا جو مجموعی ملکی پیداوار کا 8.5 فیصد تھا۔[5] درآمدات میں ڈھائی گنا اضافہ ہوا، جب کہ برآمدات صرف ڈیڑھ گنا کے حساب سے بڑھ پائیں۔[6] 2008 تک پہنچتے پہنچتے پاکستان کی برآمدات اس کی فقط 47 فیصد درآمدات کی قیمت ادا کر سکتی تھیں۔[7] ہر چند اس میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو بھی دخل تھا لیکن ذاتی استعمال کی غیر ضروری اشیا جیسے کاریں، موبائل فون، آرائشِ حسن کا سامان اور کھانے کی اشیاء جیسے تازہ سبزیاں اور پھل وغیرہ بہتات سے درآمد ہو رہی تھیں۔ یقیناً پاکستان کی اقتصادی پالیسیاں پاکستان کو نہیں اس کے تجارتی ساتھیوں کی معیشت کو فائدہ پہنچا رہی تھیں۔

اندرونی اور بیرونی قرضوں میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ پبلک قرض جو مالی

1. [illegible] 16 اپریل 1999 [illegible]
2. [illegible] "Economy Challenges Ahead" [illegible] 2007
3. پاکستان کی معیشت [illegible] حکومت پاکستان
4. ایضاً
5. ایضاً
6. ایضاً
7. ایضاً



1999ء سے 2007ء کے دوران اقتصادی بدانتظامی کی وجہ سے جون 2008ء میں افراطِ زر کی شرح 12 فیصد اور اکتوبر 2008ء میں 25 فیصد تک پہنچ گئی۔

سال 2004 میں 3.8 کھرب روپے تھا، 2008 تک بڑھ کر 5.9 کھرب روپے ہوگیا جو کہ 56 فیصد اضافہ ہے۔[8] اب جو ہمیں اپنے بجٹ میں سے ایک خطیر رقم قرضوں کی ادائیگی پر خرچ کرنا پڑتی ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ 2004 سے 2008 کے درمیان کی مالی بدانتظامی ہے۔

اسکے علاوہ سابق آمرانہ حکومت نے 3 کھرب روپے کے کرنسی نوٹ چھاپ کر مارکیٹ میں پھینک دیئے (یعنی اسٹیٹ بینک آف پاکستان سے ادھار لئے) تا کہ مصنوعی طور پر افراطِ زر پر قابو پایا جا سکے۔[9] افراطِ زر پہ قابو تو خیر نہ پایا جا سکا لیکن ہوا یہ کہ اس سے افراطِ زر کو اور بھی آگ لگ گئی۔ ملک ابھی تک اس غیر ذمہ دارانہ مالیاتی نظم و نسق کے اثرات سے پوری طرح نکل نہیں سکا۔ افراطِ زر 08-2007 میں بڑھنا شروع ہوئی اور جون 2008 تک 12 فیصد تک پہنچ گئی۔ اکتوبر 2008 میں یہ 25 فیصد کی انتہا تک جا پہنچی۔[10] 2004 سے 2007 کے درمیان نجی شعبے کے قرضوں میں سات گنا اضافہ ہوگیا۔ تاہم المیہ یہ تھا کہ یہ قرضے صنعتی شعبے میں سرمایہ کاری کی بجائے کراچی اسٹاک ایکسچینج (KSE) اور دبئی کی پراپرٹی مارکیٹ میں صرف ہوتے تھے۔

2002 اور 2008 کے درمیان کئی سالوں تک سیاسی اور اقتصادی استحکام رہا جو کہ سنجیدہ اور دیرپا اصلاحات کیلئے نہایت سازگار ہوتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس دوران معیشت کے اہم شعبہ جات میں بامقصد اصلاحات نہیں کی گئیں بلکہ (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) نئی طرح کی ساختیاتی خرابیاں پیدا کی گئیں۔ ٹیکس اور مجموعی ملکی پیداوار کے تناسب میں اتنی کمی پاکستان کی تاریخ میں کبھی بھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام (PSDP) میں توسیع کی گئی لیکن بڑھتے ہوئے اخراجات پورے کرنے کیلئے محاصل بڑھانے پر توجہ نہیں دی گئی۔

سرکاری شعبے کے صنعتی اور کاروباری اداروں کو منافع بخش بنانے اور قومی میزانیے پر اُن کا بوجھ کم کرنے کیلئے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں اٹھائے گئے جس کی بنا پر یہ ادارے ٹیکس دینے والوں پر بوجھ بنتے چلے گئے۔ حکومت ہر سال ان اداروں کیلئے تقریباً 250 بلین روپے بجٹ میں سے فراہم کرتی ہے۔[11] اس کے نتیجے میں نہ صرف حکومت کے قرضہ میں اضافہ ہوا بلکہ اس سے کئی کھرب روپے مالیت کے نامکمل منصوبوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی سامنے آئی جو عرصہ پہلے شروع ہوئے لیکن پیسوں کی کمی کی بنا پر ایک عرصے سے ادھورے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ مالیاتی نظم و نسق کی انتہائی غیر ذمہ دارانہ مثال ہے۔

بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو سمیٹنا: معیشت کی بحالی کیلئے عوامی حکومت کے اقدامات

2008 میں شروع ہو کر 2009 میں عروج پر پہنچنے والے عالمی اقتصادی بحران نے دنیا بھر کی معیشتوں کو ہلا کے رکھ دیا۔ تاہم عوامی حکومت کے دانشمندانہ اقدامات کی بنا پر پاکستانی معیشت پر اس عالمی بحران کے اثرات کم رہے۔

آج سٹاک ایکسچینج 2007 کی بحرانی صورتحال اور 2008 کے آغاز کی نسبت بہتر کارکردگی دکھا رہی ہے۔[12] کھانے کی اشیا خصوصاً آٹے کی مارکیٹ میں موجودگی یقینی بنائی گئی ہے اور ایسا کسی انتظامی طریقے سے یا سبسڈی دے کر نہیں بلکہ حکومت کے پاس موجود پالیسی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے مارکیٹ کو مستحکم کرنے کے ذریعے کیا گیا ہے۔ جب گندم کی قیمت سرحدوں کے پار موجود مارکیٹ سے کہیں کم ہو تو یقیناً سمگلنگ کرنے والوں کو غیر قانونی طور پر سرحد پار آٹا بھیجنے میں کشش نظر آئے گی۔ حکومت کس کس جگہ پر سرحد بند کرلے گی یا کتنے لوگوں کو ایک ایک روٹی پر سبسڈی دے سکے گی۔ پھر یہ کیا لازم ہے کہ وہ سبسڈی غریب غرباء کو ہی ملے گی اور کسی ضرور تمند سرکاری افسر یا سیاسی کارکن کے گھر نہیں پہنچ جائے گی۔

گذشتہ غیر منتخب حکومت غریب کسان کی کھاد، بجلی اور بیج تو مہنگی کرتی رہی لیکن باقی دنیا کی طرح گندم کی قیمت نہیں بڑھائی جس سے پاکستان میں آڑھتیوں کو گندم

8۔ ایضاً

9۔ دی سٹیٹسمین، 29 جنوری 2010۔ http://www.thestatesman.net/news/musharraf-printed-rs-1-3-trilli on-currency-to-artificially-contain-inflation-shaukat-tarin/

10۔ پاکستان کی معیشت کا مختصر خاکہ: فنانس ڈویژن، حکومت پاکستان

11۔ ڈیلی میل، 25 فروری 2010۔ http://dailynews.com/0210/25/Editorial_Column/DMEditorial.php

12۔ 2007 میں مارکیٹ میں انڈیکس 9504.47 تک جا پہنچا، 2009 میں 12221.43 تک اضافہ ہوا۔ کراچی سٹاک ایکسچینج کی رپورٹ برائے سال 2009 ملاحظہ کریں، صفحہ نمبر 18



عوامی حکومت کو 09-2008 میں اپنا پہلا بجٹ تیار کرنے کے لئے بحث و تمحیص کے کٹھن عمل سے گزرنا پڑا۔

باقی دنیا کی نسبت بہت سستی ملنے لگی جسے بڑی مقدار میں علاقائی ملکوں میں غیر قانونی طریقے سے بھیجا جانے لگا۔ بعض اطلاعات کے مطابق پاکستانی گندم گرم پانیوں کی تاثیر لے کر آمو دریا کے اس پار تک پہنچ گئی اور غیر قانونی طور پر ماورالنہر پہنچنے والا پاکستانی گڑ سمرقند و بخارا میں پاکستانی قند کے طور پر بکتا رہا جبکہ ادھر یار لوگ چائے میں باتوں کی مٹھاس سے کام چلانے لگے۔

عوامی حکومت کی ترجیحات میں خوشۂ گندم اگانے والا دہقان اولیت رکھتا ہے۔ عوامی حکومت نے آتے ہی کسان کو اس کی فصل کے مارکیٹ کے مطابق دام دینے کا اعلان کیا اور یوں ذخیرہ اندوزوں اور سمگلروں کو ملنے والا منافع ختم کر دیا۔ اس سے فصل زیادہ رقبے پر بوئی گئی اور سمگلنگ کی بھی حوصلہ شکنی ہوئی۔ حکومت کی پالیسیوں کی بنا پر اس وقت ملک میں اشیائے خورد و نوش کی کمی کا بحران ختم ہو چکا ہے۔ 25 مارچ 2010 کو جب عوامی حکومت کے دو سال پورے ہوئے تو گودام گذشتہ سال کی گندم سے بھرے پڑے تھے اور اگلی فصل آ چکی تھی۔[13] اس سال چاول کی فصل بھی بہت اچھی ہوئی ہے۔[14] چینی کے شعبے میں مسائل موجود ہیں، لیکن ضروری مقدار میں چینی درآمد کر کے یہ مسئلہ بھی حل کیا جا رہا ہے۔

عوامی حکومت نے 19 سال کے طویل تعطل کو ختم کرتے ہوئے تمام صوبوں کے اتفاق رائے کے ساتھ ایک ترقی پسند قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ (NFC) منظور کیا ہے جو اپنے متفقہ ہونے اور آبادی کے علاوہ دیگر عوامل کو محاصل کی تقسیم کی بنیاد بنانے کی وجہ سے وفاق پاکستان کی مضبوطی کا سبب بنا ہے۔ اس ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ میں وفاق نے اپنا دس فیصد سے زیادہ حصہ کم کر کے صوبوں کو دیا ہے تاکہ وہ مضبوط ہوں۔ (تفاصیل کیلئے قومی مالیاتی کمیشن کے بارے میں خصوصی باب دیکھئے۔)

کبھی بہت اوپر اور کبھی بہت نیچے جاتی ہوئی معیشت کے ماضی کے رجحان کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت نے معاشی پالیسیوں کی بنیادی خرابیاں دور کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے ایک نو نکاتی منصوبہ تیار کیا گیا ہے جس پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کے غریبوں اور امیروں، شہریوں اور دیہاتیوں، بلوچیوں اور پٹھانوں، پنجابیوں اور سندھیوں، کشمیریوں اور ہزارہ کی مساوی ترقی ممکن ہو سکے گی۔ ایسی ترقی جو زیادہ دیرپا ہو اور مسلسل جاری رہے۔ اس منصوبے میں اقتصادی بالیدگی کی ایک نئی حکمت عملی بنائی گئی ہے جس سے پاکستان کے معاشی شعبے میں موجود ساختیاتی بگاڑ کو سدھارا جائے گا۔ مندرجہ ذیل شعبوں پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔

1۔ کلی معاشی استحکام

2۔ سماجی تحفظ

3۔ زراعت

4۔ توانائی

5۔ صنعتوں کو عالمی مقابلے کیلئے تیار کرنا

6۔ انفراسٹرکچر کی ترقی۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) کے انوکھے ماڈل استعمال کرتے ہوئے

7۔ سٹاک ایکسچینج کا استحکام

8۔ انسانی سرمایہ

9۔ انتظامی اور حکومتی اصلاحات

کلی معاشی استحکام

معیشت کو کلی استحکام دینے کے لیے عوامی حکومت نے بہت سے اقدامات اٹھائے ہیں۔ مالی سال 09-2008 میں مالیاتی خسارہ کم کر کے مجموعی ملکی پیداوار (GDP) کا 5.2 فیصد کر دیا گیا۔ یوں ایک سال سے بھی کم عرصے

13۔ ڈیلی ٹائمز، 11 فروری 2010
14۔ پاکستان ٹائمز، 11 مارچ 2010



عوامی حکومت نے شرح نمو کو پائیدار اور منصفانہ بنانے کے لئے ملک کے اقتصادی ڈھانچہ میں کئی اصلاحاتی اقدامات متعارف کرائے۔

میں مجموعی ملکی پیداوار کے 2.4 فی صد سے زیادہ کی مالیاتی ایڈجسٹمنٹ کی گئی۔[15] مالی سال 10-2009 میں سلامتی سے متعلق خرچے میں غیر معمولی اضافے کے باوجود مالیاتی خسارہ مزید کم کر کے مجموعی ملکی پیداوار کے 5.1 فی صد تک لایا جارہا ہے۔[16] بیرونی ادائیگیوں کے خسارے (External Current Account Deficit) میں بھی بہت واضح بہتری آئی ہے جو دو سال پہلے مجموعی قومی پیداوار کے 8.5 فی صد سے کم ہو کر 3.5 فی صد رہ گیا ہے۔[17] سٹیٹ بینک آف پاکستان کی مارچ 2010 کی سہ ماہی رپورٹ کے مطابق مالی سال 10-2009 کے ابتدائی آٹھ ماہ میں یہ خسارہ صرف 2.8 ارب ڈالر رہا جبکہ گذشتہ مالی سال کے پہلے آٹھ ماہ میں یہ خسارہ 8 ارب ڈالر تک پہنچ گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی پالیسیوں کا اثر آنا شروع ہو گیا ہے۔

اقتصادی کساد بازاری کے اثرات کم کرنے اور ادائیگیوں کے توازن کو بہتر بنانے کیلئے حکومت نے عالمی مالیاتی فنڈ سے بات چیت کر کے ایک پروگرام کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں اقتصادی کساد بازاری کے اثرات خاطر خواہ حد تک کم کرنے میں نمایاں مدد ملی۔ اس نے پاکستان کی معیشت کو مضبوط کیا اور زرِ مبادلہ کے ذخائر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا جو بڑھ کر 15 ارب ڈالر تک پہنچ گئے[18] جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔ اس سے عوامی حکومت کو مالی آسودگی بھی میسر آئی ہے جس کی بنا پر لمبی مدت کیلئے منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے۔

زرِ مبادلہ کے ذخائر میں خاطر خواہ اضافہ کی ایک اہم وجہ بیرونی ممالک میں کام کرنے والے پاکستانیوں کی ترسیلاتِ زر میں اضافہ ہے۔ عوامی حکومت نے مئی 2008 میں بیرونِ ملک پاکستانیوں کی بھیجی گئی رقوم میں اضافے کا خصوصی منصوبہ شروع کیا جس سے سال بھر میں بیرونی ترسیلات میں 25 فیصد اضافہ ہوا۔[19] ستمبر 2009 میں سرکاری ذرائع سے واپس بھیجی گئی رقوم پہلی بار 800 ملین ڈالر سے تجاوز کر گئیں۔[20] حکومت نے غیر قانونی طور پر زرِ مبادلہ بیرونِ ملک منتقل کرنے والی فارن ایکسچینج کمپنیوں کے خلاف کارروائی کی تا کہ روپے کی قدر میں کمی کو روکا جائے۔ اس سلسلے میں مزید بہتری کی گنجائش موجود ہے اس لئے مستقبل میں اس ضمن میں مزید اقدامات کیئے جائیں گے۔

افراطِ زر کو اکتوبر 2008 کی تیز ترین شرح 25 فی صد سے کم کر کے ستمبر 2009 میں 8.5 تک لایا گیا۔[21] سٹیٹ بینک آف پاکستان کی مارچ 2010 میں جاری ہونے والی سہ ماہی رپورٹ کے مطابق فروری 2010 تک افراطِ زر دوبارہ 13 فیصد ہو گئی جس کی بڑی وجہ تیل اور بجلی کی بڑھتی ہوئی قیمتیں تھیں۔ سٹیٹ بینک کا اندازہ ہے کہ مالی سال 10-2009 کے اختتام تک افراطِ زر بارہ فیصد رہنے کی توقع ہے۔

ملک کی اچھی اقتصادی کارکردگی کی بنا پر بین الاقوامی کریڈٹ ایجنسیوں نے پاکستان کو ایک درجہ اوپر کر دیا ہے[22] اور پاکستان کے یورو بانڈز کی قدر میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ کراچی اسٹاک ایکسچینج میں ہونے والی سرمایہ کاری میں بھی بھرپور اضافہ ہوا ہے جو جولائی 2009[23] سے فروری 2010 تک 350 ملین ڈالر تک چلی گئی۔ جنوری 2009 سے فروری 2010 تک کراچی اسٹاک ایکسچینج 106 فی صد اوپر گئی۔[24]

ساختیاتی بگاڑ کو درست کرنے کے اقدامات

جہاں عوامی حکومت نے اقتصادی زبوں حالی کو سنبھالنے اور معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے کئی اقدامات اٹھائے ہیں وہاں معیشت کے بنیادی ڈھانچے میں بہت ساری تبدیلیاں لائی گئی ہیں تا کہ پائیدار اور مساویانہ ترقی ہو سکے۔ محاصل اور مجموعی قومی پیداوار کے باہمی تناسب کو بڑھانا عوامی حکومت کی معاشی حکمتِ عملی کا ایک اہم ستون ہے۔ اس مقصد کیلئے ویلیو ایڈڈ ٹیکس لاگو کیا جا رہا ہے۔ دوسرے اقدامات میں ٹیکس ایڈمنسٹریشن کو سدھارنا اور ٹیکس آڈٹ کو بحال کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان اقدامات کے نتیجے میں پاکستان کی مجموعی قومی پیداوار اور مجموعی محاصل کا باہمی تناسب 2013 تک 13 فیصد ہو جائے گا۔[25]

مزید برآں ایک کیبنٹ کمیٹی آن ریسٹرکچرنگ (Cabinet Committee on Restructuring) تشکیل دی گئی ہے جو سرکاری شعبے کے اداروں بشمول پی آئی اے، پاکستان ریلوے، ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان، یوٹیلیٹی اسٹورز کارپوریشن، پاکستان اسٹیل ملز اور نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے انتظامی ڈھانچے کو بہتر بنائے گی۔ جس کے نتیجے میں 250

15۔ پاکستان کی معیشت کا مختصر خاکہ، فنانس ڈویژن، حکومت پاکستان
16۔ ایضاً
17۔ ایضاً
18۔ ڈیلی ٹائمز، 7 جنوری 2010
19۔ پاکستان کی معیشت کا مختصر خاکہ، فنانس ڈویژن، حکومت پاکستان
20۔ ایضاً
21۔ ایضاً
22۔ ایضاً
23۔ ایضاً
24۔ ایضاً
25۔ ایضاً

ارب روپے سے زیادہ کے بجٹ خسارے کو روکا جا سکے گا۔ ان اقدامات کا بنیادی مقصد ان اداروں کو نجی اور سرکاری شعبے کے اشتراک کے ذریعے نفع بخش اور خود انحصار بنانا ہے۔

سماجی تحفظ کے ضمن میں عوامی حکومت نے بےنظیر انکم سپورٹ پروگرام کا آغاز کیا ہے جس میں 55 لاکھ غریب و نادار خاندانوں کی ایک ہزار روپے ماہانہ کے حساب سے مالی مدد کی جاتی ہے۔[26] یہ پروگرام پاکستان کے غریب ترین 15 فیصد سے زیادہ خاندانوں کی آمدنی میں اضافہ کرے گا جس سے وہ افراطِ زر کا مقابلہ کر سکیں گے اور ان کی قوتِ خرید میں بھی اضافہ ہوگا۔[27] پاکستان کی تاریخ میں بےنظیر انکم سپورٹ پروگرام بےنظیر و بےمثال ہے۔ مالی سال 09۔2008 میں اس پروگرام کیلئے 70 ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ یوں یہ پاکستان میں سماجی تحفظ کیلئے شروع کئے جانے والے منصوبوں میں سب سے بڑا منصوبہ قرار پاتا ہے۔[28]

عوامی حکومت بالآخر دسمبر 2009ء میں ساتویں این ایف سی ایوارڈ پر بےمثال قومی اتفاق رائے پیدا کرنے میں کامیاب رہی۔[29] ساتواں این ایف سی ایوارڈ پاکستان کی تاریخ میں چوتھا اور گزشتہ 19 برس میں پہلا ایوارڈ ہے جس کے ذریعے وفاقی حکومت نے اپنے حصے کو کم کرتے ہوئے 10 فیصد اضافی وسائل صوبوں کو منتقل کر کے وفاقِ پاکستان کو تقویت دی ہے۔[30]

امدادی نظام[31]

عوامی حکومت نے قانونی اور پالیسی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے مستعد انداز میں اقتصادی ترقی کیلئے غیرملکی ترقیاتی فنڈز اور تکنیکی معاونت کو متحرک کرنے کی خاطر اپنا ایجنڈا وضع کیا ہے۔ 10-2008ء کے دوران اقتصادی امور ڈویژن (EAD) کے حاصل کردہ غیرملکی اقتصادی معاونت کے وعدے تقریباً 11 ارب ڈالر ہیں جن میں 2.3 ارب ڈالر گرانٹس اور 8.6 ارب ڈالر قرضے ہیں۔ ان میں سے 6.1 ارب ڈالر کے کثیرالقومی اداروں اور 5 بلین ڈالر دوطرفہ امداد ہے۔ ان 11 ارب ڈالر میں بجٹ امداد، منصوبہ جاتی امداد اور قلیل مدت کے قرضوں، زلزلہ بحالی و تعمیرِ نو، احباب پاکستان (FoDP) کے وعدے، اندرونی بےگھری کا شکار افراد کیلئے امداد، جنس کی امداد، خوراک اور افغان مہاجرین کیلئے امداد وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح زراعت، تعلیم و تربیت، ماحولیات، گورننس، تحقیق اور شماریات، صحت و غذائیت، صنعت و پیداوار، فزیکل پلاننگ اور ہاؤسنگ، بہبودِ آبادی، بجلی، دیہی



پاکستان کے لئے عالمی امداد کو متحرک کرنے کے لئے جمہوری حکومت نے "احباب جمہوری پاکستان" کا اقدام اٹھایا۔

ترقی اور تخفیف غربت، سائنس و ٹیکنالوجی، ٹرانسپورٹ و مواصلات، پانی اور ترقی نسواں جیسے 14 مختلف شعبوں میں 4.5 بلین ڈالر کی منصوبہ جاتی امداد کے وعدے کئے گئے ہیں۔

5.3 ارب ڈالر مالیت کے غیرملکی قرضوں کی ادائیگی کی بھی منظوری دی گئی جن کی ادائیگیاں اپریل 2008ء اور نومبر 2009ء کے درمیان کی گئیں۔ اس عرصے کے دوران مختلف محکموں اور صوبائی حکومتوں سے 31.25 ارب روپے مالیت کے غیرملکی قرضوں کی وصولی کی گئی۔

کے ایف ڈبلیو۔ (KFW) جرمنی اور دی گلوبل فنڈ (TGF) کے ساتھ دو ہا میں 30 نومبر 2008ء کو 40 ملین یورو مالیت کا معاہدہ کیا گیا جس کے مطابق جرمنی کے پاکستان کی طرف واجب الادا قرضے کے برابر صحت پر خرچ کیا جائے گا اور یوں یہ قرض ادا سمجھا جائے گا۔

2009ء میں ٹوکیو ڈونرز کانفرنس میں ڈونرز نے میزانیاتی معاونت اور سماجی تحفظ فنڈ، انسانی ترقی اور غریب دوست اقدامات کی خاطر وسائل مہیا کرنے کیلئے 5.2 ارب ڈالر مالیت کے اضافی وعدے کئے۔ اقتصادی امور ڈویژن ان وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے سرگرمی سے پیروی کر رہا ہے۔ ٹوکیو میں کئے گئے مخصوص اضافی وعدے 3.7 ارب ڈالر کے ہیں۔

اقتصادی امور ڈویژن نے نومبر 2008ء میں مشرق وسطیٰ ڈونرز (سعودی عرب، کویت فنڈ، متحدہ عرب امارات اور تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم) کے

26۔ تکملہ 6 ملاحظہ کریں: Benazir Income Support Program: Redressing Women's Vulnerabiliti es صفحہ نمبر 149-153
27۔ ایضاً
28۔ ایضاً
29۔ تکملہ 2 ملاحظہ کریں: 7th National Finance Commission Award 2009: Towards Fiscal Feder alism صفحہ نمبر 67-71
30۔ ایضاً
31۔ اس حصے کی معلومات کو اقتصادی امور ڈویژن، حکومت پاکستان سے حاصل کردہ خلاصہ سے شامل کیا گیا ہے



عوامی حکومت نے چاروں صوبوں کو اپنے حصہ کا 10 فیصد سے زائد دے کر وفاق پاکستان کو تقویت دی ہے۔

ایک اجلاس کا انعقاد کیا تاکہ ڈونرز کو مختلف توانائی منصوبوں خاص طور پر نیلم جہلم ہائیڈرو پاور پلانٹ پراجیکٹ کیلئے مالی تعاون کیلئے پاکستان کی مالی ضروریات سے آگاہ کیا جا سکے۔ ان اداروں نے پاکستان میں توانائی کے منصوبوں کو سرمایہ فراہم کرنے کیلئے ہر ممکن معاونت کی یقین دہانی کرائی۔

پاکستان کو اقوام متحدہ اصلاحات کی آزمائش کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون کی موجودگی میں 4 فروری 2009ء کو "ون یو این پروگرام" دستاویز کا مسودہ تیار کیا گیا اور اس پر دستخط کئے گئے۔ اس پروگرام کا مقصد زراعت، دیہی ترقی، تخفیف غربت، ڈیزاسٹر رسک مینجمنٹ، تعلیم، ماحولیات، صحت اور آبادی کے شعبوں میں پاکستان کیلئے اقوام متحدہ کی ترقیاتی امداد کے فریم ورک میں تقسیم بندی اور دہرے خرچے سے بچنا ہے۔

جمہوریت میں اقتصادی ترقی کی رفتار بڑھتی ہے

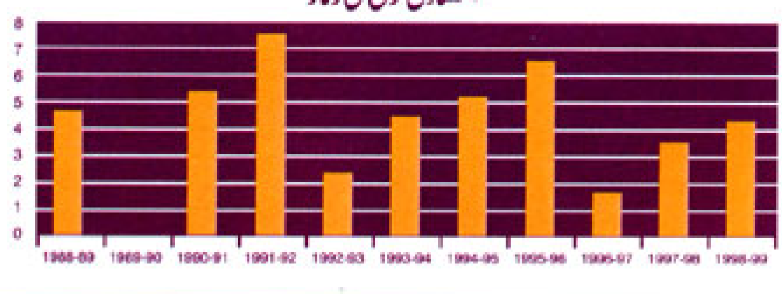
پاکستان میں جمہوریت کو کبھی پنپنے نہیں دیا گیا، لیکن پھر بھی وہ لوگوں کو خوشحال بنانے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے رہنما میاں محمد نواز شریف کے بطور وزیر اعظم دو دو ادوار کا جائزہ لیا جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ دونوں منتخب جمہوری وزیر اعظم ورثے میں ملنے والی ترقی کی رفتار میں بہتری لائے۔

دونوں جمہوری رہنما دو مرتبہ وزیر اعظم منتخب ہوئے لیکن دونوں کو ایک بار بھی اپنی معیاد پوری کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ بیچ میں عارضی حکومتیں لائی گئیں۔ باہر سے نام نہاد ماہرین معاشیات درآمد کئے گئے۔ کبھی انہیں وزارت خزانہ کا قلمدان دیا گیا کبھی گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان لگایا گیا اور کبھی سیدھا وزیر اعظم کی کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ وہ عالمی مالیاتی اداروں کے ساتھ طویل مدت کی سخت گیر اور عوام دشمن پالیسیوں پر مبنی معاہدے کرتے اور واپس باہر چلے جاتے۔ سوال یہ ہے کہ قائم مقام حکومتوں کو قرضے اور معاشی پالیسی کے طویل مدتی فیصلے کرنے کا کیا اختیار ہے۔ ان کے پیچھے تو عوام کی طاقت ہی نہیں ہوتی۔ وہ کس اختیار سے قوم کی تقدیر کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

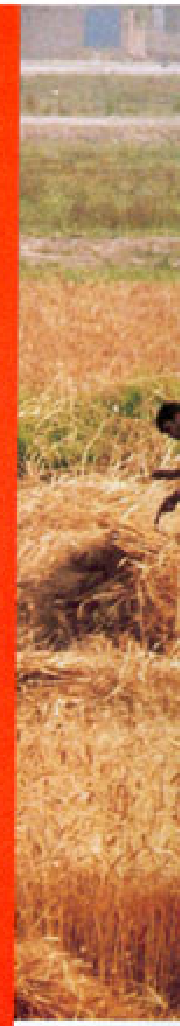
شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے دسمبر 1988 میں بطور وزیر اعظم حلف لیا۔ اکنامک سروے آف پاکستان سال 90-1989 کی مجموعی قومی پیداوار کی شرح تو نہیں بتاتا لیکن 1990 میں جب نواز شریف نے حکومت سنبھالی تو مجموعی قومی پیداوار کی شرح 5.4 فی صد تھی جسے انہوں نے مزید بہتر کرتے ہوئے سال 91-1990 میں 7.6 فی صد کر دیا۔ یہ شرح نمو سال 93-1992ء میں کم ہو کر 2.1 فیصد ہوگئی کیونکہ کئی ماہ تک ان کی حکومت گرانے کیلئے اوپر تلے کوششیں ہوئیں جن کے نتیجے میں حکومت بھی گئی اور حکومت کے اندر ایک اور حکومت بھی جو عمر بھر سے حکومت میں تھی۔

عوام نے 1993 میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کو دوبارہ وزیر اعظم منتخب کیا۔ وہ غریب دوست معاشی ایجنڈا اور توانائی کے لئے جامع حکمت عملی کے ساتھ آئی تھیں۔ انہوں نے آتے ہی تندہی سے کام شروع کر دیا۔ ان کی حکومت میں شروع کئے گئے بجلی کے منصوبوں سے ایک عرصہ پاکستان بجلی کے تعطل سے بچا رہا۔ ان کی ایک اور اہم کامیابی یہ تھی کہ مجموعی قومی پیداوار میں بتدریج اضافہ ہوا۔ شرح نمو جو سال 93-1992 میں 2.1 فی صد تھی وہ سال 94-1993ء میں بڑھ کر 4.4 فیصد اور سال 96-1995ء میں مزید بڑھ کر 6.6 فی صد ہوگئی۔ ایک مستحکم معیشت کیلئے یہ ایک اچھا آغاز تھا۔ تاہم کسی کو یہ اچھا نہ لگا اور ان کی حکومت پھر ختم کر دی گئی۔ ساتھ ہی معیشت بھی گئی اور سال 97-1996ء میں مجموعی قومی پیداوار کی شرح نمو 1.2 فی صد تک گر گئی۔ نواز شریف کے دوسرے دور حکومت کے دوران 98-1997 میں شرح نمو 3.4 فیصد اور پھر 99-1998 میں مزید بڑھ کر 4.2 فیصد ہوگئی۔ تاہم جب 1999ء میں مارشل لاء نافذ کیا گیا تو جی ڈی پی کی شرح نمو رک کر ٹائی ٹینک کا انتظار کرنے لگی۔

اقتصادی ترقی کی رفتار



Source: *Economic Survey of Pakistan 2001-2002.*





دہشت گردی کے خلاف جمہوریت کی جنگ

> ”وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا (پاکستانی) پرچم سوات میں نہ لہرائے،
> باجوڑ میں نہ لہرائے۔ جاگو۔ میرے بہن بھائیو جاگو۔“
>
> شہید محترمہ بینظیر بھٹو
> لیاقت باغ راولپنڈی میں آخری تقریر
> 27 دسمبر 2007

جمہوری قیادت گذشتہ ایک دہائی سے پاکستان اور دنیا بھر کو دہشت گردوں سے لاحق خطرات کے بارے میں کماحقہٗ آگاہ اور چوکس رہی۔ ملک میں جمہوریت بحال کرنے کی ٹھانے ہوئے ہماری قیادت نے واضح کیا کہ عوامی حکومت شدت پسندی اور دہشت گردی کی لعنت سے نمٹنے پر بھرپور توجہ دے گی۔

”دہشت گردی نے آمریت کی کوکھ سے جنم لیا جس نے معتدل اور جمہوری قیادت کو پس منظر میں رکھنے کیلئے انتہاپسندوں کو بھرتی کیا، اسلحہ پکڑایا، تربیت دی اور مالی وسائل فراہم کئے۔ تاریخ ہمیں سکھاتی ہے کہ جمہوری ممالک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کرتے اور نہ ہی جمہوری حکومتیں عالمی دہشت گردی کو مدد فراہم کرتی ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی جنگجو گروہوں کی بیخ کنی کرے گی جو ملک کی خارجہ پالیسی کو اپنی جہالت کے تابع کرنا چاہتے ہیں اور جو پاکستان کے قبائلی علاقوں اور ملک کے دیگر حصوں میں طاقت کے ذریعے اپنی بالا دستی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ دہشت گردوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جائے گی۔“[1]

پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور 2008

اس عزم میں سرشار شہید محترمہ بے نظیر بھٹو اپنی جان کو واضح خطرہ ہونے کے باوجود 18 اکتوبر 2007 کو اپنے جمہوری مشن کی تکمیل کے لئے پاکستان تشریف لائیں اور پاکستانی عوام اور ریاست کو دہشت زدہ کرنے والی قوتوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ 27 دسمبر 2007 کو محترمہ نے راولپنڈی میں دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی جنگ کی عظیم ترین شہادت حاصل کی۔

> جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
> یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں
>
> فیض احمد فیض

پاکستان کی جمہوری قائد کو شہید کرنے والے البتہ تاریخ کا عظیم الشان سفر نہ روک سکے کیونکہ اس عظیم قربانی کے صرف سوا مہینے بعد شہید بی بی کے خون سے پاکستان میں جمہوریت کی ایک نئی صبح طلوع ہوئی جب فروری 2008 کے عام انتخابات میں پاکستان کے عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری کی بات سچ کر دکھائی کہ جمہوریت سب سے اچھا انتقام ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتوں نے مل کر حکومت قائم کی اور بغیر کوئی وقت ضائع کئے سلامتی، اندازِ حکمرانی بہتر بنانے اور انبوہ سے قوم بنانے کا کام شروع کیا جس پر فوری توجہ دینے کی ضرورت تھی۔ روز بروز بڑھتی ہوئی دہشت گردی سے نمٹنا حکومتی ترجیحات میں سرفہرست ہے اور پورے ملک خصوصاً وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں، سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں فساد پھیلانے والوں کا قلع قمع کرنا عوامی حکومت کے اولین کاموں میں سے تھا۔

حکمت پر مبنی اقدامات سے دہشت گردی کا مقابلہ

وزیراعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی نے متفقہ طور پر وزیراعظم منتخب ہونے کے بعد قومی اسمبلی میں اپنے پہلے خطاب میں کہا کہ ”دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری لڑائی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ہمارے بے شمار جوان اور بچے شہید ہو چکے ہیں۔“[2] عوامی حکومت نے اپنے پہلے سو دن کے پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے تشدد کے راستے پر گامزن لوگوں کو واضح پیغام دیا کہ وہ ہتھیار ڈال کر جمہوریت کے حق میں امن کا راستہ اختیار کریں۔ وزیراعظم نے کہا ”ہم ان لوگوں

1۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور 2008، صفحہ نمبر 21
2۔ ڈان، 30 مارچ 2008

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار ہیں جو ہتھیار ڈال کر امن کا راستہ اختیار کریں گے۔" انہوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کی حکمتِ عملی کے اہم حصے کے طور پر فاٹا کیلئے تعمیر و ترقی کا خصوصی پیکج دینے کا اعلان کیا۔[3] عوامی حکومت کی دہشت گردی کے خاتمہ کی پالیسی کو تمام اتحادیوں کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ اس پالیسی کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

مذاکرات: امن پسند عناصر سے مذاکرات کئے جائیں، امن قائم رکھنے میں ان کو شامل کریں اور ان کے مسائل حل کریں۔

ترقی: پسماندہ قبائلی علاقوں کو فوری معاشی ترقی دے کر قومی دھارے میں شامل کیا جائے۔

دفاع: حکومتی عملداری اور امنِ عامہ کو چیلنج کرنے والوں کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے۔

حکومت بنانے کے دوسرے روز ہی سوات آپریشن کے متاثرین کیلئے ساڑھے اٹھارہ کروڑ روپے کا پیکج پیش کیا گیا۔ قومی معیشت دباؤ میں ہونے کے باوجود سوات میں دہشتگردی سے متاثرہ گھرانوں کی بحالی کیلئے وسائل مہیا کئے گئے۔

ابتدائی طور پر مذاکرات کی حکمتِ عملی کے مثبت نتائج مرتب ہوئے۔ اپریل 2008 میں تحریکِ طالبان پاکستان کے سربراہ آنجہانی بیت اللہ محسود نے جنگ بندی کا اعلان کیا اور افغان سرحد کے قریبی علاقوں میں خط تقسیم ہوا جس میں سیکورٹی فورسز پر حملے بند کرنے اور حکومت کے ساتھ امن مذاکرات کی ہدایت کی گئی۔ مئی 2008 میں عسکریت پسند رہنما ملا فضل اللہ کے ساتھ سوات میں امن کی بحالی کے لیے ایک پندرہ نکاتی معاہدہ عمل میں آیا جس کے ذریعے حکومت کی عملداری بحال ہوئی اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے مقامی انتظامیہ کی معاونت کی ذمہ داری عائد کی گئی۔ اسی ماہ حکومت نے لشکرِ اسلام کے ساتھ بارہ امن معاہدہ کیا جس میں کالعدم گروپ کو خیبر ایجنسی کے سب ڈویژن میں کارروائیاں بند کرنے اور حکومتی عملداری کو تسلیم کرنے کا پابند کیا گیا۔ تاہم جون 2008 میں طالبان کے حملے پشاور تک پھیل گئے۔ حکومت نے خیبر ایجنسی میں ان کے خلاف ایکشن لیا تو شر پسند سوات امن معاہدہ سے منحرف ہو گئے۔

لوگوں کی جان اور املاک کو نقصان پہنچنے اور بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے خطرے کے پیش نظر سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں فوجی کارروائی آخری راستہ تھا۔ عوامی حکومت نے اس معاملے کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ نظام عدل قرارداد 2009 بھی پارلیمان سے پاس کروائی جس پر سیاسی کارکنوں



سوات اور مالاکنڈ ڈویژنوں میں فوجی کارروائی آخری چارہ کار تھا۔

اور سول سوسائٹی کی طرف سے 'دہشت گردی کے آگے سر جھکانے' جیسے الزامات برداشت کرنے پڑے۔[4] ایک اور بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ دہشت گردی کے خلاف فوجی کارروائی پر قومی اتفاقِ رائے موجود نہیں تھا۔ میڈیا دہشت گردوں کے ارادوں کے بارے گومگو میں تھا اور حکومت کو ان کے ساتھ مذاکرات کرنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ تاہم جب مذاکرات ناکام ہو گئے تو حکومت کے پاس واحد راستہ یہی تھا کہ طاقت کے ذریعے اپنی عملداری قائم کی جائے۔

تاہم حکومت نے ایسا اکیلے نہیں کیا بلکہ پارلیمان کے ذریعے پوری قوم کی حمایت حاصل کی اور تمام سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مل کر 22 اکتوبر 2008 کو پارلیمان کے مشترکہ اجلاس میں دہشت گردی کے خلاف متفقہ قرارداد منظور کی (باکس نمبر 1 دیکھئے)۔ دہشت گردی کے خلاف قومی اتفاقِ رائے پیدا کرنے کیلئے حکومت نے پارلیمان میں نمائندگی رکھنے والی ہر نظریے اور پالیسی کی حامل سیاسی جماعتوں سے رابطہ کیا اور پھر پارلیمانی قرارداد سے رہنمائی لیتے ہوئے دہشت گردی سے نمٹنے کی قومی حکمتِ عملی اور سیکیورٹی پلان بنانے کیلئے پارلیمان میں نمائندگی رکھنے والی تمام پارٹیوں کے نمائندوں پر مشتمل کمیٹی بنا دی گئی۔

دہشت گردی کے خلاف بے مثال قومی ردِ عمل اور بینظیر قومی جذبہ عوامی حکومت کی کاوشوں سے پیدا ہوا جسے پوری قوم کی حمایت حاصل ہے۔ پاکستانی عوام کے دہشت گردی کے بارے میں رویے کے بارے میں دسمبر 2008 میں جاری ہونے والے ایک گیلپ سروے کے مطابق پاکستانی عوام نے دہشت گردوں کے خلاف اپنی حکومت کی سخت کارروائی کی حمایت کی۔[5] اکتوبر 2008 میں کئے

3. ایضاً
4. NRO 2009 [illegible]
5. ڈیلی ڈان، 16 دسمبر 2008



حکومت نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حمایت کے حصول کے لئے پارلیمنٹ میں تمام سیاسی جماعتوں اور نمائندوں سے رجوع کیا۔

جانے والے اس سروے کے مطابق 60فیصد پاکستانیوں نے کہا کہ ملک کو دہشت گردوں سے پاک کرنے کیلئے حکومت کو ان کے خلاف مزید سخت اقدامات کرنے چاہئیں۔ یہ اندرونی مینڈیٹ، نہ کہ بیرونی دباؤ، وہ قوت تھی جس کے بل بوتے پر حکومت نے ملک سے انتہاپسندی اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن کارروائی کا آغاز کیا۔

عوام کی حمایت کی بنیاد پر اور اس معاملے پر قومی اتفاق رائے کے چند اور مظاہر دیکھتے ہوئے (باکس 2 اور 3 دیکھئے) حکومت نے 8 مئی 2009 کو "راہِ راست" کے نام سے سوات اور مالاکنڈ میں دہشت گردوں کے خاتمے اور امن و امان کی بحالی کیلئے فوجی کارروائی کا آغاز کیا۔ دہشت گردوں کے خلاف طاقت کے استعمال سے پہلے عوامی حکومت نے مذاکرات کی پالیسی اپنائی اور سوات کے لوگوں کے مطالبے پر نظامِ عدل قوانین 2009 نافذ کر دیئے گئے۔ لیکن جب دہشت گردوں نے ملکی قانون کو توڑا، نظامِ عدل کی خلاف ورزی کی اور مقامی لوگوں کو دہشت زدہ کیا تو حکومت نے ان کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کی۔

"آج کے پاکستان میں جمہوریت کی فتح ضروری ہے" صدر آصف علی زرداری نے واشنگٹن پوسٹ میں ایک مضمون میں لکھا جس میں عالمی برادری سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی فوری امداد کی اپیل کی گئی تھی۔[6] "انتہاپسند قوتوں کا خاتمہ ضروری ہے۔ ناکامی آپشن نہیں ہے، ہمارے لئے نہ دنیا کیلئے۔ بین الاقوامی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم اپنے لئے بھی خندقوں میں اترے ہیں اور باقی دنیا کیلئے بھی۔"[7]

دہشت گردی کے خلاف جوابی کارروائی

آپریشن راہِ راست میں انسانی اور فوجی کامیابیوں اور سیاسی قیادت کے عزم کی بنا پر عوامی حکومت نے 17 اکتوبر 2009 کو جنوبی وزیرستان ایجنسی میں راہِ نجات کے نام سے آپریشن کا آغاز کیا۔ حالانکہ 2009 میں دہشت گرد حملوں اور ان کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد میں اضافہ ہوا لیکن حکومت کی عسکری کارروائی سے فاٹا اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو شدید نقصان پہنچا۔

"جب طالبان نے مالاکنڈ ڈویژن میں نظامِ عدل 2009 کی خلاف ورزی کی تو پھر حکومت نے بغیر کسی استثنیٰ کے جنگجوؤں کے ساتھ عدم مصالحت کی پالیسی کو اپناتے ہوئے پانچ ملٹری آپریشن کئے۔ ان میں راہِ راست کو بہت کامیابی ملی جس کی بدولت نہ صرف مالاکنڈ میں حکومت کی عملداری قائم ہوئی بلکہ اس علاقے میں جنگجوؤں کے عسکری ڈھانچے کو بھی ختم کر دیا گیا۔ سکیورٹی فورسز نے 2008 کے دوران 313 آپریشنل کارروائیاں کیں جبکہ 2009 کے دوران 596 کارروائیاں کی گئیں۔ اس سال (2009) میں 12866 جنگجو گرفتار ہوئے جن میں 75 القاعدہ اور 9739 مقامی طالبان، کالعدم قرار دی گئیں تنظیموں کے ارکان، اور بلوچ گروپوں سے ہیں۔"[8]

پاکستان سکیورٹی رپورٹ 2009،
پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پیس سٹڈیز، اسلام آباد



پاکستانی عوام نے انتہاپسندوں کے خلاف کارروائی کے لئے اپنی حکومت کی بھرپور حمایت کی۔

جنوبی وزیرستان میں چھپے ہوئے دہشتگردوں کے خلاف آپریشن راہِ نجات ریاست کی عملداری کو چیلنج کرنے والے دہشتگردوں کے خلاف عوامی حکومت کے پختہ عزم کی منطقی توسیع ہے۔ جنوبی وزیرستان کا معاملہ سوات مالاکنڈ سے یوں

6. آصف علی زرداری، "The Frontier Against Terrorism"، واشنگٹن پوسٹ، 22 جون 2009
7. ایضاً
8. پاکستان سکیورٹی رپورٹ 2009، پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پیس سٹڈیز، 2009، اسلام آباد، صفحہ نمبر 6

مختلف ہے کہ یہاں کے عوام کا ایسا کوئی مطالبہ نہیں جسے پورا کرنے سے حکومت کو تامل ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب سے عوامی حکومت اقتدار میں آئی ہے اس نے وزیرستان سمیت تمام قبائلی علاقوں کی معاشی اور سماجی ترقی کو اولین ترجیح دی ہے۔[9] لیکن جنوبی وزیرستان کے عوام کو ایسے خطرناک دہشت گردوں نے یرغمال بنایا ہوا تھا جو پاکستان کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور قبائلی علاقوں کو باقی ملک سے الگ کر کے اپنے لئے جرائم کی سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے۔ پاکستانی ریاست ان کے ساتھ 2004 سے مذاکرات کر رہی تھی اور کئی بار سمجھوتے بھی ہوئے لیکن یہ تھے کہ ہر بار عہد سے مکر جاتے تھے۔ عوامی حکومت نے آتے ہی واضح کر دیا تھا کہ بات چیت صرف ان سے ہو گی جو ہتھیار پھینک کر آئیں گے اور ریاست کی عملداری تسلیم

گھر سے بے گھر ہو جانے والوں کی دیکھ بھال اور واپس اپنے گھروں میں آبادی

سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں دہشت گردوں کے خلاف کامیاب فوجی کارروائی سے علاقے میں اگست 2009 تک امن قائم ہو گیا۔ اس دوران سوات اور مالاکنڈ سے نقل مکانی کرنے والے لاکھوں افراد کی دیکھ بھال اور کم سے کم وقت میں ان کی عارضی رہائش گاہوں سے اپنے گھروں کو واپسی اور تعمیر و ترقی کا کام بھی انجام دیا گیا۔



حکومت نے نقل مکانی کرنے والوں (IDPs) کی دیکھ بھال کے لئے تمام تر مادی اور انسانی وسائل کو متحرک کیا۔

دہشت گردوں کے خلاف مئی سے اگست 2009 تک جاری رہنے والے آپریشن راہ راست کے نتیجے میں متاثرہ علاقوں میں لوگوں کی بڑی تعداد کو ہجرت کرنا پڑی۔ ایک اندازے کے مطابق اس آپریشن کے نتیجے میں سوات اور مالاکنڈ سے تعلق رکھنے والے 25 لاکھ افراد کو اپنے گھر چھوڑ کر ملک کے مختلف حصوں میں ہجرت کرنا پڑی۔ متاثرین کو عارضی طور پر سکولوں اور حکومت کی عمارتوں میں آباد کیا گیا۔ کچھ خاندانوں کو کرائے پر حاصل کی جانے والی جگہوں پر رکھا گیا۔ آپریشن کے دوران عوامی حکومت کو دوہرے چیلنج کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک طرف علاقہ کو دہشت گردوں سے خالی کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف مہاجرین کی دیکھ بھال کا کام بھی ہو رہا تھا۔ اس نے مہاجرین کے دل جیت لئے۔ اس میں تھوڑی سی لاپرواہی بھی ایک عظیم انسانی سانحہ کا باعث بن سکتی تھی۔

عوامی حکومت نے مہاجرین کی بحالی اور ان کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے کے لیے اپنے تمام وسائل بھرپور طریقے سے استعمال کیے۔ وزیر اعظم کی خصوصی ہدایت پر مہاجرین کی دیکھ بھال اور بحالی کیلئے خصوصی گروپ بنایا گیا جس کا کام خیبر پختونخوا میں قائم 30 کیمپوں کی مناسب دیکھ بھال تھا۔ آپریشن راہ راست کی کامیابی کی وجہ سے اس وقت تک سوات، مالاکنڈ اور دیہات سے ہجرت کرنے والے 16 لاکھ افراد اپنے علاقوں میں واپس جا چکے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں قائم 13 کیمپ بند کر دیئے گئے ہیں جبکہ 17 کیمپ ابھی تک کھلے ہوئے ہیں۔

عوامی حکومت نے مہاجرین کی بحالی کے لیے 50 ارب روپے کا فنڈ قائم کیا ہے تا کہ دہشت گردی کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے عالمی طور پر کی جانے والی باتوں اور امداد دینے کے وعدوں کے باوجود اگر کوئی رقم نہ مل سکے یا اس کے ملنے میں تاخیر ہو تو دہشت گردی کا شکار عوام بے آسرا نہ بیٹھے رہیں۔ سوات اور مالاکنڈ کے دہشت گردی سے متاثر 222180 افراد میں اب تک ویزہ کارڈ کے ذریعہ 5.75 ارب روپے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ باجوڑ اور باقی قبائلی ایجنسیوں کے دہشت گردی سے متاثرہ پاکستانیوں کو بھی اس طرح کی امداد دی جا رہی ہے۔ مہاجرین کی سلامتی اور دیکھ بھال کیلئے عوامی حکومت اور ریاستی اداروں کے زبردست بندوبست کو ملکی اور عالمی حلقوں خصوصاً سوات اور باجوڑ کے عوام نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ دہشت گردی کے خلاف فیصلہ کن جنگ میں حکومت کی صلاحیت اور نیت پر عوام کا یہ اعتماد ہی دراصل فیصلہ کن ثابت ہوا۔

9۔ سال 2008-09 کے وفاقی بجٹ میں حکومت نے [illegible] 21.2 [illegible] 23.3 [illegible] 10% [illegible] 7 [illegible] 2010 [illegible] 50 [illegible] 01% [illegible] 18 [illegible] 2010 [illegible]

کریں گے۔

آج اُن دہشت گردوں نے پاکستانی ریاست اور عوام کے خلاف کھلی جنگ کا آغاز کر دیا ہے اور وہ ریاستی اداروں اور عوامی مقامات کو دہشت گردی کا نشانہ بنا رہے ہیں جس کی وجہ سے ہر روز معصوم پاکستانی شہری اور سپاہی شہید ہو رہے ہیں۔ اس صورتحال میں حکومت کیونکر ان کے ساتھ مذاکرات کرے؟ مذاکرات کس بارے میں ہوں؟ کیا جنوبی وزیرستان اور قبائلی علاقہ جات دہشت گردوں کے حوالے کرنے کیلئے؟

پاکستان کے عوام اپنے وطن سے دہشت گردی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ وہ قانون کی عملداری، امن، استحکام اور سلامتی چاہتے ہیں۔ عوامی حکومت یہ سب مہیا کرنے کی پابند ہے اور ہر قیمت پر ایسا کرے گی۔ آپریشن راہ نجات جاری ہے اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک قومی سلامتی کے مقاصد پورے نہیں ہو جاتے۔

دہشت گردی سے سب سے زیادہ نقصان پاکستان کا ہو رہا ہے

بہت سی تباہی اور جانی نقصان کے باوجود پاکستان کے باہمت عوام اور اُن کی منتخب کردہ حکومت نے دہشت گردوں کے سامنے ڈٹ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی عالمی جنگ کے دہانے پر کھڑے پاکستان نے خون، پسینے، آنسوؤں اور کاروبار کی مندی سمیت اس جنگ کو بہت بیاج دیا لیکن دنیا کی بدترین دہشت گردی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جس کا اِس جنگ سے اتنا نقصان ہوا ہو۔ سو تعجب نہیں ہونا چاہئے جو 23 مارچ 2010 کو صدرِ مملکت جناب آصف علی زرداری کے ہاتھوں ایوارڈ لینے والوں میں سب سے بڑی تعداد شہیدوں کے بچوں اور بیواؤں کی تھی۔ انسانیت سے عاری دہشت گردوں کو للکارنے اور شکست دینے والے عام آدمیوں، فوج اور پولیس کے سپاہیوں اور حکومت کے اہلکاروں کی جرأت کی کہانیاں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔ ہر citation ہمت کی الگ داستان پیش کرتی تھی۔ اپنی سب سے



آپریشن "راہ راست" کو عسکری اور انسانی لحاظ سے کامیابی حاصل ہوئی اور عوامی حکومت کو اس کی انسدادِ دہشت گردی پالیسی میں تقویت ملی۔

قیمتی متاع اس جنگ کی نظر کر دینے والے آصف علی زرداری جب اپنے وطن کیلئے جان دینے والے جواں ہمتوں کے ایوارڈ اُن کے بچوں کو دیتے تو دہشت گردوں کو شکست دینے کا عزم کبھی صدرِ مملکت کے چہرے سے عیاں ہوتا اور کبھو اُن بچوں کی آنکھوں سے۔

دہشت گرد حملوں اور ان سے ہونے والی اموات کے اعداد و شمار دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ پاکستان کا اس جنگ میں کتنا بڑا نقصان ہوا۔ 2008 کے دوران پاکستان میں 2148 دہشت گرد حملے ہوئے جس سے 6825 افراد متاثر

دہشت گردی سے ہونے والے انسانی نقصان کا جائزہ

سال	کل حملے	سالانہ اضافہ (%)	شہید	زخمی
2006	675	159%	907	1543
2007	1503	129%	3448	5353
2008	2577	43%	7997	9670
2009	3816	48%	12632	12815

ہوئے جن میں سے 2267 شہید ہو گئے۔[10] پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز کی رپورٹ کے مطابق فقط خودکش حملوں کے نتیجے میں ایک ہزار کے قریب افراد ہلاک ہوئے جبکہ تقریباً دو ہزار افراد پوری عمر کیلئے معذور ہو گئے۔[11] اس برس ملک میں کل 63 خودکش حملے ہوئے جن میں سے 32 صرف خیبر پختونخواہ میں ہوئے جن میں ایک ہزار کے قریب پاکستانی شہید یا زخمی ہوئے۔ پنجاب میں ہونے والے 10 حملوں کے نتیجے میں 201 افراد شہید اور 580 زخمی ہوئے، فاٹا میں 16 حملے ہوئے جن میں 263 شہید اور 497 زخمی ہوئے۔[12]

ان اعداد و شمار میں میدانِ جنگ اور اس کے قریب ہونے والی شہادتیں شامل نہیں جن کے نتیجے میں 5500 افراد زخمی یا شہید ہوئے۔ (کم از کم 3182 شہید اور 2267 زخمی) ان شہادتوں میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا۔[13] 2006 میں دہشت گرد حملوں میں 907 شہید اور 1543 زخمی ہوئے۔ شہادتوں کی تعداد 2007 میں ایک دم بڑھ کر 3,448 تک چلی گئی۔[14]

اگر ان اعداد و شمار میں دہشت گردوں کے ساتھ لڑائی، فرقہ وارانہ فسادات اور جاسوسی طیاروں کے حملوں کو بھی شامل کیا جائے تو 2008 میں 8000 عام لوگ اور فوجی شہید اور 10,000 زخمی ہوئے۔ اس طرح سیاسی مقاصد کیلئے کی جانے والی اس دہشت گردی کی وجہ سے 2008 میں کل 18000 پاکستانیوں کی جانیں گئیں۔

'کیا دنیا پاکستان میں ہونے والے اس انسانی المیے سے آگاہ ہے۔ Do More کی تکرار سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کو ہماری نیت پہ شک ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ ہم دنیا کو سمجھا ہی نہ سکے کہ ہم پہ ان دنوں میں کیا کچھ بیت گئی۔ مغربی دنیا کے پالیسی سازوں کو خبر ہی نہیں کہ دہشت گردی کی لعنت سے ہم پاکستانیوں کی زندگی کس طور متاثر ہوئی ہے۔ پاکستان کے شہیدوں اور زخمیوں کو دیکھیں تو صاف کھل جاتا ہے کہ بھارت کا اس کے مقابلے میں کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔ لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دنیا ایسا نہیں سمجھتی۔ دراصل دنیا دہشت گردی کی اُن محفوظ پناہگاہوں کے بارے میں متفکر ہے جو اُن کے خیال میں پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں پائی جاتی ہیں۔ اس بنا پر ہم دنیا کی ہمدردی سے محروم رہتے ہیں'۔[15]

پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز کی تازہ رپورٹ کے مطابق سال 2009 کے دوران پاکستان میں دہشت گردی، فتنہ انگیزی اور تفرقہ بازی کی کل 2586 وارداتیں ہوئیں جن میں 3021 افراد ہلاک اور 7334 زخمی ہوئے۔[16] سب سے زیادہ حملے خیبر پختونخواہ میں ہوئے جن کی تعداد 1137 رہی



دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی کی حیثیت سے پاکستان جانی، مالی اور اقتصادی لحاظ سے دنیا کے کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ قیمت ادا کر رہا ہے۔

جبکہ اُس کے بعد بلوچستان میں 792 اور فاٹا میں 559 وارداتیں رپورٹ ہوئیں۔[17] پنجاب میں 46 حملے ہوئے، سندھ میں 30، اسلام آباد میں 12 اور گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں پانچ پانچ دہشت گردی کی وارداتیں ہوئیں۔[18] اگر اس کے ساتھ سیکورٹی فورسز پر حملوں اور دہشت گردوں کے ساتھ مقابلہ کو شامل کر لیا جائے اور اس کے ساتھ امریکہ اور ناٹو فورسز کے حملے بھی شامل کئے جائیں تو 12632 افراد ہلاک اور 12815 افراد زخمی ہوئے۔[19]

پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز کے مطابق دہشت گردوں نے 2009 میں نہ صرف حملے جاری رکھے بلکہ نئی اور زیادہ جارحانہ ترکیبیں استعمال میں لائے اور اپنے 'معمول کے نشانوں' سے ہٹ کر بھی وار کئے۔[20] 2009 میں ہونے والے 87 خودکش حملے پچھلے سال سے 32 فیصد زیادہ تھے جن میں 1299 جانیں گئیں اور 3633 لوگ زخمی ہوئے۔[21]

پاکستان باقی ممالک کی نسبت دہشت گردوں کے بزدلانہ حملوں سے زیادہ بری طرح متاثر ہوا ہے۔ انٹرپول کے سیکرٹری جنرل رونالڈ کے نوبل نے 23 دسمبر 2008 کو اپنے پاکستان کے دورے کے دوران اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔[22]

"دہشت گردی نے معاشرے کے ہر حصے کو متاثر کیا ہے۔ اپنی روزمرہ زندگی کے کام کرتے ہوئے معصوم خاندانوں سے لے کر ستمبر 2008 میں میریٹ ہوٹل پر ہونے والے بم حملے میں مرنے والے پرائیویٹ سیکورٹی گارڈز کی ہلاکتوں تک آپ

10۔ محمد علی صدیقی کا آرٹیکل "8000 Dead: is the world aware?" ڈان 26 اپریل 2009
11۔ ایضاً
12۔ ایضاً
13۔ ایضاً
14۔ ایضاً
15۔ ایضاً
16۔ پاکستان سکیورٹی رپورٹ 2009، پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پیس سٹڈیز، جنوری 2009، اسلام آباد p.4

17۔ ایضاً
18۔ ایضاً
19۔ ایضاً
20۔ ایضاً، صفحہ نمبر 2
21۔ ایضاً
22۔ روزنامہ جنگ، 24 دسمبر 2008۔
23۔ ایضاً

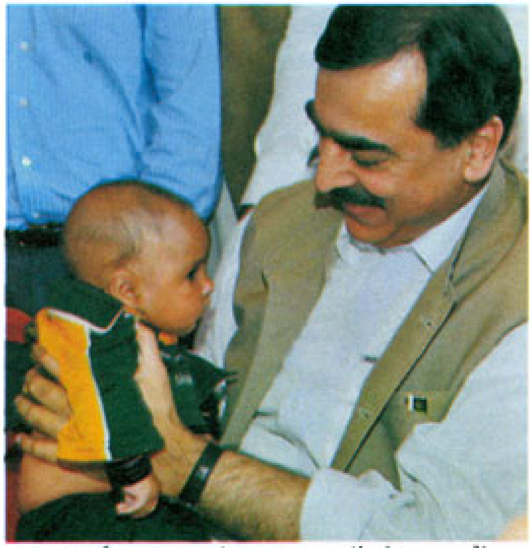
کی پولیس سروسز کے ممبران جو کہ اپنی خدمات انجام دیتے ہوئے نشانہ بنائے جا رہے ہیں اور اہم ترین منتخب شخصیات جیسے سابق وزیرِاعظم شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کہ جن کو ایک سال پہلے شہید کیا گیا۔۔۔۔۔صرف پچھلے سولہ ماہ کے دوران ہونے والی ہلاکتوں سے دنیا کو باور ہو جانا چاہئے کہ پاکستان دہشت گردی کو روکنے، اور اس سے لڑنے کے علاوہ خود اُس سے متاثر بھی ہوا ہے۔"[23]

اسی طرح دہشت گرد حملوں اور حکومت کی جوابی کارروائیوں میں پاکستان کو شدید معاشی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ نومبر 2008 میں نیویارک میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی نے بتایا کہ 2001 سے اب تک دہشت گردی کے خلاف جنگ میں مجموعی طور پر پاکستان کا 34.5 ارب ڈالر کا معاشی نقصان ہوا ہے۔[24]

حکومت کی غربت کم کرنے کی حکمتِ عملی (PRSP-II) کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جنگ کا حصہ ہونے کی بنا پر برآمدات، بیرونی سرمایہ کاری، نجکاری، صنعتی پیداوار میں کمی اور ٹیکس وصولیوں کی مد میں مالی سال 05-2004 سے 09-2008 کے دوران پاکستانی معیشت کو 2.080 کھرب روپے کا دھچکا لگا۔[25] اس دستاویز کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتیجے میں متاثرہ علاقوں میں بے روزگاری بڑھی ہے۔[26] آئے دن کی بمباری، امن وامان کی خراب صورتحال اور بےگھری نے پاکستان کے سماجی اور اقتصادی ڈھانچے کو متاثر کیا ہے۔

PRSP-II کے مطابق[27]

گیارہ ستمبر 2001 کو امریکہ پر ہونے والے حملے کے نتیجے میں دہشت گردی کے خلاف شروع ہونے والی مہم کی وجہ سے پاکستان کے بجٹ پر خاصا دباؤ آ گیا۔ انسانی جانوں کے زیاں اور ہجرت کے اخراجات کے علاوہ امن وامان کے اداروں کے لیے زیادہ رقم مختص کرنے کی بنا پر پورے ملک خصوصاً قبائلی علاقہ جات اور خیبر پختونخواہ میں ترقیاتی منصوبوں کیلئے وسائل کم پڑنے لگے۔ متاثرہ علاقوں میں جاری بہت سے منصوبے تاخیر کا شکار ہوئے جس سے لاگت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف مہم کے آغاز سے ہی ملک میں ایک بےیقینی کی فضا پھیل گئی جس کی بنا پر بہت سے لوگوں نے اپنا سرمایہ ملک سے باہر منتقل کرنا شروع کر دیا اور مارکیٹ پر مندی چھا گئی جس سے بیرونی سرمایہ کار جھنجھلا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس بات کا خدشہ ہے کہ قبائلی علاقہ جات اور خیبر پختونخواہ میں جاری دہشت گردی کے خلاف مہم سے گذشتہ کچھ برسوں سے بڑھتی بیرونی سرمایہ کاری بری طرح متاثر ہو سکتی ہے۔ اس جنگ سے قرضہ لینے کیلئے پاکستان کی ساکھ بھی متاثر ہوئی ہے جس سے مارکیٹ سے قرضہ لینا پہلے سے مہنگا ہو گیا ہے۔[28]



وزیرِاعظم سید یوسف رضا گیلانی کی زیرِ قیادت موجودہ عوامی حکومت متاثرین دہشت گردی (IDPs) کی حفاظت کیلئے تمام تر جسمانی اور انسانی وسائل کو بروئے کار لائی ہے

پاکستان کے دوستوں کو بھی آگے آنا چاہئے

دہشت گردی ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور پاکستان تنہا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ عالمی دہشتگردی کی جڑیں، کہ جس کا اس وقت پاکستان سب سے بڑا شکار ہے، گذشتہ تین دہائیوں کے دوران جنوبی اور مغربی ایشیا کے علاقے میں بنتی ہوئی عالمی تاریخ میں ملیں گی جس میں بڑی بڑی طاقتوں نے حصہ لیا۔ لیکن پھر تاریخ کا یہ بوجھ اکیلے پاکستان کے کندھوں پر آ پڑا اور یوں دنیا کی دوسری بڑی طاقت کو شکست دینے کا دعویٰ کرنے والوں پر کھلا کہ جنگ تو اپنے صحن میں لڑی جا رہی تھی، نقصان تو سارا اپنا ہوا ہے۔ اگر دنیا اس علاقے میں دیرپا امن کی خواہاں ہے اور یہاں سے انتہا پسندی کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنا چاہتی ہے تو اُسے پاکستان کا بوجھ بانٹنا ہوگا۔

'میری نظر میں دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے اس نازک موڑ پر پاکستان جیسے بڑے پیمانے پر دہشت گردی جھیلنے والے کسی بھی ملک کو عالمی مدد کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ سرزنش کی۔' انٹرپول کے سیکرٹری جنرل رونالڈ کے نوبل نے دسمبر 2008 میں اپنے دورۂ پاکستان کے موقع پر کہا۔[29]

اسی مقصد کے حصول کے لیے عوامی حکومت نے 26 ستمبر 2008 میں نیویارک میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر جمہوری پاکستان کے دوستوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا مقصد عالمی برادری کو مستحکم پاکستان کیلئے جمہوریت کی اہمیت باور کرانا اور پاکستانی عوام کی سماجی و اقتصادی ترقی اور انتہا پسندی اور دہشت

24۔ دی نیوز انٹرنیشنل، 13 نومبر 2008
25۔ دی نیوز انٹرنیشنل، 15 نومبر 2008
26۔ ایضاً
27۔ ایضاً
28۔ دی نیوز انٹرنیشنل، 15 نومبر 2008



24 ستمبر 2009 کو نیویارک میں منعقدہ دوسری سربراہ کانفرنس میں 'احباب جمہوری پاکستان' کے معدوں کا اعادہ کیا گیا۔

گردی کے چیلنجز سے نمٹنے کیلئے بین الاقوامی مدد حاصل کرنا تھا۔

'جمہوری پاکستان کے دوست' کے اولین ارکان میں برطانیہ، فرانس، جرمنی، امریکہ، چین، متحدہ عرب امارات، کینیڈا، ترکی، آسٹریلیا اور اٹلی کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ اور یورپی یونین شامل ہیں۔ اپریل 2009 میں ٹوکیو میں ڈونرز کانفرنس اور 'جمہوری پاکستان کے دوست' کے وزارتی اجلاس میں انتہا پسندی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے استحکام کے لیے 5.2 ارب ڈالر کی منظوری دی گئی۔ "ہم لڑنے کیلئے تیار ہیں" صدر مملکت جناب آصف علی زرداری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا[30] "یہ (طوفان بلا) ہماری سرحد تک محدود نہیں رہے گا۔ اگر ہم ہارتے ہیں تو آپ بھی ہار جاتے ہیں۔ ہماری شکست دنیا بھر کی شکست ہے۔"[31]

24 ستمبر 2009 کو نیویارک میں 'جمہوری پاکستان کے دوست' کی سربراہی کانفرنس ہوئی جس کی مشترکہ صدارت جناب آصف علی زرداری، امریکی صدر بارک اوباما اور برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن نے کی۔ کانفرنس میں دوست ملکوں نے اپنے اپنے وعدوں کی تجدید کی۔ "بین الاقوامی برادری کو اب امداد کے وعدے پورے کرنے چاہئیں" صدر آصف علی زرداری نے سربراہی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "ہم نے پہلے جمہوری سال میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں یہ کسی ایک فرد کی کامیابی نہیں بلکہ تمام قوموں کی کامیابی ہے۔"[32] انہوں نے کہا۔ "ہم نے سوات میں انتہاپسندوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ یہ صرف پاکستان کی نہیں دنیا کے جمہوریت پسندوں کی فتح ہے۔ حالات اب پہلے سے بہتر ہوئے ہیں۔ معاشی خوشحالی سے ہمارے سیاسی حالات بہتر ہوں گے۔ آپ سب نے دہشت گردی کی لعنت کے خلاف اس جنگ میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ یہ جنگ ہم اپنے لئے اور پوری انسانی برادری کیلئے لڑ رہے ہیں۔ ہمارے عوام دہشت گردوں کے نظریے اور چالوں کے خلاف متحد ہیں۔ ہم نے عزم اور یقین کا ثبوت دیا ہے۔"[33]

اس طرح عوامی حکومت ان ہواباز کے امریکی جاسوس طیاروں کے پاکستانی علاقے میں دہشت گردوں کے خفیہ ٹھکانوں پر حملوں کے بارے میں واضح موتقف رکھتی ہے۔ یہ حملے بند ہونے چاہئیں کیونکہ یہ پاکستان کی جغرافیائی سلامتی کے خلاف ہیں۔ خود حملے کرنے کی بجائے امریکہ کو چاہئے کہ یہ طیارے پاکستان کو دے تاکہ ہم خود اپنے علاقے میں دہشت گردوں کے خفیہ ٹھکانوں کو ڈھونڈ بھی سکیں اور انہیں تباہ کرنے کے قابل بھی ہو سکیں۔

"پاکستان کو اپنی سرزمین کا دفاع کرنا بخوبی آتا ہے۔ ہم جانتے ہیں یہ دہشت گرد کون لوگ ہیں۔"[34] وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن کے ساتھ ملاقات میں کہا۔ "امریکہ کو چاہئے کہ وہ فوری طور پر ہمارے ہمسائے افغانستان کے اندر سے جاسوسی طیاروں کے ذریعے حملوں کا سلسلہ بند کر کے یہ ٹیکنالوجی پاکستان کو بھی فراہم کرے تاکہ ہم دہشت گردوں کا زیادہ بہتر طور پر مقابلہ کر سکیں۔"[35]

کسی کو پاکستان کی حاکمیت اور جغرافیائی سلامتی پر کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔ پاکستان اپنے اندرونی معاملات خود حل کر سکتا ہے۔ ہمارا دفاع مضبوط ہے اور ہم اس سلسلے میں کوئی بیرونی دباؤ برداشت نہیں کریں گے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عوامی حکومت اُس وقت زیادہ مضبوطی دکھا پائے گی جب پاکستان کے اتحادی اپنے وعدے پورے کریں گے۔



پاکستان کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کے بارے میں کسی کے ذہن میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

29۔ ایضاً
30۔ ایضاً
31۔ ایضاً
32۔ روزنامہ ڈان، 24 ستمبر 2009
33۔ دی نیشن، 18 اپریل 2009
34۔ ایضاً
35۔ روزنامہ ڈان، 25 ستمبر 2009

پارلیمنٹ کے قومی سلامتی پر بند کمرے کے اجلاس (8 تا 22 اکتوبر 2008) میں منظور ہونے والی متفقہ قرارداد

پارلیمنٹ کے بند کمرے کے اس مشترکہ اجلاس کی رائے میں انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور دہشت گردی کی تمام اقسام ملکی سلامتی کیلئے شدید خطرہ ہیں۔ اجلاس میں یاد دہانی کرائی گئی کہ آمرانہ ادوار میں اپنے ذاتی اقتدار کی خاطر قومی مفاد کو داؤ پر لگا دیا گیا۔

یہ ایوان گہرے غور وخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قانون سازی، ادارہ سازی، عوام کو تشدد سے بچانے، دہشت گردی کو جڑوں سے اکھاڑنے، معیشت کی بحالی اور پسماندہ طبقات کے لیے ترقی کے مواقع فراہم کرنے کے لیے (ہمیں مندرجہ ذیل اقدامات کرنا ہونگے جن کا) ہم سب وعدہ کرتے ہیں کہ :

1- ہمیں قومی سلامتی اور دہشت گردی سے نمٹنے کی حکمت عملی کو پھر سے دیکھنا ہوگا تاکہ ہم ایک آزادانہ خارجہ پالیسی اختیار کرتے ہوئے ملک اور خطے میں امن و استحکام بحال کرسکیں۔

2- عسکریت پسندی اور شدت پسندی کا مقابلہ کرنے کیلئے اصل شراکت داروں سے بات چیت کرنا ہوگی۔

3- قوم اس لعنت کا مقابلہ کرنے کیلئے متحد ہے اور بہت واضح اور کھلا پیغام دینا چاہتی ہے کہ ہم دہشت گردی کے تمام مظاہر کی مذمت کرتے ہیں جن میں تفرقہ بازی، فقہی اختلاف کی بنیاد پر نفرت اور تشدد کا استعمال شامل ہے۔ ہم دہشت گردی کے خلاف پختہ عزم رکھتے ہیں، ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور اس کی بنیاد سے اسے پکڑیں گے۔

4- پاکستان کی قومی اور علاقائی سلامتی کی حفاظت کی جائے گی۔ قوم وطن کے کسی حصے کو الگ کرنے یا اس پر دہشت گردوں کے قبضے یا عملداری کی ہرگز اجازت نہیں دے گی۔ ہم حکومت سے سفارش کرتے ہیں کہ ان سے مؤثر طور پر نمٹا جائے۔

5- پاکستان کی سرزمین کسی دوسرے ملک پر حملہ کرنے کیلئے استعمال نہیں کرنے دی جائے گی اور تمام غیر ملکی عسکریت پسندوں کو ملک سے نکال باہر کیا جائے گا۔

6- اب مذاکرات کو تنازعات کے حل میں بنیادی اہمیت دی جانی چاہئے۔ مذاکرات صرف ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جو پاکستان کے آئین اور قانون کی پابندی کرنے پر تیار ہوں۔

7- متاثرہ علاقوں خصوصاً قبائلی علاقہ جات اور خیبر پختونخواہ کی ترقی پر بھرپور توجہ دی جائے تاکہ امن کیلئے وسیع تر حمایت حاصل کی جائے۔ نئے معاشی مواقع پیدا کئے جائیں گے تاکہ ان پسماندہ علاقوں کو ملک کے دیگر علاقوں کے برابر لایا جاسکے۔

8- بلوچستان کے عوام کے ساتھ سیاسی مذاکرات، شکایتوں کے ازالے اور وسائل کی تقسیم کا عمل تیز کیا جائے گا۔

9- ریاست قانون کی عملداری قائم رکھے گی اور جب بھی اس کو لوگوں کی جان ومال کی سلامتی کی خاطر کارروائی کرنا پڑے تو میدان جنگ کے آس پاس غیر مسلح عوام کو نقصان سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

10- وفاق کو کثیر الجماعتی جمہوری عمل، سماجی انصاف، مذہبی اقدار اور رواداری کے علاوہ 1973 کے آئین کے مطابق صوبوں کے درمیان وسائل کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے مضبوط کیا جائے۔

11- ریاست فسادزدہ علاقوں میں اپنی عملداری قائم کرے گی اور لوگوں کا اعتماد بحال کرنے کیلئے روایتی طریقہ (جرگہ) استعمال کیا جائے گا اور قانون نافذ کرنے والی غیر فوجی ایجنسیوں کی صلاحیت میں اضافہ کرکے فوج کو جلد از جلد واپس بلایا جائے گا۔ باہم مشورے سے علاقے میں ایک مناسب سیاسی نظام بھی متعارف کروایا جائے گا۔

12- پاکستان کے تزویری مفادات کیلئے مشرقی اور مغربی سرحدوں کے ذریعے علاقائی امن اور تجارت کو فروغ دیا جائے۔

13- اندرونی سیکورٹی کے نظام کو اداروں کی سطح پر منظم کیا جائے۔ دہشت گردی کا نشانہ بننے والوں کو امداد دی جائے اور گھر سے بے گھر ہونے والوں کو جلد از جلد اپنے گھروں میں دوبارہ آباد ہونے کیلئے ہر ممکن امداد دی جائے اور دہشت گردی کے مزید علاقوں تک پھیلنے کے خطرات کا سدباب کیا جائے۔ میڈیا کے استعمال اور مذہبی شمولیت کے ذریعے دہشت گردی کے خلاف قومی اتفاق رائے پیدا کیا جائے۔

14- پارلیمان کی ایک خصوصی کمیٹی بنائی جائے گی جو اس قرارداد میں متعین شدہ اصولوں پر عملدرآمد کیلئے رہنمائی مہیا کرے گی اور گاہے بگاہے پیشرفت کا جائزہ لیتی رہے گی۔ یہ ایوان اسپیکر قومی اسمبلی کو دونوں ایوانوں کے پارلیمانی قائدین سے مشاورت کے ذریعے کمیٹی بنانے کا اختیار دیتا ہے۔ کمیٹی اپنی میٹنگ کے ذریعے اپنا ضابطہ کار تیار کرے گی۔

سوات کے مسئلہ پر قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد۔ 19 جنوری، 2009

1- اس ایوان نے سوات کے علاقہ میں گزشتہ دو سالوں کے دوران دہشت گردی کے ذریعے عورتوں کے حقوق، سماجی آزادیوں اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا سخت نوٹس لیا ہے۔ سوات اور فاٹا پاکستان کا حصہ ہیں اور ان کو وہ تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں جو آئینِ پاکستان کے مطابق تمام پاکستانی شہریوں کو حاصل ہیں۔

2- یہ ایوان سوات میں طالبان کی طرف سے لڑکیوں کی تعلیم پر لگائی جانے والی پابندی کو مسترد کرتا ہے۔ شہریوں خصوصاً خواتین کی آمدورفت پر پابندی اور اُن کو حاصل بنیادی آزادیوں پر قدغن لگانے کا عمل سراسر غیر اسلامی اور غیر منصفانہ ہے اور ایسا کرنے والے آئین اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

3- یہ ایوان سوات میں بچیوں کے سکول اور کالج تباہ کرنے والے دہشت گردوں کی مذمت کرتا ہے۔ ہم ان شرمناک اقدامات کو پاکستان کی تہذیب اور سلامتی کے خلاف خطرہ سمجھتے ہیں۔

4- یہ ایوان سوات میں تباہ کر دیئے گئے لڑکیوں کے سکولوں کی دوبارہ تعمیر اور سوات میں سکول جانے والے بچوں کی حفاظت یقینی بنانے کا مطالبہ کرتا ہے۔

5- یہ ایوان مذہب کا بہانہ بنا کر سوات کے شہریوں کا استحصال کرنے والے دہشت گردوں کی مذمت کرتا ہے۔ اس سے جان و مال کے نقصان کے علاوہ سماجی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے کی تباہی بھی ہوئی ہے۔ ایوان نے سخت تشویش کے ساتھ نوٹ کیا ہے کہ سوات کے شہری خصوصاً خواتین خوف کے سائے تلے زندگی بسر کر رہے ہیں اور دہشت اور تشدد کے ذریعے نافذ کی گئی غیر انسانی پابندیوں کے سبب معمول کی زندگی گذارنے سے قاصر ہیں۔

6- یہ ایوان سوات کے شہریوں کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کرتا ہے اور غیر ریاستی عناصر کی دہشت گردی سے اُن کی حفاظت کیلئے اُٹھ کھڑے ہونے کی یقین دہانی کرواتا ہے۔

7- یہ ایوان سوات اور قبائلی علاقوں میں دہشت گردی کا بھرپور جواب دینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس ردِعمل میں امن و امان کی بحالی، شہریوں کے بنیادی حقوق کی بحالی، اور اس کے بعد سماجی اور اقتصادی ترقی کی منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے، جس سے علاقے کا بنیادی ڈھانچہ بحال ہو سکے اور مستقبل میں روزگار اور ترقی کے مواقع میسر آ سکیں۔

سوات اور مالاکنڈ ڈویژن کے بارے میں آل پارٹیز کانفرنس کی قرارداد 19 مئی 2009

حکومت پاکستان کی جانب سے سوات اور مالاکنڈ ڈویژن، خیبر پختونخواہ میں موجود صورتحال پر قومی اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے ایوان وزیراعظم اسلام آباد میں کل جماعتی کانفرنس طلب کی گئی۔ اجلاس نے بریفنگ اور تفصیلی غوروخوض کے بعد حسب ذیل کی صورت میں اظہار کیا کہ:

1۔ 22 اکتوبر 2008ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں منظور ہونے والی متفقہ قرارداد کی یاددہانی کی گئی۔

2۔ 22 اکتوبر 2008ء کو منظور ہونے والی قرارداد اور اس قرارداد کے مطابق قومی سلامتی کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات کی حمایت کا اعادہ کیا اور اس پر جلد عمل درآمد کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

3۔ پاکستان کے آئین اور ریاست کی خودمختاری کے تحفظ اور دفاع کیلئے اپنے عزم کی تجدید کی۔

4۔ ریاست کی عملداری قائم کرنے اور برقرار رکھنے اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

5۔ پاکستان کے آئین اور ریاست کو درپیش تمام پرتشدد چیلنجوں کی مذمت کی گئی۔

6۔ سیکورٹی اہلکاروں اور معصوم شہریوں کی شہادت پر گہرے افسوس کا اظہار کیا گیا۔

7۔ کہا گیا کہ شہریوں کی سلامتی سب سے مقدم ہے۔ یقینی بنایا جائے کہ نہتی شہری آبادی کا کم سے کم نقصان ہو۔

8۔ از سر نو زور دیا گیا کہ نقل مکانی کرنے والے لوگوں کے تحفظ، فلاح و بہبود اور ان کی متعلقہ علاقوں میں دوبارہ آبادکاری کو یقینی بنایا جائے۔

9۔ پاکستان کے عوام پر زور دیا کہ وہ نقل مکانی کرنے والے اپنے بہن بھائیوں کی مشکلات کو کم کرنے کیلئے ایک قوم ہونے کا ثبوت دیں۔

10۔ زور دیا گیا کہ پاکستان ایک متحرک اور فعال جمہوریت ہے۔

11۔ از سر نو عزم کیا گیا کہ پاکستان کے جوہری اثاثے ایک موثر کمانڈ اینڈ کنٹرول اتھارٹی کے تحت ہیں۔

12۔ زور دیا گیا کہ فوجیوں کی تعیناتی سمیت عسکری معاملات کے حوالے سے تزویراتی فیصلے کرنا صرف ریاست پاکستان کا استحقاق ہے۔

13۔ سراہا گیا کہ دہشتگردی کے خلاف جنگ میں پاکستانی عوام کی بے مثل جانی، سیاسی اور اقتصادی قربانیاں دنیا کے کسی بھی اور ملک سے زیادہ ہیں۔

14۔ ڈرون حملوں سمیت پاکستان کی سیاسی، اقتصادی اور علاقائی خودمختاری کی خلاف ورزی کی مذمت کی گئی۔

15۔ واضح کیا گیا کہ پاکستان ایک خودمختار ملک ہے اور اسے دی جانے والی اقتصادی یا فوجی امداد کے ساتھ شرائط عائد کرنا غیر سودمند ہوگی۔

16۔ عزم کیا گیا کہ:

i۔ سوات اور مالاکنڈ ڈویژن میں فسادات کے تناظر میں قوم کو متحد کرنے،

ii۔ نقل مکانی کرنے والوں کی سلامتی اور فلاح و بہبود کیلئے اجتماعی کوششیں کرنے

iii۔ دہشتگردی، انتہاء پسندی اور فرقہ واریت کے سدباب کیلئے قوم کو یکجا کرنے کیلئے کوششیں کی جائیں۔



وفاق کا استحکام

"میں ضمیر کا قیدی رہا ہوں لیکن اس نے کبھی مجھے تاریخ کا قیدی نہیں بننے دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ سے سبق سیکھتے ہوئے میں اپنے فیصلہ کو انتقام اور تلخ یادوں کی سیاست کے تابع نہیں ہونے دوں گا" [1]

صدر پاکستان آصف علی زرداری

جب عوامی حکومت نے فروری 2008ء کے انتخابات کے بعد اقتدار سنبھالا تو پاکستان سیاسی طور پر منقسم تھا، آئین مسخ ہو چکا تھا، بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں جاری تھیں، وفاق کو ٹوٹ پھوٹ کا سامنا تھا اور معاشرہ انتہا پسند مذہبی تشدد سے خون آلود تھا۔ ماضی کے ان چیلنجوں سے نمٹنا اور پاکستان میں ایک آزاد اور جمہوری مستقبل کی تشکیل ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔

گزشتہ دو برسوں میں عوامی حکومت نے سیاسی مفاہمت کے عمل اور متنوع سیاست کے اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے قوم کو درپیش ان سنگین چیلنجوں پر توجہ مرکوز کی اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

مفاہمت اور تنوع کی سیاست

بلوچستان حقوق بحال کر کے تقویت بخش انصاف کے ذریعے مفاہمت کی ایک مثال ہے۔[2] بلوچستان کے حوالے سے عوامی حکومت کی مفاہمت کی حکمت عملی ماضی کے غلط اقدامات کو درست کرنے اور مختلف عناصر کی جانب سے کی گئی ناانصافیوں کو تقویت بخش انصاف کے ذریعے ختم کرنے پر مبنی ہے۔[3] ماضی کی ناانصافیوں پر صدر آصف علی زرداری کا بلوچ قوم سے معافی مانگنا اس ضمن میں پہلا اہم قدم تھا۔ بالآخر حکومت نے "آغاز حقوق بلوچستان" تشکیل دیا اور 24 نومبر 2009ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں پیش کیا۔

اس اقدام کا اہم ترین جزو صوبائی خود مختاری اور صوبائی وسائل پر اختیار کے معاملہ کو تسلیم کرنا ہے جو پارلیمانی آئینی اصلاحات کمیٹی کے ایجنڈے میں شامل کیا گیا اور اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے صوبوں کو خود مختاری دے دی گئی۔

خیبر پختونخواہ کی تجویز شناخت کے ذریعے مفاہمت کی ایک مثال ہے۔ جمہوری اور اتحادی حکومت کا شمال مغربی سرحدی صوبے کو خیبر پختونخواہ کا نام دینے کے مطالبے کی حمایت کا فیصلہ پختونوں کی شناخت کو تسلیم کرنے کے ذریعے قومی یک جہتی اور سیاسی مفاہمت کے عمل کو تقویت دینے کا حامل ہے۔ پختونوں کی شناخت کو تسلیم اور بحال کرنے سے نہ صرف ایک تاریخی غلطی کو درست کرنے میں مدد ملے گی بلکہ اس سے پختون علاقوں میں

1- [illegible] 26 [illegible] 2009ء
2- [illegible]
3- [illegible] 10 [illegible] 2010ء۔

پارلیمنٹ کی بالادستی

*ماروی سرمد

2008ء میں پاکستان کے عوام کو تقریباً 10 سال کی آمریت اور ربڑ سٹیمپ جمہوریت کے دورانیے کے بعد حقیقی جمہوریت حاصل ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب مجموعی سیاسی ماحول، سماجی ڈھانچہ اور سب سے بڑھ کر ملکی معیشت ابتری کا شکار تھی۔ فروری 2008ء میں قومی اسمبلی کے انتخابات اور مارچ 2009ء کے سینٹ انتخابات کے بعد وجود میں آنے والی پارلیمنٹ نے بیشتر پارلیمانی ماہرین کے لئے ایک کیس سٹڈی منظر نامہ متعارف کرایا۔

پاکستان ایسے ملک میں جو جمہوریت اور پیچیدہ سیاسی زمینی حقائق کی تاریخ رکھتا ہے، اداروں کی مستحکم تاریخ کے حامل بیشتر جمہوری ممالک کے برعکس پارلیمنٹ کی کارکردگی کو سمجھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم نہایت بنیادی کارکردگی کی سطح کو مدنظر رکھ کر تین بنیادی امور کے حوالے سے پارلیمنٹ کے کام کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

قانون سازی

گزشتہ دو برسوں (10-2008ء) میں قومی اسمبلی نے 38 بل منظور کئے۔ اگر جنرل پرویز مشرف کی پارلیمنٹ کے پہلے دو برسوں سے اس کا موازنہ کیا جائے تو یہ تعداد دوگنا ہے۔ 4-2002ء میں قومی اسمبلی نے 19 بل منظور کئے تھے۔ پرائیویٹ ارکان کی طرف سے پیش کردہ بلوں کی تعداد 90 جبکہ سابق آمرانہ دور کے پہلے 2 برسوں میں ان کی تعداد 70 تھی۔ عوامی پارلیمان نے 130 دن سالانہ سے زائد 200 گھنٹے فی سال کام کیا۔ یہ شاندار کارکردگی ہے اور ایسا صرف سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو (77-1973ء) کی پارلیمان کے بعد دوسری مرتبہ ہوا ہے۔

نگرانی کا کردار

ہر نشست میں وقفہ سوالات ایک گھنٹہ سے زائد پر محیط رہا۔ 09-2008ء کے پارلیمانی سال کے 135 دنوں میں سے 127 دن وزیراعظم خود ایوان میں موجود رہے اور سوالات کے جوابات دیئے۔ پارلیمان کی متعین کردہ 130 دنوں سے زائد نشستیں منعقد ہوئیں۔ تمام بل اتفاق رائے سے منظور ہوئے اور کسی بل پر رائے شماری نہیں ہوئی۔ پارلیمانی کمیٹیاں، پارلیمان کی پہلی نشست میں ہی تشکیل دے دی



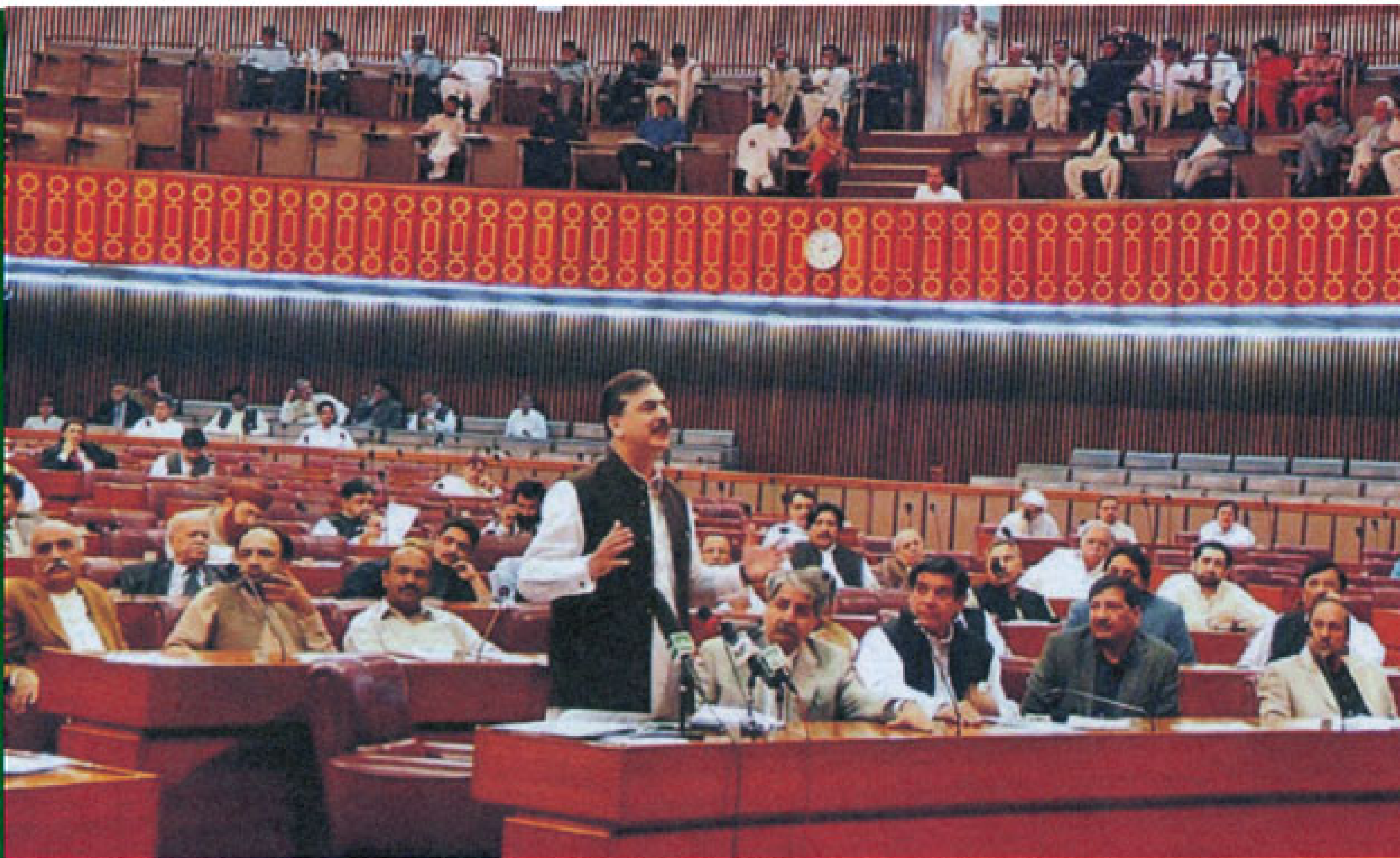
عوامی حکومت سیاسی مفاہمت کے عمل اور تکثیریت کی حامل سیاست کے اصولوں کی پیروی کر رہی ہے۔

بھرپور عوامی حمایت سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بھی معاونت حاصل ہوگی۔

ادارہ جاتی بحالی

گزشتہ آمرانہ دور میں نہ صرف آئین کو مسخ کیا گیا بلکہ ملکی ادارے بڑے پیمانے پر انحطاط پذیر ہوئے جس سے اعلیٰ ریاستی ڈھانچہ مخدوش ہوتا چلا گیا۔ پارلیمنٹ، عدلیہ، ذرائع ابلاغ، سول سروس اور ضلعی انتظامیہ ان سب کو آمریت کی مہم جوئی کی نذر کر دیا گیا اور اداروں کو انفرادی خواہشات کے تابع کیا گیا۔

عوامی حکومت نے اس گندگی کو صاف کرنے اور پارلیمانی ضابطہ کار کے مطابق ادارہ جاتی خودمختاری کی بحالی کی ذمہ داری اٹھائی۔ جمہوری اسلوب حکمرانی کی تثلیث بحال کی گئی اور ادارہ جاتی مداخلت روکتے ہوئے اداروں کو اپنے آئینی کردار تک محدود کیا گیا۔



وزیراعظم سال 09-2008ء کے پارلیمانی سال کے دوران 135 دنوں میں سے 127 روز ایوان میں موجود رہے۔

گئیں تھیں جو پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا ایک اور بے مثال واقعہ ہے۔ پہلی مرتبہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا سربراہ قائد حزب اختلاف کو مقرر کیا گیا ہے اور یہ تقرری پارلیمان کی پہلی نشست میں ہی عمل میں لائی گئی۔

یہ بھی پہلی مرتبہ ہوا کہ تمام کمیٹیوں میں حزب اختلاف کو ایوان میں اس کی تعداد کی مناسبت سے نمائندگی دی گئی۔ حتیٰ کہ کمیٹیوں کی سربراہی بھی پارٹیوں کی نمائندگی کے مطابق ہے۔ یہ حقیقی جمہوری اصول کا اصل چہرہ ہے جو ایوان میں مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

منتخب نمائندوں کی کارکردگی

پارلیمانی ماہرین اس امر کو انتہائی اطمینان بخش تصور کرتے ہیں کہ بڑی تعداد میں نکتہ ہائے اعتراض، توجہ دلاؤ نوٹس (سیکریٹریٹ کو 2 ہزار سے زائد موصول ہوئے) پیش کئے گئے۔ قومی اسمبلی کے ضابطہ 259 کے تحت تحاریک میں نمایاں تعداد میں اضافہ ہوا۔ گزشتہ برسوں میں سیکریٹریٹ کو جنرل پرویز مشرف کی پارلیمنٹ کے 2 برسوں میں موصول ہونے والی 700 کے مقابلہ میں 1200 سے زائد تحاریک موصول ہوئیں۔


Malakand
Takht-i-Bahi
Mardan
Attock
Taxila
ISLAMABAD
RAWALPINDI
Kohat
NWFP
Kashmir
Jhelum
Gujrat
Indus R.
Jhelum R.
Kasur
Ravi R.
Harappa
Pakpattan
Punjab
Sutlej R.
QUETTA
Sibi
Kalat
Kot Diji
Sind
Sehwan
Shahdadpur
Bhit Shah
Bela
Bela Coast
KARACHI
Thatta

قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ 2009

مالیاتی وفاقیت کی طرف

نئے قومی مالیاتی ایوارڈ کا اعلان کیا جائے گا۔

دفعہ 5، میثاقِ جمہوریت

''قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ میں محاصل کی تقسیم کے لیے آبادی کے علاوہ محاصل میں حصہ ڈالنے، رقبے، پسماندگی اور ترقی کی سطح کو بھی سامنے رکھا جائے گا۔''

پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور 2008ء

قومی مالیاتی کمیشن: ساخت اور کام

صدرِ پاکستان آئین کی دفعہ 160 کے تحت قومی مالیاتی کمیشن کا تقرر کرتے ہیں جو صدرِ مملکت کو وفاق اور صوبوں کے درمیان محاصل کی تقسیم کے طریقۂ کار کی سفارش کرتا ہے۔ وفاقی وزیرِ خزانہ کمیشن کے سربراہ اور چاروں صوبائی وزرائے خزانہ اس کے رکن ہوتے ہیں جبکہ ہر وفاقی اکائی سے ایک ایک ماہر بھی کمیشن کی معاونت کرتا ہے۔ اقتصادی سرگرمیوں اور محاصل پیدا کرنے کی صلاحیت میں عدم مساوات کو مدِنظر رکھتے ہوئے دستورِ پاکستان وفاقی حکومت کو پورے ملک سے کچھ اقسام کے ٹیکس وصول کر کے انہیں قابلِ تقسیم پول (pool) میں ڈالنے کا اختیار دیتا ہے۔ ان وسائل کو وفاق اور چاروں وفاقی اکائیوں کے مابین تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ ان کی مالی ضروریات کو بہتر طریقے سے پورا کیا جا سکے۔ صوبوں کے درمیان ہم آہنگی اور بھائی چارے کو قائم رکھنے کے لئے وسائل کی تقسیم کے فارمولے پر اتفاق بہت ضروری ہے۔ اس فارمولے کے دو بنیادی اجزاء ہیں۔ عمودی تقسیم جو وفاقی حکومت اور وفاقی اکائیوں کے درمیان ہے اور افقی تقسیم جو صوبوں کے درمیان وسائل کی تقسیم کو طے کرتی ہے۔

میثاقِ جمہوریت اور پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور پر عمل کرتے ہوئے صدر آصف علی زرداری نے 24 جولائی 2009 کو قومی مالیاتی کمیشن تشکیل دیا۔ غیر جمہوری حکومتوں نے وفاقی اکائیوں کے مابین وسائل کی تقسیم میں برسوں کی عدم مساوات اور اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے احساسِ محرومی کو مزید شدید کر دیا تھا۔ اس تاریخی ناانصافی کو دور کرنے کیلئے صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری کا عزم سردیوں کی ایک سہانی صبح بلوچستان کے ساحلی شہر گوادر میں اُس وقت حقیقت کا روپ دھار گیا جب 30 دسمبر 2009 کو پاکستان بھر کی جمہوری قیادت نے وزیرِ اعظم پاکستان جناب یوسف رضا گیلانی کی صدارت میں ساتویں قومی مالیاتی ایوارڈ پر دستخط کئے جس میں چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور کابینہ کے اراکین شامل تھے۔

صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری نے 16 مارچ 2010 کو ایوانِ صدر میں منعقدہ ایک پُر وقار تقریب میں اس ترقی پسندانہ، جمہوری اور وفاقی ایوارڈ پر دستخط ثبت کر کے بہت سی تاریخی ناانصافیوں کے خاتمے کی طرف فیصلہ کُن پیش قدمی شروع کی۔ اس پُر وقار تقریب میں وزیرِ اعظم جناب یوسف رضا گیلانی کے علاوہ تین گورنر، چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور وفاقی وزراء شریک ہوئے۔[1]

ساتویں قومی مالیاتی ایوارڈ پر دستخط کیلئے گوادر کا انتخاب بلوچ قوم کی جدوجہد کا

1۔ ڈان، 17 مارچ 2010



ساتواں این ایف سی ایوارڈ ایسا پہلا ایوارڈ ہے جو چھوٹے صوبوں کے مطالبات کے لئے گنجائش پیدا کرنے کے نئے قومی جذبے کا مظہر ہے۔

اعتراف تھا جنھوں نے گذشتہ آمریت میں سب سے زیادہ تکالیف برداشت کیں۔ پاکستان کی جمہوری قیادت کے اس اہم موقعے پر بلوچ ساحلی شہر میں جمع ہونے اور ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ میں بلوچ قوم کے دیرینہ مسئلے کو حُسن و خوبی طے کر لینے سے بلوچ عوام کو یہ پیغام ملا کہ اب ریاست ایک بے حس اجنبی نہیں رہی بلکہ شفیق ماں کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اُس روز بلوچستان کے پہاڑوں، صحراؤں، وادیوں اور ساحلوں پر خوشگوار ہوائیں چلتی رہیں اور بہت سے زخم بھرنا شروع ہوئے۔ ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے سلسلے میں تمام وفاقی اکائیوں کے درمیان اتفاق رائے پیدا ہونا ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا مستقبل ایک وفاقی اور جمہوری نظام میں ہے، انہیں یقیناً اس کامیابی سے بہت طمانیت ملی ہوگی۔[2]

نئے این ایف سی ایوارڈ میں وفاق نے اپنا بہت سا حصہ صوبوں کو دے دیا اور محاصل اکٹھے کرنے کی فیس بھی پانچ فیصد سے کم کر کے ایک فیصد کر دی ہے۔ وفاق نے اپنا حصہ 52.5 فیصد سے کم کر کے 44 فیصد کر دیا ہے اور اگر اس میں جمع کرنے کی فیس کے چار فیصد کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ مزید بڑی قربانی قرار پاتی ہے۔[3] یہ پہلا ایوارڈ ہے جس میں ایک نئی قومی روح نظر آتی ہے کیونکہ اس میں کم آبادی والے صوبوں کے مطالبات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فیصلے کیے گئے ہیں۔[4]

این ایف سی ایوارڈ 2009 کو پاکستان اور بیرونِ ملک تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اسے پاکستانی جمہوریت کی بہت بڑی فتح اور مفاہمت کی سیاست کا ثمر قرار دیا

ساتویں این ایف سی ایوارڈ کی چیدہ چیدہ خصوصیات

- ☆ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان وسائل کی تقسیم پر اتفاق رائے پیدا ہوا۔
- ☆ نئے ایوارڈ پر مالی سال 11-2010 میں عمل درآمد ہوگا۔
- ☆ آبادی کی بنیاد پر 82 فیصد، غربت اور پسماندگی کی بنیاد پر 10.3 فیصد، محاصل پر 5 فیصد (2.5 فیصد محاصل پیدا کرنے اور 2.5 فیصد محاصل اکٹھے کرنے) اور رقبہ کے لحاظ سے 2.7 فیصد حصہ ملے گا۔
- ☆ قابلِ تقسیم پول میں سے صوبوں کا حصہ پہلے سال میں 47.5 فیصد سے بڑھ کر 56 فیصد ہو جائے گا جبکہ آئندہ سالوں میں یہ مزید بڑھ کر 57.5 فیصد ہو جائے گا۔
- ☆ قابلِ تقسیم پول میں سے صوبوں کے حصے کو چاروں صوبوں کے مابین بانٹنے کیلئے متعدد عوامل پر مشتمل فارمولا بنایا گیا ہے جو کہ آبادی، غربت/پسماندگی، محاصل (پیداوار اور اکٹھا کرنا) اور غربت کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ اس نئے طریقہ کار کے مطابق پنجاب کو مالیاتی تقسیم کے تحت 51.74 فیصد، سندھ کو 24.55 فیصد، خیبر پختونخواہ کو 14.62 فیصد اور بلوچستان کو 9.09 فیصد حصہ ملے گا۔
- ☆ پنجاب کے حصے سے 1.27 فیصد، سندھ سے 0.39 فیصد اور خیبر پختونخواہ سے 0.26 فیصد بلوچستان کو حاصل ہوں گے۔
- ☆ مالی سال 11-2010 کے دوران 56 فیصد کے حساب سے

2۔ ڈان، 13 دسمبر 2009
3۔ [illegible] 21 دسمبر 2009۔
4۔ [illegible] 30 دسمبر 2009 http://thebalochhal.com/2009/12/editorial-the-landmark-nfc-break-through/۔



ایوارڈ پر دستخط کے لئے گوادر میں پاکستان کی جمہوری قیادت کی موجودگی بلوچ عوام کو وفاق کے عزم کی یقین دہانی کرانے کے اعتبار سے تاریخی نوعیت کی تھی۔

گیا۔ آزاد تجزیہ نگاروں اور سیاسی جماعتوں نے 19 سال کے طویل دورانیے کے بعد قوم کو ایک متفقہ ایوارڈ دینے پر عوامی حکومت کو مبارکباد پیش کی ہے۔ ماہرین اقتصادیات کے مطابق اس ایوارڈ کے ذریعے پاکستان میں مالیاتی وفاقیت کی مضبوط بنیادیں رکھ دی گئی ہیں۔ این ایف سی کے سابق چیئرمین جناب شوکت ترین کے مطابق یہ صوبوں کی مالیاتی خودمختاری کی جانب ایک بڑا قدم ہے۔[5]

صوبائی اتفاق اور منظوری

ساتویں این ایف سی ایوارڈ 2009 نے وسائل کی تقسیم کے نظام میں اہم تبدیلیاں متعارف کروائی ہیں۔ اس ایوارڈ کے تحت وفاقی حکومت قابل تقسیم وسائل میں سے پہلے سال صوبائی حصہ 47.5 فیصد سے بڑھا کر 56 فیصد کرے گی جبکہ آئندہ سالوں میں یہ حصہ 57.5 فیصد ہو جائے گا۔ اسی طرح وفاقی حکومت نے محاصل اکٹھے کرنے کا عوضانہ پانچ فیصد سے کم کر کے فقط ایک فیصد کر دیا ہے جس سے قابل تقسیم پول میں صوبوں کا حصہ بڑھ جائے گا۔

مرکزی حکومت نے وفاقی محاصل بڑھانے اور حکومتی اخراجات کم کرنے کے ذریعے صوبائی محاصل میں مزید اضافے کیلئے مختلف اقدام اٹھائے ہیں جن سے پانچ فیصد کے برابر اضافی وسائل دستیاب ہو گئے ہیں۔ مزید برآں وفاق نے محاصل وصول کرنے کا معاوضہ بھی پانچ فیصد سے کم کر کے ایک فیصد کر دیا ہے۔ اس طرح یہ تمام بچت قابل تقسیم محاصل کا حصہ ہوگی۔

پنجاب کو 471 ارب روپے، سندھ کو 223 ارب روپے، خیبر پختونخواہ کو 133 ارب روپے اور بلوچستان کو 83 ارب روپے ملیں گے۔

- ☆ ایوارڈ کے تحت آئندہ سالوں میں 57.5 فیصد صوبائی حصہ کے حساب سے پنجاب کو 938 ارب روپے، سندھ کو 445 ارب روپے، خیبر پختونخواہ کو 265 ارب روپے اور بلوچستان کو 165 ارب روپے ملیں گے۔ جبکہ پنجاب کا موجودہ حصہ 419 ارب روپے، سندھ کا حصہ 197 ارب روپے، خیبر پختونخواہ کا حصہ 118 ارب روپے اور بلوچستان کا حصہ 53 ارب روپے ہے۔
- ☆ سندھ کو وفاقی حکومت سے 6 ارب روپے کی اضافی ترسیلات حاصل ہوں گی جو کہ صوبائی حصے کے 0.66 فیصد کے برابر ہیں۔ کمیشن نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ خدمات پر سیلز ٹیکس صوبوں کو منتقل کر دیا جائے۔
- ☆ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے بیان کیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں خیبر پختونخواہ حکومت کے تمام اخراجات پورے کئے جائیں گے۔
- ☆ لہٰذا کل قابلِ تقسیم وسائل میں سے ایک فیصد دہشت گردی کے خلاف جنگ کیلئے اضافی وسائل کے طور پر خیبر پختونخواہ کیلئے مختص کئے گئے ہیں جو کہ صوبائی حصہ کے 1.83 فیصد کے برابر ہے۔

5۔ ایضاً، 31دسمبر 2009۔

بلوچستان کا حصہ 9.09 فیصد تک بڑھانے کے لئے باقی تینوں صوبوں نے اپنا حصہ کم کیا۔ خیبر پختونخواہ کو قابلِ تقسیم حصے کا ایک فیصد اضافی ملے گا کیونکہ یہ صوبہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ یہ رقم صوبائی پول کے 1.83 فیصد کے برابر ہے۔ اسی طرح خدمات پر سیلز ٹیکس وصول کرنے کا اختیار صوبوں کو دے دیا گیا ہے۔

ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ صوبوں کے درمیان محاصل کی تقسیم کیلئے آبادی کے علاوہ دیگر عوامل کو بھی شامل کیا گیا ہے (دیکھیں محاصل کی تقسیم کا فارمولا)۔ صوبوں کے اندر غربت اور پسماندگی کے فرق کا تعین کرنے کیلئے این ایف سی نے تین دستاویزات کو بنیاد بنایا۔ ان میں وزارتِ مالیات کا کتابچہ غربت کی سطح میں کمی کی حکمتِ عملیٰ (Poverty Reduction Strategy Paper) اور وفاقی بیورو برائے شماریات کا انسانی ترقی کا اشاریہ (Human Development Index) برائے سال 2003-04 اور 2007-08 شامل ہیں۔ ان دستاویزات میں ترجیح کے معاملے پر ممکنہ اختلاف سے بچنے کیلئے تینوں دستاویزات میں متعین کئے گئے غربت کے اشاریوں کی اوسط قدر کو وسائل کی تقسیم کی بنیاد بنایا گیا۔

تاریخ ساز اقدامات

تاریخی طور پر پاکستان میں مرکز اور صوبوں کے درمیان وسائل کی منتقلی کا طریقۂ کار ہمیشہ متنازعہ رہا ہے۔ ترقی کیلئے مالیاتی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی اور وفاق کی اکائیوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے مالیاتی وسائل کی منصفانہ تقسیم لازمی ہے۔ ساتواں قومی مالیاتی ایوارڈ یہ مقصد حاصل کرنے میں بہت حد تک کامیاب رہا ہے۔[6]

پاکستانی وفاق نے ساتویں این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے کئی نئے سنگِ میل عبور کئے ہیں۔[7] صوبوں کو وسائل منتقل کرنے کے لیے صرف آبادی پر انحصار کرنے کی بجائے مختلف عاملوں کو بنیاد بنایا گیا ہے جن میں غربت / پسماندگی، محاصل جمع کرنا اور ان کے ذرائع پیدا کرنا اور آبادی کی معکوس گنجانیت کو شامل کیا گیا۔ مزید یہ کہ صوبوں اور مرکز نے انصاف کی روح کو مدِنظر رکھتے ہوئے بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کے معاملہ میں انتہائی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔[8] بلوچستان کو ایک کم سے کم ایوارڈ کی یقین دہانی کرائی گئی ہے اور اگر وسائل میں کوئی کمی رہ بھی گئی تو اس کو وفاق پورا کرے گا۔ اس کے بعد خیبر پختونخواہ کا معاملہ اہم ہے کیونکہ وہ متواتر دہشت گردی کے خلاف جنگ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، جس کے لیے صوبوں نے قابلِ تقسیم محاصل میں سے ایک فیصد ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔[9]

پن بجلی کے منافع، تیل اور گیس کی رائلٹی اور ایکسائز ڈیوٹی کو قابلِ تقسیم پول میں شامل کرنے کا معاملہ کئی برس تک صوبوں اور مرکز کے درمیان تناؤ کا باعث بنتا رہا ہے حالانکہ آئین میں یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ان امور کو مالیاتی کمیشن کے



ساتویں این ایف سی ایوارڈ نے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے 2008ء کے انتخابی منشور میں بیان کردہ مقاصد کو حاصل کیا۔

ایوارڈ سے باہر رکھا جائے۔ عوامی حکومت نے صوبوں کا یہ حق تسلیم کر کے وفاق پاکستان کو مزید مضبوط کر دیا ہے۔

خدمات پر سیلز ٹیکس صوبوں کو منتقل کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے سندھ اور پنجاب کو زیادہ فائدہ ہوگا[10] جبکہ سندھ کو قابلِ تقسیم پول سے وصولیوں کے نئے طریقۂ کار سے بھی فائدہ ہوگا۔

ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ میں مرکز اور صوبوں کے درمیان محاصل کی تقسیم

6۔ [illegible] 4 مارچ 2010ء۔
7۔ [illegible] 31 دسمبر 2009ء۔
8۔ ایضاً
9۔ ایضاً
10۔ [illegible] 15 اکتوبر 2009ء۔

میں پرانی ناانصافیوں اور عدم توازن کو ختم کر کے پاکستان میں پائیدار مالیاتی وفاقیت کی ٹھوس بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ شہید محترمہ بینظیر بھٹو نے اپنے 2008ء کے انتخابی منشور میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے جو مقاصد تحریر کئے تھے وہ سب اس ایوارڈ کے ذریعے حاصل کر لئے گئے ہیں۔

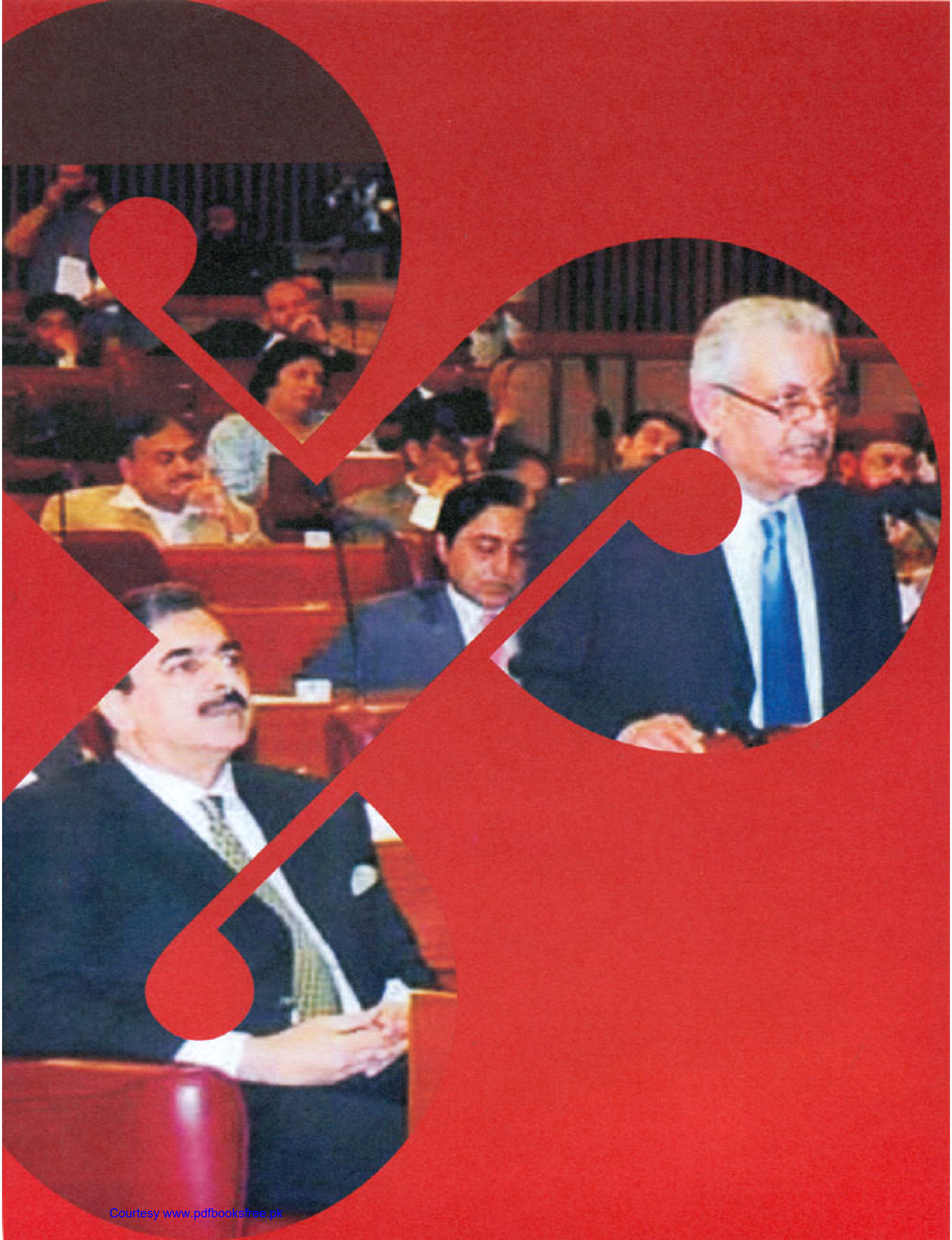
ساتویں قومی مالیاتی ایوارڈ میں وسائل کی تقسیم کا فارمولا

اشاریوں کے مطابق صوبوں کا فیصد حصہ

اشاریہ	وقعت	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخواہ	بلوچستان
آبادی (سٹیٹ بینک آف پاکستان کے اندازے کے مطابق)	82.0	57.36	23.71	13.82	5.11
غربت اور پسماندگی	10.3	23.16	23.41	27.82	25.61
محاصل پیدا کرنے اور جمع کرنے کی صلاحیت	5.0	44.0	50.0	5.0	1.0
آبادی کے ارتکاز کی معکوس شرح	2.7	04.34	7.21	6.54	81.92
کُل حصہ	100	51.74	24.55	14.62	9.09

☆ صوبوں کی آبادی اور آبادی کے ارتکاز کی معکوس شرح کے اعداد و شمار پاکستان کی سالانہ شماریاتی کتاب برائے سال 2008 سے لئے گئے ہیں جسے وفاقی بیورو برائے شماریات نے جاری کیا۔

☆☆ غربت/پسماندگی اور محاصل کے بارے میں اعداد و شمار 14 دسمبر 2010 کے دی نیوز راولپنڈی سے لئے گئے ہیں۔



آغازِ حقوقِ بلوچستان

> میرا دل خون بہاتا ہے کہ میرے محروم لوگوں کی
> بنجر دھرتی سیراب ہو جائے
> اس امید میں کہ اک دن یہ دھرتی سرسبز ہو جائے گی
> اور اس میں سرخ پھول کھلیں گے
> پھر میں ان پھولوں کا بیج اکٹھا کروں گا
> کیونکہ وہ میرے خون سے ہیں[1]
>
> سید ظہور شاہ ہاشمی (1938-1997)

امن کا عوامی نظریہ

''میں بلوچستان میں امن اور بھائی چارے کا پیغام لے کر آئی ہوں'' شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے شہادت سے صرف سات روز قبل ڈیرہ اللہ یار میں انتخابی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔[2] پھر جب وہ کوئٹہ تشریف لے گئیں تو وہاں ایک بہت بڑے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے نشاندہی کی کہ بات چیت سے مسائل حل کرنے کی بجائے طاقت استعمال کرنے کی وجہ سے بلوچستان میں حالات بگڑتے چلے گئے جس نے نوجوانوں کو اسلحہ اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی تمام صوبوں کو مساوی حقوق دے گی اور بلوچ عوام کا استحصال ختم کیا جائے گا تاکہ بلوچ قوم ایک شان کے ساتھ آگے بڑھے۔

بلوچ عوام کے ساتھ کی گئی شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی اس بات کی گونج اُس وقت ایک بار پھر سنائی دی جب فروری 2008 میں صدر آصف علی زرداری نے بلوچ قوم سے سرِ عام معافی مانگی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرپرسن کا پوری قوم کی جانب سے بلوچ عوام سے معافی کا خواستگار ہونا ایک نئی روایت کا آغاز ہے۔[3] پھر اُس کے بعد پارلیمان کے دونوں ایوانوں کی مشترکہ قرارداد میں بھی بالکل صاف صاف کہہ دیا گیا کہ بلوچ قوم کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کا سلوک روا رکھا جاتا رہا ہے۔ وفاقِ پاکستان کے نمائندہ ایوانوں کا اس طرح کھلے دل سے وفاق کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اقرار لمبی لمبی مسافتوں اور چھوٹی چھوٹی بستیوں والے پاکستان کے اس سب سے بڑے صوبے اور ریاستِ پاکستان کے درمیان ایک نئے تعلق کی نوید دیتا ہے۔[4] 24 نومبر 2009 کو جب سینیٹر رضا ربانی نے پارلیمان کے دونوں ایوانوں کے مشترک اجلاس میں آغازِ حقوقِ بلوچستان کے نام سے جامع سفارشات پیش کیں تو شہید بی بی کا وعدہ عملی منصوبے کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ یقیناً ایک نئے تعلق کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔

وزیرِاعظم سید یوسف رضا گیلانی بارہا واضح کر چکے ہیں کہ پیکج کی بجائے آغازِ حقوقِ بلوچستان کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر منتخب قوتیں ایک عمر بلوچ قوم کو ان کے حقوق دینے کی بجائے انہیں چھوٹی موٹی خیرات پر ٹرخاتی رہی ہیں۔ لیکن عوامی حکومت نے اس روش کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ اُس نے اپنی اب تک کی پالیسی اور کام سے یہ ثابت کیا ہے کہ صوبوں کی پسماندگی عارضی امدادی پیکیج دینے اور کبھی کبھار کی خیرات سے نہیں بلکہ سیاسی بالغ نظری، مسائل حل کرنے کی حقیقی خواہش اور پہلے سے طے شدہ ادارہ جاتی بندوبست کے ذریعے ہی دور کی جا سکتی ہے۔

آغازِ حقوقِ بلوچستان پائیدار بنیادوں پر ایک مساویانہ وفاق بنانے کی بہترین ابتدا ہے، جس میں حق خیرات میں نہیں ملتا بلکہ قانونی طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے۔
وزیرِاعظم سید یوسف رضا گیلانی نے پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ باسٹھ برس کے دکھوں کا مداوا کرنے کے علاوہ حکومت آئندہ اس طرح کی ناانصافیوں سے بچنے کیلئے مستقل طریق کار بنانے کیلئے بھی پُرعزم ہے۔[5]

شہید محترمہ بے نظیر بھٹو مفاہمتی کمیٹی: طریق کار اور نتائج

عوامی حکومت کی طرف سے مارچ 2008 میں قائم کی گئی شہید محترمہ بے نظیر بھٹو مفاہمتی کمیٹی نے بلوچستان کے مختلف آراء رکھنے والے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور جرگوں سے رابطے کے بعد اپنی سفارشات مرتب کر کے حکومت کو پیش کیں۔
عوامی حکومت نے سیاسی، انتظامی اور معاشی اصلاحات کے لیے ایک اور کمیٹی بھی قائم کی جو سات ارکان پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی میں وفاقی وزراء مخدوم امین فہیم، راجہ پرویز اشرف، سید خورشید شاہ، سید نوید قمر، ڈاکٹر بابر اعوان اور سینیٹرز میر لشکری رئیسانی اور میاں رضا ربانی شامل ہیں۔ اس کمیٹی نے محنت اور لگن کے ساتھ اپنی سفارشات تیار کیں اور پھر قومی سطح پر صلاح مشورے کا کام شروع کیا گیا جس کے دوران صدر، گورنر اور وزیرِاعلیٰ بلوچستان، صوبائی کابینہ اور ارکان صوبائی اسمبلی کو اعتماد میں لیا گیا۔

1۔ جان محمد دشتی، ... users.tpg.com.au/users/gosht/Dashti.rtf
2۔ ڈان، 21 دسمبر 2007۔
3۔ ڈیلی ٹائمز، 26 فروری 2008۔
4۔ ایضاً
5۔ پاکستان آبزرور، 10 دسمبر 2009۔

عوامی حکومت نے اس مشاورتی عمل میں دیگر قومی راہنماؤں کو بھی شامل کیا جن میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سربراہ میاں محمد نواز شریف اور ان کے ساتھی سردار مہتاب خان عباسی، قومی اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف چوہدری نثار علی خان، عوامی نیشنل پارٹی کے صدر اسفند یار ولی خان، جمعیت علمائے اسلام کے راہنما مولانا فضل الرحمٰن و مولانا شیرانی، ایم کیو ایم کے راہنما ڈاکٹر فاروق ستار، پاکستان مسلم لیگ (ق) کے راہنما چوہدری شجاعت حسین و پرویز الٰہی، سینیٹر وسیم سجاد، امیر مقام اور مشاہد حسین سید، بلوچ نیشنل پارٹی کے راہنما سینیٹر اسرار اللہ زہری، فاٹا کے راہنما منیر اورکزئی اور آفتاب احمد خان شیر پاؤ شامل ہیں۔ سینیٹ میں بلوچ قیادت کو بھی اس مشاورتی عمل میں شریک کیا گیا۔ آخر کار عوامی حکومت نے اسلام آباد میں پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کیا۔ اس موقع پر بلوچستان کے گورنر، وزیرِ اعلیٰ، صوبائی کابینہ اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کو بھی دعوت دی گئی۔

آغازِ حقوقِ بلوچستان: چند معروضات

آغازِ حقوقِ بلوچستان 30 نکات پر مشتمل دستاویز ہے جس میں جلا وطن سیاسی قیادت کی وطن واپسی، سیاسی اسیروں کی رہائی اور بلوچ قیادت سے مذاکرات کی سفارش کی گئی ہے۔ اس میں نواب اکبر بگٹی کی وفات کا باعث بننے والے حالات و واقعات کی تحقیقات کے سلسلے میں تحقیقاتی کمیشن کا قیام، تین سر برآوردہ بلوچ قوم پرست راہنماؤں کے قتل کے سلسلے میں عدالتی تحقیقات، سوئی اور کوہلو میں چھاؤنیوں کی تعمیر روکنے، ان علاقوں سے مسلح افواج کو واپس بلانے، دہشت گردوں کے حوالے سے وفاقی ایجنسیوں کا کردار محدود کرنے اور لاپتہ افراد کو تلاش کرنے کے حوالے سے بھی تجاویز دی گئی ہیں۔

کمیٹی کے سربراہ سینیٹر میاں رضا ربانی نے پارلیمنٹ میں کمیٹی کی سفارشات پیش کیں جنہیں آئینی، سیاسی، انتظامی، معاشی اور عملدرآمد کے جائزہ پر مشتمل پانچ مختلف حصوں میں بانٹا گیا تھا۔ غیر جانبدار مبصرین کا خیال ہے کہ ان اقدامات سے پاکستانی قوم اور بلوچ عوام کے درمیان قربتوں میں اضافہ ہوگا۔[7]

آغازِ حقوقِ بلوچستان نے بہت دیر سے چلے آرہے صوبائی خودمختاری کے مسئلے کو بھی اختیارات کی مشترکہ فہرست صوبوں کو منتقل کرنے کے ذریعے حل کیا۔[8] ملک کی بڑی بڑی سیاسی جماعتوں نے آغازِ حقوقِ بلوچستان کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔[9]

اقتصادی معاملات میں آغازِ حقوقِ بلوچستان نوکریاں پیدا کرنے، قدرتی وسائل کی آمدن میں بلوچستان کی حصے داری، نئے ترقیاتی منصوبوں کے آغاز سے قبل مشورہ اور جاری منصوبوں پر بلوچ قوم سے مشاورت کو لازمی قرار دیتا ہے۔ حکومت نے فوری طور پر تعلیم یافتہ نوجوانوں کیلئے 5000 نئی نوکریاں پیدا کی ہیں اور ڈیرہ بگٹی سے نقل مکانی کر جانے والوں کی بحالی اور غربت کے خاتمے کیلئے ایک ارب روپے مختص کیے ہیں۔[10]

ترقی کی عوامی حکمتِ عملی

پبلک پرائیویٹ شراکت داری کے تصور کو مرکزی اہمیت دیتے ہوئے[11] آغازِ حقوق

ناراض قیادت سے مشاورت

عوامی حکومت نے فروری 2008 میں کاروبارِ مملکت سنبھالتے ہی اُن بلوچ راہنماؤں کو مذاکرات کی دعوت دی جنہوں نے انتخابات میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان میں کئی سیاسی پارٹیاں اور گروہ شامل ہیں اور صوبائی، علاقائی اور قومی معاملات پر اُن کا اپنا اپنا نقطۂ نظر ہے۔ علاوہ ازیں بلوچوں کی ایک قابلِ لحاظ تعداد نے عام انتخابات میں حصہ لیا اور اُن میں سے کئی منتخب ہو کر صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینیٹ میں اپنے لوگوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ وہ بھی اس مذاکراتی عمل میں شریک رہے اور انہوں نے سفارشات کو حتمی شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

بلوچ قیادت کی اکثریت سیاسی عمل میں شامل ہے۔ تاہم جو لوگ سیاسی عمل سے باہر ہیں وہ بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ اور سیاسی عمل سے اُن کی لاتعلقی اور مرکز کی طرف جھکاؤ رکھتی ہوئی وفاقیت پر اُن کی تنقید کو یکسر رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلوچ عوام کو حقوق دینے کا آغاز کرنے والوں نے بات چیت اور مفاہمت کے ذریعے اس ناراض قیادت کو بھی سیاسی دھارے میں شامل کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔[9]

6. [illegible] "The Balochistan Package:Redefining Federalism in Pakistan" [illegible] www.forumfed.org/
7. [illegible] بلوچستان پیکج [illegible] 24 نومبر 2009 http://pakistaniat.com/2009/11/24/balochistan-package/
8. [illegible] www.forumfed.org/
9. ایضاً
10. ایضاً
11. ایضاً

بلوچستان کے ذریعے پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ (پی پی ایل)، آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ (او جی ڈی سی ایل) اور سوئی سدرن جیسے سرکاری اداروں کے 20فیصد حصص کی اوپن مارکیٹ میں پیشکش کی۔ وفاقی حکومت اپنے طور پر سینڈک منصوبے میں اپنے 30فیصد حصص میں سے 20فیصد بلوچستان کو منتقل کر دے گی۔[12] غیر ملکی کمپنی کے اخراج کے بعد منصوبہ مکمل طور پر صوبے کی ملکیت میں آجائے گا۔ وفاقی حکومت نے گیس ترقیاتی سرچارج ٹیکس (جی ڈی ایس) میں صوبے کے زیادہ حصے کو تسلیم کیا ہے اور اس ضمن میں 1954 سے 1991 تک کے 120 ارب روپے کے بقایاجات صوبے کو ادا کئے جا رہے ہیں۔

بلوچستان کی صوبائی حکومت کو درپیش مالیاتی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے عوامی حکومت نے مختلف مواقع پر صوبے کی مالی مدد کی اور بلوچستان کی طرف سے اسٹیٹ بینک آف پاکستان سے وصول کردہ ساڑھے سترہ ارب روپے ادا کرنے کی ذمہ داری بھی قبول کی جبکہ گزشتہ سال کے پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام (پی ایس ڈی پی) کو 42 ارب روپے سے بڑھا کر 50 ارب روپے کر دیا گیا۔

2009 میں عوامی حکومت نے 21 ارب روپے کے غیر استعمال شدہ فنڈز بلوچستان کو اپنے ترقیاتی پراجیکٹس کے لیے خرچ کرنے کی اجازت دی اور 9 ارب روپے مالیت کی خصوصی امداد کا بھی اعلان کیا۔ جن میں سے 3 ارب روپے کوئٹہ کی تعمیر و ترقی کیلئے، 3 ارب روپے صوبائی بجٹ کے استحکام کیلئے، اور بقیہ 3 ارب روپے اراکین بلوچستان اسمبلی کی نشاندہی پر ترقیاتی منصوبوں کے لیے رکھے گئے ہیں۔

وزیراعظم کی ہدایات کے تحت کوہلو اور سوئی سے فوج واپس بلا کر اس کی جگہ فرنٹیئر کانسٹیبلری تعینات کر دی گئی ہے۔ وزیراعظم نے صوبے میں سات چیک پوسٹیں ختم کرنے کا اعلان کیا جن میں اتھل، لہڑی، ڈیرہ اللہ یار، شیلاباغ، گوال اسلام زئی، شیخ واصل اور کوسٹل ہائی وے زیرو پوائنٹ شامل ہیں۔

بلوچستان سے 992 لاپتہ افراد میں سے 262 بازیاب ہو کر اپنے گھروں کو جا چکے ہیں جبکہ وزیراعظم نے پارلیمان کو یقین دلایا ہے کہ باقی بھی بہت جلد اپنے خاندانوں سے جا ملیں گے۔[13] گزشتہ ڈیڑھ سال میں 83 سیاسی کارکنوں کو رہا کیا گیا ہے جبکہ دیگر 89 کے خلاف مقدمات واپس لے لئے گئے۔

وزیراعظم نے اعلان کیا کہ بلوچستان کے ہر گریجوایٹ کو روزگار فراہم کیا جائے گا۔ انہوں نے روزگار کے زیادہ مواقع یقینی بنانے کی خاطر کوسٹل گارڈز میں بھرتی کے لیے بلوچ نوجوانوں کی تعلیمی اہلیت میٹرک سے کم کر کے مڈل کرنے کا اعلان کیا۔ عوامی حکومت بلوچ نوجوانوں کی مناسب تربیت کا بندوبست بھی کر رہی ہے تا کہ وہ ملک میں اور بیرون ملک بہتر روزگار حاصل کر سکیں۔ بلوچستان سے 10 ہزار نوجوانوں کو یوتھ انٹرن شپ پروگرام کے تحت نوکریاں فراہم کی جا رہی ہیں۔

پانی کی قلت پر قابو پانے کے لیے 13 چھوٹے ڈیم بنائے جا رہے ہیں۔ بلوچستان کے طلباء کے لیے 600 وظائف کی منظوری دی جا چکی ہے جن میں



صدر آصف علی زرداری نے ماضی کی ناانصافیوں پر پوری قوم کی طرف سے بلوچستان کے عوام سے معافی مانگی۔

سے 200 وظائف چار سال کی مدت میں جبکہ 50 وظیفے سالانہ کے حساب سے انگریزی بولنے والے ممالک سے پی ایچ ڈی کرنے کے لیے ہوں گے۔ وزارتِ تعلیم نے فوری طور پر کیڈٹ کالجوں/پبلک اسکولوں کے لیے 60، پولی ٹیکنک کے لیے 123 اور کامرس کالجوں کے لیے 15 وظائف کی پیشکش کی ہے۔ یہ سہولت صدر اور وزیراعظم کی ہدایات کے تحت بلوچستان اور فاٹا کے طلباء کو معیاری تعلیمی سہولیات کے عنوان سے جاری اسکیم کے تحت دی گئی ہے۔

وزارتِ تعلیم نے بلوچستان کا ڈومیسائل رکھنے والے نوجوانوں کیلئے کیڈٹ کالجوں/پبلک اسکولوں، پولی ٹیکنک اور کامرس کالجوں میں 300 وظائف دینے کی تجویز دی ہے۔ عوامی حکومت پہلے ہی گوادر میں 1000 ایکٹر علاقے میں فری اکنامک زون بنانے کا نوٹیفکیشن جاری کر چکی ہے۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے ایکسپورٹ پروسیسنگ زون کا رقبہ 46000 ایکٹر تک بڑھا دیا ہے اور اس زون کیلئے خصوصی مراعات کی منظوری دی جا چکی ہے جبکہ بلوچستان کے پانچ ہزار ہنرمند اور غیر ہنرمند افراد کو بیرون ملک بھجوایا جا رہا ہے۔

12۔ پاکستان ٹائمز، 10 دسمبر 2009
13۔ ایضاً، 25 نومبر 2009

آغازِ حقوقِ بلوچستان کے اہم نکات

- ☆ دہشت گردی میں ملوث افراد کے علاوہ تمام جلاوطن سیاسی قیادت کو وطن واپس آنے میں سہولت فراہم کرنا
- ☆ فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر کا خاتمہ
- ☆ لاپتہ افراد کا پتہ چلانا اور ان کی رہائی میں سہولت فراہم کرنا
- ☆ صوبے کے اندر بڑے بڑے منصوبے شروع کرنے کیلئے صوبائی رضامندی
- ☆ قدرتی وسائل رکھنے والے علاقوں کی ترقی کے لیے منافع جات میں سے 10 فیصد حصہ مختص کرنا
- ☆ آئینی معاملات کو آئینی کمیٹی کے ذریعے نمٹانا
- ☆ آئین کے چوتھے شیڈول سے مشترکہ فہرست (Concurrent List) کا خاتمہ
- ☆ اکبر بگٹی و دیگر بلوچ راہنماؤں کے قتل اور نشان زدہ کر کے مارنے (Targetted Killing) کی عدالتی تحقیقات
- ☆ اکبر بگٹی کے قتل کا باعث بننے والے حالات و واقعات کی تحقیقات کے سلسلے میں تحقیقاتی کمیشن کا قیام
- ☆ سوئی میں فوج کی جگہ فرنٹیئر کانسٹیبلری تعینات کرنا
- ☆ 120 ارب روپے گیس رائلٹی کی ادائیگی
- ☆ سنگین جرائم میں ملوث افراد کے علاوہ تمام سیاسی کارکنوں کی رہائی
- ☆ تمام سٹیک ہولڈرز کے ساتھ سیاسی مذاکرات
- ☆ صوبائی حکومت کا لوکل گورنمنٹ آرڈیننس میں ترامیم کرنا
- ☆ دہشت گردی کے علاوہ تمام فوجی آپریشنز کا خاتمہ
- ☆ صوبائی اسمبلی کی قراردادوں پر عمل درآمد
- ☆ وقتاً فوقتاً ایریاز کی "A" ایریاز میں منتقلی کی پالیسی کا جائزہ لینا
- ☆ قانون کے نفاذ میں ایف سی کو وزیر اعلیٰ کے ماتحت کرنا، کسٹمز ایکٹ کے تحت حاصل اختیارات واپس لینا، اور کوسٹ گارڈز کو اسلحہ اور منشیات کی سمگلنگ روکنے کے اپنے اصلی کام تک محدود کرنا



29 دسمبر 2009ء گوادر ایئرپورٹ آمد پر گورنر بلوچستان اور وزیر اعلیٰ بلوچستان وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کا استقبال کر رہے ہیں۔

- ☆ وفاقی حکومت کی طرف سے سینڈک منصوبے میں اپنے 30 فیصد حصص میں سے 20 فیصد کی صوبے کو فوری فراہمی جبکہ غیر ملکی کمپنی کے اخراج کے بعد صوبے کو اس کی ملکیت سونپنا
- ☆ گوادر میں زمینوں کی الاٹمنٹ کی عدالتی تحقیقات
- ☆ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے وظائف میں بلوچ نوجوانوں کیلئے خصوصی کوٹہ
- ☆ ابتدائی طور پر پانچ ہزار اضافی نوکریاں
- ☆ تیل اور گیس کمپنیوں میں ملکیت
- ☆ ڈیرہ بگٹی سے نقل مکانی کرنے والوں کی بحالی کے لیے ایک ارب روپے
- ☆ پارلیمانی کمیٹی برائے قومی سلامتی سفارشات پر عمل درآمد کی نگرانی کرے گی
- ☆ چھوٹے ماہی گیروں کے معاش کی حفاظت کی خاطر بڑے بڑے ٹرالوں کو ساحل سے 33 کلومیٹر دور تک پابند کرنا۔



گلگت بلتستان خود مختاری اور نظم ونسق آرڈر 2009:

شناخت، اختیار اور جرأت

> "شمالی علاقہ جات کو خصوصی رتبہ دے کر اور بھی ترقی دی جائے گی اور شمالی علاقہ جات کی قانون ساز کونسل کو مزید اختیار دیا جائے گا تاکہ شمالی علاقہ جات کے عوام کو انصاف کی رسائی اور حقوق انسانی میسر ہوں"۔
>
> آرٹیکل 9: میثاق جمہوریت

گلگت بلتستان جو پہلے شمالی علاقہ جات کے طور پر جانے جاتے تھے پندرہ لاکھ باسیوں کی دھرتی ہے جسے 1947 میں الحاق پاکستان کے بعد سے آئینی طور پر مبہم اور غیر واضح حیثیت میں چھوڑ دیا گیا تھا۔[1] یہ پاکستان کے شمال میں واقع ہے اور اس کی سرحدیں چین، ہندوستان، افغانستان اور بذریعہ واخان پٹی تاجکستان کے ساتھ ملتی ہیں۔ یہ علاقہ دو حصوں یعنی گلگت اور بلتستان میں تقسیم ہے۔ اس کے سات انتظامی اضلاع میں گلگت، غذر، ہنزہ نگر، استور، دیامیر، غانچے اور اسکردو شامل ہیں۔

گلگت بلتستان 72,400 مربع کلومیٹر کے علاقے پر محیط ہے اور دنیا کے بلند ترین پہاڑی سلسلے ہمالیہ، ہندوکش اور قراقرم کا مقام اتصال ہے۔ یہاں دنیا کی دوسری بلند ترین پہاڑی چوٹی کے ٹو اور قطبین سے باہر برف کے سب سے بڑے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ گزشتہ کچھ دہائیوں میں اس کی جیو اسٹریٹیجک اہمیت بڑی تیزی سے بڑھی ہے اور اب اس کو توانائی، تجارت اور پانی کا ابھرتا ہوا مرکز سمجھا جانے لگا ہے جو جنوبی، مغربی اور وسطی ایشیا کو ملانے کا راستہ ہے۔ وسط ایشیائی تیل کے ذخائر تک رسائی کیلئے توانائی کے ضرورتمند ممالک میں زبردست بحث جاری ہے اور بہت سے اہم دارالحکومتوں میں اس علاقے کے بارے میں نت نئی تزویراتی سوچیں فروغ پا رہی ہیں۔[2]

عوامی حکومت کے سابقہ ادوار میں ہونے والی اصلاحات سے اس علاقے کے لوگوں کو وسیع پیمانہ پر فائدہ ہوا۔ پہلے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے 1970 میں آئینی اصلاحات کیں۔ اس کے بعد شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے 1994 میں انتظامی اصلاحات کیں۔ (دیکھئے گلگت بلتستان اور پی پی پی۔ ایک طویل رفاقت)

داخلی خود مختاری کی طرف قدم

وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے 2009 میں اس وقت کے وزیر برائے امور کشمیر اور شمالی علاقہ جات قمر زمان کائرہ کی سربراہی میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی۔ اس وقت کے مشیر داخلہ رحمان ملک، وزیر خارجہ، وزیر قانون و انصاف، سیکریٹری قانون و انصاف، سیکریٹری کیبنٹ، سیکریٹری کشمیر و شمالی علاقہ جات (KANA)، اور انٹر سروسز انٹیلی جنس (ISI) اور انٹیلی جنس بیورو (IB) کے ڈائریکٹر جنرل اس کے ممبر تھے۔

مختلف اجلاسوں میں کمیٹی نے شمالی علاقہ جات کی حیثیت اور اصلاحات پر بحث کی۔ کمیٹی نے گلگت بلتستان خود مختاری اور نظم ونسق آرڈر 2009، (Gilgit, Baltistan Empowerment & Self-Governance Ordnance, 2009) کا ڈرافٹ بنانے کیلئے شمالی علاقہ جات کی قانون ساز اسمبلی کے ممبران اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اہل الرائے خواتین و حضرات سے مشورہ کیا۔ اصلاحات کے ڈرافٹ کا وزارت قانون نے جائزہ لیا اور 29 اگست 2009 کو وفاقی کابینہ نے اس کی منظوری دے دی۔

صدر آصف علی زرداری نے 7 ستمبر 2009 کو گلگت بلتستان خود مختاری اور نظم و نسق آرڈر 2009 پر دستخط کیے اور اس طرح علاقے کی شناخت بحال کر دی گئی۔ اس کا نام "شمالی علاقہ جات"، (Northern Areas) سے تبدیل کر کے گلگت بلتستان رکھ دیا گیا۔ اسے انتظامی اور قانون سازی کے اختیارات دیئے گئے اور گورنر، وزیر اعلیٰ اور وزیروں کے منصب پیدا کیے گئے ہیں۔

آزاد جموں اور کشمیر کونسل کی طرز پر گلگت بلتستان کونسل وزیر اعظم کی سربراہی میں

1۔ امانت کمیٹی - گلگت بلتستان اصلاحات 2009، 20 [illegible] 2009، [illegible]
2۔ ایضاً

گلگت بلتستان خود مختاری اور نظم و نسق آرڈر 2009: شناخت، اختیار اور جرأت



صدرِ مملکت آصف علی زرداری نے 7 ستمبر 2009 کو گلگت بلتستان امپاورمنٹ اینڈ سیلف گورننس آرڈر پر دستخط کر دیے۔

متعارف کرائی گئی ہے۔ گلگت بلتستان اسمبلی کو بجٹ منظور کرنے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔ کنسولیڈیٹڈ فنڈ (Consolidated Fund) بھی متعارف کرایا گیا ہے۔ اسمبلی کے قانون سازی کے اختیارات 49 سے بڑھا کر 61 کر دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ گلگت بلتستان اسمبلی ان معاملات پر بھی قانون سازی کر سکتی ہے جو کونسل کے دائرۂ کار میں نہیں ہیں۔

گلگت بلتستان کونسل کو 55 مضامین پر قانون سازی کا اختیار ہے۔ گلگت بلتستان حکومت کے مختلف اداروں کو چلانے کے لیے گلگت بلتستان رولز آف بزنس (Gilgit Baltistan Rules of Business, 2009) 2009 وضع کیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ گلگت بلتستان ایمپاورمنٹ اینڈ سیلف گورننس آرڈر 2009 کے آرٹیکل 22 کی رو سے سسٹم آف فنانشل مینجمنٹ اینڈ بجٹنگ (System of Financial Management and Budgeting) بھی وضع کیا گیا ہے۔ گلگت بلتستان اسمبلی اپنے طریقہ کار کے قوانین (Rules of Business) بنائے گی۔ کونسل اور اسمبلی اپنے اپنے دائرۂ کار میں قانون سازی کریں گی۔

گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی

قانون ساز اسمبلی 33 ارکان پر مشتمل ہوگی جن میں سے:

(الف) 24 ارکان براہِ راست انتخابات کی بنیاد پر منتخب کیے جائیں گے

(ب) 6 خواتین مخصوص نشستوں پر منتخب ہوں گی جیسے پاکستان بھر میں ہوتا ہے۔

نئے ضلع ہنزہ نگر کے لیے خواتین کی ایک اور نشست کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(ج) تین نشستیں پیشہ ور اور اعلیٰ تکنیکی قابلیت رکھنے والے افراد کیلئے مخصوص کی گئی ہیں۔ ان کا انتخاب بھی دیگر مخصوص نشستوں کی طرز پر ہوگا۔

اسمبلی کا اپنا وزیرِ اعلیٰ، اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر ہوں گے جن کو ایوان منتخب کرے گا۔ ایوانِ زیریں (Lower House) اکسٹھ (61) مضامین پر قانون سازی کر سکے گا جو صدارتی آرڈر کے چوتھے شیڈول میں دیے گئے ہیں۔ گلگت بلتستان میں عام انتخابات کے نتیجے میں سیّد مہدی شاہ کو وزیرِ اعلیٰ، وزیر بیگ کو اسپیکر اور جمیل احمد کو ڈپٹی اسپیکر منتخب کیا گیا ہے۔

گلگت بلتستان کونسل

گلگت بلتستان کونسل میں مندرجہ ذیل ارکان ہوں گے۔

☆ وزیرِ اعظم پاکستان

☆ گورنر

☆ 6 نامزد ارکان جن کو وزیرِ اعظم وقتاً فوقتاً وفاقی وزراء اور ارکان پارلیمنٹ میں سے نامزد کریں گے۔ وفاقی وزیر برائے امور کشمیر و گلگت بلتستان بوجہ عہدہ (Ex-Officio) اس کے رکن اور کونسل کے انچارج وزیر ہوں گے۔

☆ وزیرِ اعلیٰ گلگت بلتستان



گلگت بلتستان کے عوام نے نومبر 2009ء کے انتخابات میں بھرپور حصہ لیا۔

گلگت بلتستان خودمختاری اور نظم ونسق آرڈر 2009: شناخت، اختیار اور جرٔت

☆ 6 ارکان جنہیں گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی میں قابلِ انتقال ووٹ کے ذریعے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر منتخب کیا جائے گا۔

وزیر اعظم پاکستان کونسل کے چیئرمین، گورنر وائس چیئرمین اور امورِ کشمیر و گلگت بلتستان کے وزیر مملکت کونسل کے بوجہ عہدہ (Ex-Officio) رکن ہوں گے تاہم رائے شماری میں شامل نہ ہونگے۔

کونسل 55 مضامین پر قانون سازی کر سکے گی جو کہ صدارتی آرڈر کے تیسرے شیڈیول میں دیئے گئے ہیں۔ گورنر کو صدر پاکستان وزیر اعظم کی سفارش پر مقرر کریں گے۔ وفاقی وزیرِ اطلاعات ونشریات اور سابقہ وزیر امورِ کشمیر و شمالی علاقہ جات (KANA) قمر زمان کائرہ کو قائم مقام گورنر مقرر کیا گیا۔ مارچ 2010 میں صدرِ مملکت جناب آصف علی زرداری نے گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والی ممتاز سماجی کارکن ڈاکٹر شمع خالد کو گلگت بلتستان کی مستقل گورنر مقرر کیا۔ انہوں نے یومِ پاکستان پر اپنے عہدے کا حلف لیا جس میں صدر پاکستان اور وزیرِ اعظم پاکستان نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

آئینی عہدوں جیسے گورنر، چیف کورٹ بمع پانچ جج صاحبان، آڈیٹر جنرل، چیف الیکشن کمشنر اور چیئرمین پبلک سروس کمیشن کا تقرر ان اصلاحات کو مزید معتبر بناتا ہے۔ یوں گلگت بلتستان کے عوام کو شفاف حکمرانی میسر آئے گی۔[3]

مختلف شراکت داروں کے خیالات جاننے کیلئے کی جانے والی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق علاقے کے لوگوں کی اکثریت گلگت بلتستان خودمختاری اور نظم ونسق آرڈر 2009 کو ایک درست اور بروقت اقدام سمجھتی ہے۔ اُن کی رائے میں ان اصلاحات کے ذریعے گلگت بلتستان کو دوسرے صوبوں کے برابر لایا جاسکتا ہے۔[4]

گلگت بلتستان کے انتخابات 2009

گلگت بلتستان خودمختاری اور نظم ونسق آرڈر 2009 کے اعلان کے ساتھ ہی شمالی علاقہ جات کی اسمبلی کو تحلیل کر کے نئے انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔ سیلف گورننس آرڈر کے سیکشن 82 کے تحت گلگت بلتستان کے لیے ایک آزاد الیکشن کمیشن مقرر کیا گیا۔ 14 نومبر 2009 کو سابقہ انتخابی انتظام کے تحت بغیر کسی نئی انتخابی حد بندی کے قانون ساز اسمبلی کی 23 نشستوں پر انتخابات کرائے گئے۔ ایک انتخابی حلقے میں ایم کیو ایم کے امیدوار کی وفات کی وجہ سے انتخاب ملتوی کر دیا گیا۔

تین سو آزاد مبصرین اور میڈیا کے نمائندوں نے گلگت بلتستان کے انتخابات کا ہر پہلو سے مشاہدہ کیا۔ وزارتِ اطلاعات ونشریات نے گلگت بلتستان پریس کلب کے اندر مقامی، قومی اور بین الاقوامی صحافیوں کو انتخابات سے متعلقہ معلومات تک بہتر رسائی اور دوسری سہولیات دینے کے لیے میڈیا سپورٹ سیل قائم کیا۔

عدلیہ نے بھی انتخابات کی مانیٹرنگ کی، آزاد مبصر جیسے فری اینڈ فیئر الیکشن نیٹ

جماعتی حیثیت ۔ گلگت بلتستان انتخابات 2009[5]

جماعت	عام نشستیں	خواتین	ٹیکنوکریٹس	ٹوٹل
پاکستان پیپلز پارٹی	14	4	3	21
پاکستان مسلم لیگ (ق)	2	1		3
پاکستان مسلم لیگ (ن)	2			2
جمعیت علمائے اسلام	3	1		4
متحدہ قومی موومنٹ	1			1
آزاد	2			2
ٹوٹل	24	6	3	33

3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان، www.ecp.gov.pk

گلگت بلتستان خودمختاری اور نظم و نسق آرڈر 2009:
شناخت، اختیار اور جرأت



11 دسمبر 2009ء۔ سید مہدی شاہ (بائیں) گلگت۔بلتستان کے پہلے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اس وقت کے گورنر گلگت۔بلتستان قمر زمان کائرہ سے حلف اٹھا رہے ہیں۔

ورک (Free and Fair Election Network) اور ہیومن رائیٹس کمیشن آف پاکستان (Human Rights Commission of Pakistan) نے بھی انتخابات کا جائزہ لیا اور انکے پرامن انعقاد پر اطمینان کا اظہار کیا۔

انتخابی نتائج کے مطابق پاکستان پیپلز پارٹی کو واضح فتح حاصل ہوئی (باکس دیکھیں)۔ دراصل یہ کامیابی شہید چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے گلگت بلتستان کے لیے ایجنڈا کی بدولت تھی جو انہوں نے 1972 میں شروع کیا اور جسے شہید محترمہ بےنظیر بھٹو مزید آگے لے کر گئیں۔ (باکس دیکھیں)

گلگت بلتستان ایمپاورمنٹ اینڈ سیلف گورننس آرڈر 2009 کے نفاذ اور آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانے کے ذریعے عوامی حکومت نے گلگت بلتستان میں عوامی قیادت کے جمہوری ورثہ کو آگے بڑھایا ہے۔ علاقے کے لوگ اس حقیقت سے خوش ہیں کہ بالآخر ان کی منفرد شناخت کو قومی سطح پر ایک سیاسی اکائی کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ انتخابات میں بھرپور انداز سے شرکت کر کے گلگت بلتستان کے عوام نے اس نئے نظام کی توثیق کی ہے۔

جمہوریت کو پاکستانی عوام کا حق سمجھنے والوں کو گلگت بلتستان کے لوگوں کے مینڈیٹ اور ووٹ کا احترام کرنا ہوگا۔ اس جذبے کے ساتھ ایک ایسی اجتماعی کوشش کرنی چاہئے جس سے گلگت بلتستان میں جمہوری عمل مزید آگے بڑھے۔

پی پی پی اور گلگت بلتستان۔ایک طویل رفاقت

1972 ریذیڈنٹ کے عہدہ کو ریذیڈنٹ کمشنر کے طور پر متعین کیا گیا

1972 میں صدارتی آرڈر کے ذریعے ریذیڈنٹ کے عہدے کو ریذیڈنٹ کمشنر بنا کر گلگت اور بلتستان کی ایجنسیوں کو اضلاع کا درجہ دے دیا گیا اور ایک اضافی ضلع دیامیر بھی بنایا گیا۔

1974 شہید ذوالفقار علی بھٹو کی اصلاحات

1974 میں شہید ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے انتظامی اور عدالتی اصلاحات کے پیکیج کا اعلان کیا۔ ہنزہ کی ریاست کو ختم کر دیا اور فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (FCR) کا خاتمہ اور ختم کی گئی ریاستوں کے حکمرانوں (راجاؤں) کو سرکاری ملازمتیں اور خرچہ الاؤنس دیئے گئے۔ دو اضافی اضلاع غذر اور غانچے بنائے گئے۔

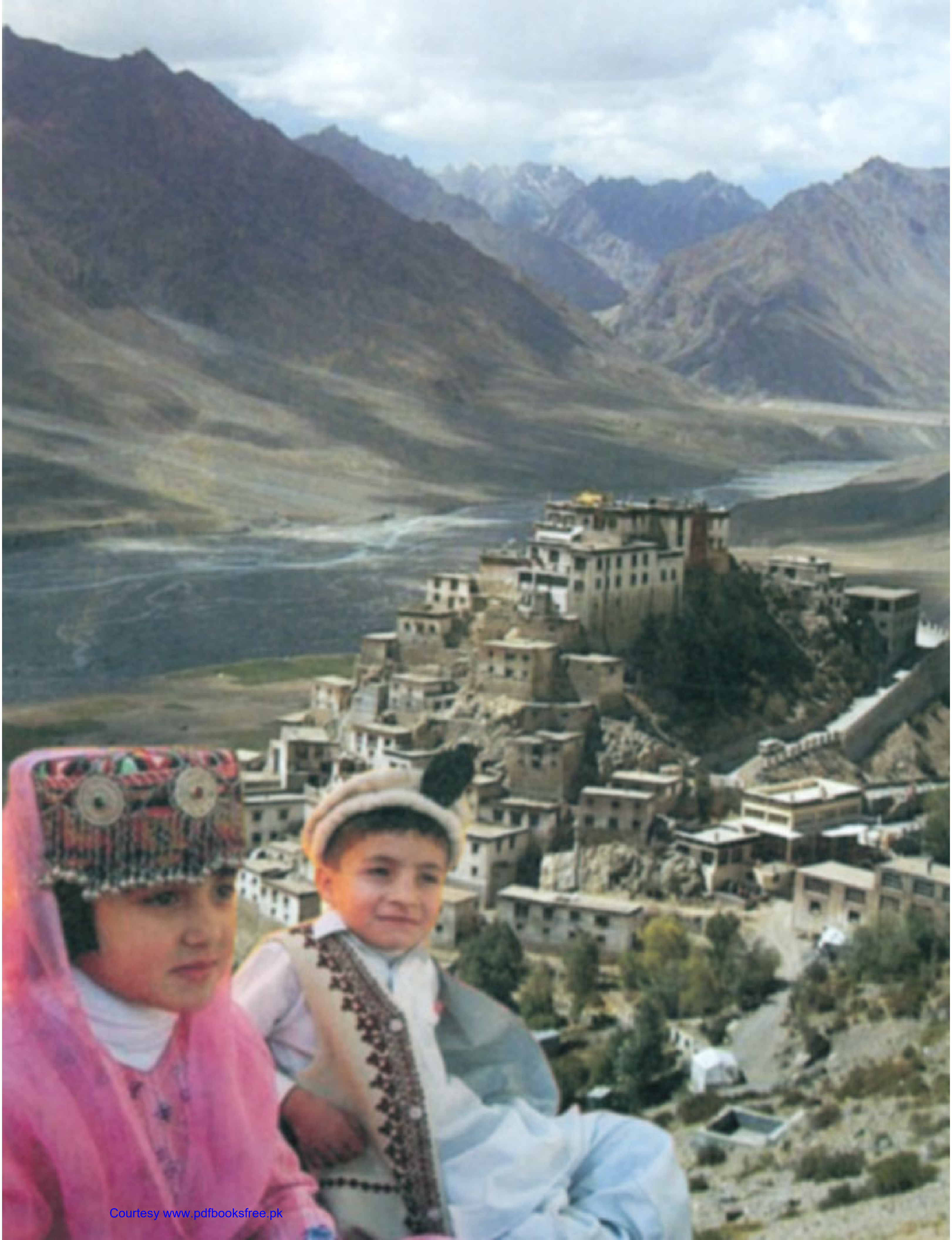
1988 وزیر اعظم کے مشیر کا تقرر

شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کی جمہوری حکومت نے شمالی علاقہ جات سے منتخب ناردرن ایریاز قانون ساز اسمبلی کے نمائندے قربان علی کو وزیر مملکت کی حیثیت سے وزیر اعظم کا مشیر مقرر کیا۔

1994 شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کی اصلاحات

وفاقی کابینہ نے اصلاحات پر مبنی لیگل فریم ورک آرڈر 1994 کی منظوری دی جس کے ذریعے ناردرن ایریاز رولز آف بزنس (Northern Areas Rules of Business) بنائے گئے۔ چیف سیکرٹری اور سول سیکریٹریٹ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ عدالتی اصلاحات متعارف کرائی گئیں۔ جوڈیشل کمشنر کا عہدہ ختم کر دیا گیا اور ایک ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں تین رکنی چیف کورٹ بنائی گئی۔ وفاقی یا صوبائی جوڈیشل آفیسر اور شمالی علاقہ جات کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج چیف کورٹ کے رکن بننے کے اہل قرار پائے۔

گلگت بلتستان خودمختاری اور نظم و نسق آرڈر 2009



گلگت بلتستان خودمختاری اور نظم و نسق آرڈر 2009: شناخت، اختیار اور جرأت



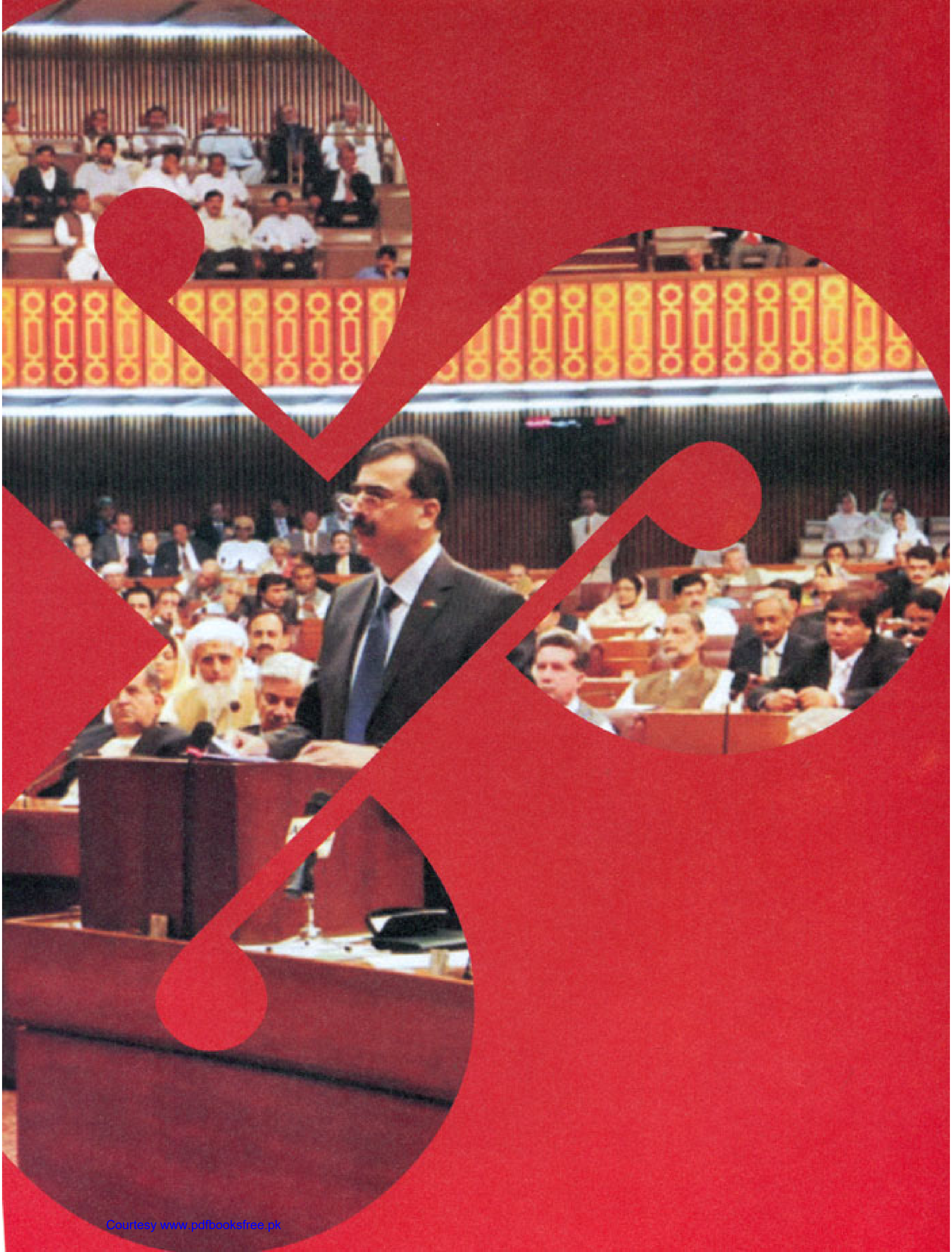
گلگت بلتستان کی پہلی خاتون گورنر ڈاکٹر شمع خالد 23 مارچ 2010 کو حلف اٹھا رہی ہیں۔

عوامی حکومت کے گلگت بلتستان کے لیے خصوصی اقدامات

1- صحت کے شعبے میں 870 ارب روپے مختص کیے
2- میڈیکل اور انجینئرنگ کالج کے قیام کا اعلان
3- ضلع اور تحصیل پر ہر ہسپتال کو ایمبولنس فراہم کرنے کا فیصلہ
4- وفاقی حکومت کے ادارے نیشنل ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ذریعے 540 اسکولوں کی کفالت
5- کم آمدنی والے طبقے کے لیے زمین اور ہاؤسنگ اسکیم کا اجراء
6- 5000 پولیس اہلکاروں کی بھرتی
7- گلگت بلتستان کے پولیس اہلکاروں کی تنخواہ میں 100 فیصد اضافہ
8- بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت 50,000 گھرانوں کے لیے ماہانہ مالی امداد
9- سیاحت اور ہوٹل انڈسٹری کی ترقی
10- وفاقی اداروں میں گلگت بلتستان کے طلباء و طالبات کیلئے سیٹوں میں اضافہ
11- گلگت بلتستان اجرتی الاونس کی بحالی
12- گلگت بلتستان میں بے نظیر ٹریکٹر اسکیم کے تحت مزید ٹریکٹروں کا اضافہ
13- مقامی لوگوں کے لیے دیامیر، بھاشا ڈیم کی رائلٹی
14- پبلک سیکٹر ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت 10 ارب روپے سے بڑے ترقیاتی منصوبوں کا آغاز
15- تاجر یونین کی بحالی

وزیراعظم کا 10 نکاتی ترقیاتی پیکیج

1- گلگت بلتستان ٹرانسپورٹ کمپنی کی گاڑیوں کی تعداد دوگنی کرنا
2- سوست ڈرائی پورٹ پر بہتر سہولتوں کی فراہمی تاکہ چین کے ساتھ تجارتی روابط بڑھائے جائیں
3- اسکردو اور گلگت میں ہوائی اڈوں کی توسیع
4- زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ اور نیشنل بینک آف پاکستان کے علاقائی دفاتر کو دوبارہ کھولنا
5- گلگت میں نیشنل ووکیشنل اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن کمیشن کے بیورو آفس کا قیام
6- پاکستان بھر کی طرح کم از کم اجرت 6000 روپے مقرر کرنا
7- 150,000 میٹرک ٹن سے زیادہ گندم پر سبسڈی دینا
8- باغبانی کی ترقی کے لیے ہارٹیکلچر ڈیولپمنٹ سینٹر کا قیام
9- اداروں کی صلاحیت بڑھانے کے لیے 5.5 ارب روپے مختص
10- مقامی طور پر پیدا ہونے والی چیری کی 55 اقسام کے لیے برف خانوں کا قیام



پارلیمنٹ عمل میں
جمہوریت عوام کیلئے کام کرتی ہے



عوامی حکومت، عوام کی رائے کی نمائندگی کرتے ہوئے پارلیمنٹ کی بالادستی پر یقین رکھتی ہے۔

> پاکستانی عوام تبدیلی چاہتے ہیں۔ نظام کی تبدیلی، پروگرام کی تبدیلی، خطرے کے ماحول سے استحکام و خوشحالی کی طرف تبدیلی۔[1]
>
> شہید محترمہ بے نظیر بھٹو

آمرانہ ادوار میں عوامی نمائندگی کے اداروں مثلاً نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کو کم اثر کر کے شخصی احکامات سے کاروبار مملکت چلانے کی طرح ڈالی گئی۔ جمہوری حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوامی نمائندگی کے اداروں کو دوبارہ فعال بنانے کی کوشش کریں تا کہ آمریت کے منفی اثرات کو کم کرتے ہوئے عوام کو اچھی طرز حکمرانی سے سہولت پہنچائی جائے۔ حقیقی جمہوری پاکستان میں پارلیمان کو جرأت دکھانا ہوگی کیونکہ وہی عوام کی آواز ہے۔ پارلیمان قانون بنانے، محصولات مختص کرنے اور احتساب کرنے کی ذمہ دار ہے۔ لیکن آمرانہ حکومتوں نے پارلیمان کا منصب افسر شاہی کے ذریعے انجام دیا۔ قانون آرڈیننس اور ایگزیکٹو آرڈر سے بنتا تھا، بجٹ ایس آر اوز کے ذریعے منظور کرایا جاتا تھا اور احتساب کو جمہوری قوتوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

عوامی حکومت پارلیمنٹ کی بالادستی پر یقین رکھتی ہے کیونکہ پارلیمان عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے 2008 سے لے کر اب تک حکومت قومی اہمیت کے حامل تمام معاملات کو بحث، رہنمائی اور منظوری کے لیے منتخب پارلیمنٹ میں لاتی رہی ہے۔ وزیر اعظم نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں باقاعدگی سے شرکت کرنے کی ایک نئی روایت قائم کی ہے۔ پاکستان کی حالیہ تاریخ میں کسی وزیر اعظم نے اس

1۔ بے نظیر بھٹو کی تقریر "پاکستان میں جمہوریت" ۔۔۔ 25 ستمبر 2007ء، واشنگٹن ڈی سی (امریکہ)

باقاعدگی سے قومی اسمبلی کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کی جیسے پاکستان کی تاریخ کے پہلے متفقہ طور پر منتخب وزیرِاعظم سید یوسف رضا گیلانی نے بقول منیر نیازی عادت سی بنالی ہے اسمبلی میں چلے آنے کی۔ وزیرِاعظم بعض معاملات پر ارکان کے سوالات کے جواب بھی دیتے ہیں۔

ایوانِ زیریں میں پیپلز پارٹی کے نمائندے کے وزیرِاعظم منتخب ہوتے ہی تبدیلی کی ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں۔ سید یوسف رضا گیلانی نے متفقہ طور پر وزیرِاعظم منتخب ہونے کے بعد قومی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کئی ماہ سے اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ گھروں میں اسیر سپریم کورٹ کے ججوں کی رہائی کا حکم جاری کیا۔ یہ پارلیمان کی طاقت تھی، جو عوام کی نمائیندگی سے حاصل ہوتی ہے، کہ کسی نے ججوں کو رہا کرتے ہوئے یہ نہیں پوچھا کہ وزیرِاعظم نے عہدے کا حلف لے لیا یا نہیں یا یہ کہ لکھا ہوا حکم کدھر ہے۔ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کی عوامی طاقت کا کرشمہ ہے کہ مارگلہ کی پہاڑیوں سے متصل ججوں کی پناہ گاہ (Judges Enclave) کہلانے والے اسلام آباد کے اس سب سے اعلیٰ رہائشی علاقے میں کہ جہاں آمر کے ہوتے ہوئے ججوں کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں پہنچ سکتا تھا، شہید محترمہ بینظیر بھٹو کے بے شمار ساتھی وزیرِاعظم کی تقریر ختم ہونے سے پہلے ہی پہنچ گئے اور عوام کے نمائندے کا حکم بجالاتے ہوئے اسیر ججوں کو رہائی دلانے کے کام میں لگ گئے۔

پھر صدر آصف علی زرداری نے آمرانہ دور میں پاکستانی ریاست کی طرف سے روا رکھے گئے مظالم پر بلوچ قوم سے معافی مانگی اور دل سے دل تک بات کرنے کی طرح ڈالی جس سے بلوچ قوم کا جمہوریت پر اعتبار مزید پختہ ہوا۔ ایسا بھی پہلی بار ہوا کہ صدرِ مملکت نے بارہ ماہ سے کم مدت میں دو بار پارلیمان سے خطاب کیا۔ تیسری بار جب وہ خطاب کرنے آئے تو پارلیمان نے انہیں اصل آئین کی بحالی سپاس میں پیش کی۔ پاکستان میں کیسے کیسے صدر گذرے ہیں لیکن کبھی کسی نے تین بار پارلیمان سے آ کر نہ کہا ہوگا کہ میرے اختیارات پارلیمان کو دے دو یا پارلیمان میں قائدِ ایوان کو۔ پھر جب پارلیمان نے یہ بات مان لی تو دنیا بول اٹھی کہ صدر آصف علی زرداری نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی رُکن قومی اسمبلی محترمہ فہمیدہ مرزا کا کسی بھی اسلامی ملک کی پہلی خاتون سپیکر کے طور پر انتخاب بھی اسی پارلیمان کا اعزاز ہے۔ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کی پاکستان کی خواتین کے ساتھ کمٹمنٹ کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس دفعہ براہِ راست انتخاب اور مخصوص نشستوں پر خواتین کی پہلے سے بڑی تعداد قومی اسمبلی میں منتخب ہوئی ہے۔ یہ اعزاز بھی اسی پارلیمان کے حصے میں آیا کہ قوم کے برسوں کے اصرار کے بعد دفاعی بجٹ باقاعدہ قوم کے نمائندوں کے سامنے پیش کیا گیا۔

پارلیمان اپنا بہت سا کام کمیٹیوں کے ذریعے کرتی ہے۔ تاہم ماضی میں کمیٹیوں کو کبھی زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ عوامی دور میں پارلیمانی کمیٹیوں کو مضبوط کیا گیا ہے اور اُن کو وزارتوں کی مکمل جانچ پڑتال کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ ایوان یا سپیکر کسی تحریک پر یا اُس کے بغیر کسی بھی معاملے کو قائمہ کمیٹی کے سپرد کرسکتی ہیں۔ کمیٹی کسی کو بھی طلب کرسکتی ہے اور کسی بھی معاملے کی کھلی پیشی کرسکتی ہے۔

قائمہ کمیٹیاں اور ان کے سربراہان پاکستان کے نسلی اور سیاسی تنوع کی نمائندگی کرتے ہیں۔ عام طور پر برسرِ اقتدار پارٹیاں قائمہ کمیٹیوں کی سربراہی کم ہی پارٹی سے باہر جانے دیتی ہیں۔ تاہم ملکی تاریخ میں پہلی بار عوامی حکومت کے دور میں تمام سیاسی جماعتوں کو پارلیمان میں اپنی نمائندگی کے حساب سے قائمہ کمیٹیوں کی سربراہی دی گئی ہے۔ یعنی جیسا اصل میں عوام نے فیصلہ کیا تھا۔ شفاف نظامِ حکومت کو یقینی بنانے کیلئے حکومت نے قومی اسمبلی کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا سربراہ قومی اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف کو بنایا جیسا کہ میثاقِ جمہوریت میں اتفاق کیا گیا تھا۔ کمیٹی نے بڑی محنت سے کام کرتے ہوئے گذشتہ دو سالوں میں 137 اجلاس کئے جن میں مختلف محکموں کے مالی معاملات کا جائزہ لیا گیا۔

منتخب پارلیمنٹ نے مشکلات کے باوجود اپنا کام مقصد کے احساس کے ساتھ شروع کیا اور فقط دو برس میں وہ کر دکھایا جو اس سے پہلے کی بعض اسمبلیاں اپنی پوری مدت میں نہیں کرسکیں۔ فروری 2008 میں منتخب ہونے والی قومی اسمبلی نے پہلے دو برسوں میں 38 قوانین منظور کئے ہیں[2] جبکہ سابقہ اسمبلی نے اپنے پہلے دو برسوں میں 19 قوانین پاس کرائے تھے۔[3] دوسرے پارلیمانی سال میں 34 قوانین پاس ہوئے جبکہ پہلے سال کے اندر 4 قوانین پاس ہوئے۔ (باکس 1 قومی اسمبلی کے سال 10-2008 کے دوران منظور کئے گئے قوانین دیکھیں)

اس اسمبلی کا دوسرا پارلیمانی سال بہت فعال ثابت ہوا جس میں نہ صرف تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل پارلیمان کے دونوں ایوانوں کی مشترکہ آئینی اصلاحات کمیٹی کے ذریعے آمرانہ دورِ حکومت کی آئینی موشگافیوں کے خلاف پوری قوم کا وسیع تر اتفاقِ رائے پیدا کیا گیا بلکہ پاکستان کی حالیہ تاریخ میں ایک پارلیمانی سال کے اندر سب سے زیادہ قانون پاس کرنے کا ریکارڈ بھی قائم کیا ہے۔ (باکس 2 دیکھیں عوام پارلیمان کے ذریعے بولتے ہیں)

قومی اسمبلی نے کل 101 دن کام کیا۔ قومی اسمبلی کے دوسرے پارلیمانی سال کے دوران قومی اسمبلی نے 344 گھنٹے اور 27 منٹ کام کیا جو پہلے پارلیمانی سال سے 24 فیصد زیادہ ہے۔ دوسرے پارلیمانی سال میں پارلیمانی قوانین (ایکٹس) اور صدارتی قوانین (آرڈیننس) کا تناسب بھی بہتر ہوا۔ 29 پارلیمنٹ کے قوانین جبکہ 27 صدارتی آرڈیننس منظور ہوئے جب کہ پہلے پارلیمانی سال میں 4 پارلیمنٹ کے قوانین اور 17 صدارتی آرڈیننس تھے۔[4] ارکان نے پہلے

2۔ نیشنل اسمبلی آف پاکستان، www.na.gov.pk
3۔ سیشن رپورٹ 12، دی نیشنل اسمبلی آف پاکستان کی کارکردگی۔ Pakistan Institute of Legislative Strengthening، مئی 2007
4۔ Pakistan Institute of Legislative Strengthening , http://www.pildat.org/enventsdel.asp?detid=357

سال میں 10,843 سوال پوچھے اور دوسرے سال میں 9,321 سوال پوچھے۔ پہلے سال 708 اور دوسرے سال 734 توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرائے گئے جبکہ گذشتہ اسمبلی میں اوسطاً 631 نوٹس سالانہ جمع کرائے گئے۔ پہلے سال میں تحریک ہائے استحقاق 50 تھیں جو دوسرے سال میں ذرا سا کم ہو کر 47 ہو گئیں۔

پارلیمان کے ایوانِ بالا کی کارکردگی میں بھی بہتری آئی ہے۔ سینیٹ نے 09-2008 میں آٹھ قوانین منظور کئے جبکہ 10-2009 میں یہ تعداد بڑھ کر دوگنا ہو گئی۔ ایوانِ بالا نے 09-2008 میں 15 بل اور 10-2009 میں 11 بل غور وفکر اور جائزے کیلئے قائمہ کمیٹیوں کے سپرد کئے۔ دونوں ایوانوں نے خارجہ پالیسی، بجلی کے بحران اور دہشت گردی کے خلاف جنگ جیسے قومی اہمیت کے معاملات پر سرگرم مباحث کئے[5]

قومی اتفاق اجاگر کرنا

آمرانہ ادوار میں کنٹرول کرنے اور آرڈیننس کے ذریعے قانون سازی کی جاتی تھی۔ لیکن عوامی دور میں قانون کا ماخذ قومی اسمبلی اور سینیٹ کا آرڈر آف دی ڈے ٹھہرا ہے۔ قومی اسمبلی نے عوامی حکومت کے دو سالوں کے دوران 38 قوانین منظور کیے۔ ان قوانین کو حتمی شکل دینے کیلئے طویل مشاورت کی گئی جس میں عوام، پارلیمنٹ اور اس کی کمیٹیاں شامل تھیں۔ اب اسے جمہوری صبر کی کرامت ہی کہئے گا کہ مختلف سوچ اور فکر رکھنے والی جماعتوں کے نمائندہ ارکان نے اِن میں سے اکثر قوانین کو پارلیمنٹ میں اتفاقِ رائے سے منظور کرایا۔ اس سے مل جل کر فیصلے کرنے کی روایت وجود میں آئی اور قومی اہمیت کے معاملات پر قومی اتفاقِ رائے پیدا کرنے میں مدد ملی۔ پاکستانی قوم نے اپنے نمائندوں کے ذریعے منتخب ایوانوں میں بیٹھ کر بات چیت اور دعوے دلیل کے ساتھ ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھائی اور پھر قوم کی اجتماعی دانش کے ذریعے متفقہ قانون سازی کی گئی۔ وسیع تر قومی اتفاقِ رائے پیدا کرنے کی خاطر پاکستان پیپلز پارٹی نے بارہا اپنے تاریخی اور اصولی مؤقف میں لچک کا مظاہرہ کیا۔ ایسا صرف جمہوری سوچ کے ساتھ ہو سکتا ہے ورنہ ایسے بھی چلے پھرتے ہیں جو اپنے جیسے حلیے کے لوگوں کے علاوہ سب کو گردن زدنی جانتے ہیں۔

پارلیمان کے دونوں ایوانوں کے ارکان پر مشتمل ایک 26 رکنی آئینی اصلاحات کمیٹی (Constitutional Reforms Committee) تشکیل دی گئی جس میں عوام کی توجہ حاصل کر سکنے والی تمام سیاسی جماعتوں کی نمائندگی ہے۔ اس کمیٹی نے آئین کی ایک ایک شق کا بغور جائزہ لے کر آئینی اصلاحات کا متفقہ ایجنڈا تیار کیا تا کہ آمرانہ دورِ حکومت کی پیدا کردہ آئینی پیچیدگیوں سے نجات پائی جائے۔ ان ترامیم کے ساتھ اقتدار واپس پاکستان کے عوام کے پاس لوٹ آیا ہے اور ریاست کی وفاقی حیثیت پر قوم کا اصرار ایک نئی قوت کے ساتھ سامنے آیا ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ سب صرف صبر (Democratic Patience) سے ہوتا ہے اور بات چیت سے۔ آئین کوئی فکری پرچہ (Concept Paper) نہیں ہوتا جسے کچھ ماہرین اور افسران یا انتظامیہ اور عدلیہ کے بڑے آپس میں مل کر طے کر لیں۔ یہ عوام اور ریاست کے درمیان مل جل کر رہنے کا ایک عمرانی معاہدہ (Social Contract) ہے اور یہ ویسا ہی ہوگا جیسا سب لوگ اس کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جاننے کیلئے کہ لوگ کیا چاہتے ہیں ہمیں کسی مخصوص پرچے کو پڑھنے یا پارلیمانی ایوانوں سے باہر بیٹھے ہوئے کسی پریشر گروپ کی بجائے لوگوں کے نمائندوں سے رجوع کرنا ہوگا کیونکہ بڑی سے بڑی عقل بھی قوم کی اجتماعی دانش سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔

ہر چند ایک معینہ اکثریت کے ذریعے آئین بنایا جا سکتا ہے اور اس میں ترمیم بھی کی جا سکتی ہے لیکن آئین ایک ایسی دستاویز ہے جس پر قوم کا وسیع تر اتفاق ہونا انتہائی پسندیدہ بات ہے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے اسی جذبے کے تحت 1973ء میں دونوں ایوانوں میں واضح اکثریت رکھنے کے باوجود آئین پر قوم کا اجتماعی اتفاقِ رائے پیدا کیا اور تمام صوبوں کی چھوٹی بڑی تمام سیاسی جماعتوں سے طویل مذاکرات کرنے کے بعد قوم کو ایک متفقہ آئین دیا جو آج بھی وفاقی اکائیوں کے مابین واحد قابلِ قبول دستاویز ہے۔

پھر آمروں نے اس آئین میں اپنے طور پر ہی بہت ساری ترامیم کر لیں تا کہ اُن کے غیر آئینی اقتدار کو دوام ملے اور کوئی اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ ایسا کرنے میں انہیں ہاتھ کی چھنی ربڑ کی مہر جیسی پارلیمان اور مرضی کے طابع عدلیہ کا تعاون بھی میسر رہا جس نے کبھی ایسا کوئی فیصلہ نہ دیا کہ آمروں کی ڈالی ہوئی ترامیم آئین کی روح سے متصادم ہیں حالانکہ جمہوری ادوار میں پوری قوم کے اتفاقِ رائے سے بنائے ہوئے قوانین کے بارے میں اس طرح کی موشگافیاں کی جاتی رہی ہیں۔ اس سے ملک کمزور ہوا، ملکی اداروں پر سے قوم کا اعتماد جاتا رہا اور وفاقی اکائیاں وفاقی نظام کے ممکنات سے مایوس ہو کر نئے راستوں پر نکلنے کا عندیہ دینے لگیں۔

فروری 2008 میں پاکستان بھر کے عوام نے بہت واضح طور پر جمہوری، پارلیمانی اور وفاقی قوتوں کے حق میں رائے دے کر آمرانہ چالوں کو شکست دی اور آئین کی اپنی اصل شکل میں بحالی کا سفر شروع ہوا۔ ایک بار پھر پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے خیالات پر اصرار کی بجائے پوری قوم کے اتفاق رائے کا راستہ اختیار کیا اور طویل غور وخوض کے بعد آئینی اصلاحات کا متفقہ مسودہ تیار کیا تا کہ بنیادی قانون پر پوری قوم کا اتفاق ہو۔ یقیناً اس سے پاکستانی آئین اور پارلیمان

5- http://www.na.gov.pk/comsys.html یکم اپریل 2010 کو رسائی کی گئی

پر کئے جانے والے بہت سارے اعتراضات دور ہو جائیں گے اور پاکستانی قوم مل جل کر ترقی کا سفر طے کر سکے گی۔

آغازِ حقوقِ بلوچستان

بلوچستان کے ساتھ آمرانہ حکومتوں کی تاریخی نا انصافیوں کے بارے میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں احتجاج ہوتا رہا ہے۔ تاہم صوبے میں صورتحال بگڑتی رہی اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی تا آنکہ جمہوری حکومت آئی اور اُس نے بلوچ عوام کے حقوق کی آواز اُٹھانے والوں کی بات سنی اور کچھ اپنی سنائی جیسا کہ عام طور پر مہذب معاشروں میں اختلاف رائے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ سب سے اہم بات تو یہ رہی کہ عوامی حکومت اس معاملے کو پارلیمنٹ میں لے آئی تا کہ عوامی نمائندوں یعنی خود پاکستان کے عوام کی حمایت کے ساتھ بلوچستان سے روا رکھی گئی زیادتیوں کا ازالہ کرنے کا آغاز ہو۔

حکومت نے بلوچ عوام کے مطالبات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک جامع پروگرام ترتیب دیا جسے تمام تر جمہوری انکسار کے ساتھ آغازِ حقوقِ بلوچستان کا نام دیا گیا۔ دراصل یہ نام حکومت کی حقیقت پسندی کو بھی ظاہر کرتا ہے کیونکہ بلوچ عوام کے دکھوں کا مداوا کرنے، انہیں اُن کے حقوق لوٹانے اور انہیں ترقی کے بہترین مواقع



صدر آصف علی زرداری "کام کی جگہوں پر خواتین کو ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ کے بل 2009" پر دستخط کر رہے ہیں۔

فراہم کرنے کے سفر کا ابھی فقط آغاز ہوا ہے، کرنے کے بہت سے کام ابھی باقی ہیں۔ بلوچستان کے بارے میں پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کے آخری مقرر کے طور پر وزیراعظم پاکستان جناب سید یوسف رضا گیلانی نے آغازِ حقوقِ بلوچستان پر فوری عمل کرنے کے لیے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی تشکیل دینے کا اعلان کیا اور بلوچ عوام کے حقوق کیلئے پارلیمنٹ کے ارکان سے مزید مشورے بھی طلب کیے۔ انہوں نے کہا کہ: "ہم جلاوطن سیاسی قیادت اور کارکنان سے بات چیت کرنے کے لیے ہمیشہ تیار ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ امن اور جمہوریت کا راستہ اختیار کریں گے اور ہماری مذاکرات کی دعوت قبول کریں گے۔ سیاسی مفاہمت کا آغاز کرنے کیلئے میں بزرگ (بلوچ) سیاستدانوں سے ان کے گھر جا کر ملنے کو تیار ہوں۔"[6] پارلیمنٹ کو یقین دہانی کراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ خود آغازِ حقوقِ بلوچستان پر عملدرآمد کی نگرانی کریں گے۔

عوام کے لیے

دو سالوں میں عوامی پارلیمان کے بنائے ہوئے قوانین پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ ان کی ترجیحات میں عوام سب سے پہلے آتے ہیں۔ زیادہ تر قوانین خواتین، مزدوروں، غریبوں اور لاچاروں کو معاشرے میں درپیش مشکلات سے نجات دلانے کیلئے بنائے گئے ہیں۔ باقی قانونی تبدیلیاں آمریت کی مختلف طبقوں کے ساتھ ناانصافیوں کا ازالہ کرنے کیلئے اور عوام اور معاشرے کی مستقبل کی ضروریات پوری کرنے کیلئے عمل میں لائی گئیں۔

کریمنل لا (ترمیمی بل 2009)

پاکستان میں خواتین کو بازاروں، بسوں، ویگنوں، بس اڈوں، سڑکوں، گلیوں اور کام کی جگہوں پر جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ یہ جانے کب سے چل رہا ہے لیکن بڑی بڑی مسندوں والے اپنے جبہ و دستار کی عظمت میں کچھ ایسے کھوئے گئے کہ نہ انسانی عظمت کے سبق یاد رہے اور نہ ہی عورتوں کے ساتھ پیغمبر آخرالزماں ﷺ کی شائستگی مسلمانوں کے اس ملک میں خواتین کے ساتھ اجتماعی رویے کی بنیاد بن سکی۔ بہت سی خواتین تو ہراساں کئے جانے کے ڈر سے تعلیم حاصل کرنے، علاج کروانے، اپنے گھر والوں کیلئے روزی کمانے، گھر کی چھوٹی موٹی ضروریات پوری کرنے حتیٰ کہ اشیائے صَرف کی خریداری کیلئے بھی باہر نکلنے سے گھبراتی ہیں۔ غیر محفوظ کو تحفظ دینا ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اسی لئے عوامی حکومت نے پارلیمنٹ میں بہت سے اقدامات تجویز کیے ہیں تا کہ خواتین کو ہراساں کرنے کو ایک جرم کا درجہ دیا جائے، سزا میں اضافہ کیا جائے اور ہراساں کی جانے والی خواتین کی دادرسی کیلئے ادارہ جاتی انتظام وجود میں لایا جائے۔

اس مقصد کے لیے پاکستان پینل کوڈ (PPC) میں ترامیم لائی گئی ہیں۔ پی پی سی میں سیکشن 509-A کے ذریعے لائی جانے والی ترمیم دراصل سیکشن 509 میں خواتین کو تحفظ دینے کے دیگر قانونی تحفظات کو مزید مضبوط کرتی ہے۔ اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ کسی بھی سرکاری یا نجی مقام پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے سے کیا مراد ہے۔ پھر اس کے ذریعے اس جرم کی زیادہ سے زیادہ سزا میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ نئی ترمیم خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے تمام مظاہر جیسے فقرے بازی، فحش اشاروں، جسمانی حرکات، اور بہت سے

6۔ ڈان، 10 دسمبر 2009

دیگر اقدامات کا احاطہ کرتی ہے اور خواتین کو معاشرے میں احترام دینے، انہیں جنسی ہراسیت، تذلیل اور زبردستی سے بچانے کیلئے پی پی سی کو موثر بناتی ہے۔

کام کی جگہ پر خواتین کی جنسی ہراسیت سے تحفظ کا قانون

کام کرنے والی جگہوں پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے سے تحفظ کا قانون 2009، پاکستانی معاشرے میں خواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد کو تحفظ پہنچانے کا ایک جدید قانونی نسخہ ہے۔ اس قانون کی اب بہت ضرورت تھی اور پارلیمنٹ نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے یہ قانون پاس کیا تا کہ پاکستان اپنی انتہائی باصلاحیت خواتین کی صلاحیتوں سے استفادہ کر سکے۔ پاکستانی خواتین کی ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھنے والا یہ قانون پاکستان بھر کی تمام خواتین کے لیے اُن کی



صدر مملکت "ملازمت سے برطرفی (خصوصی اختیارات) آرڈیننس 2000 (منسوخی) ایکٹ 2010 پر دستخط کر رہے ہیں۔

بہن شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی جماعت کی جانب سے ایک تحفہ ہے جنہوں نے خواتین کے حقوق کو ان معتبر ایوانوں کی بحث کا حصہ بنایا۔ اس قانون کے تحت ہر دفتر یا کام کرنے کی جگہ پر خواتین کے ساتھ مناسب رویہ رکھنے کیلئے بنایا جانے والا "ضابطۂ اخلاق" (Code Of Conduct) نمایاں جگہ پر آویزاں کیا جائے گا اور ایک تفتیشی کمیٹی قائم کی جائے گی تا کہ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جا سکے۔ یہ قانون اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ ایک محتسب عدالتی اختیارات کے ساتھ مقرر کیا جائے جو اس نوعیت کے کیسوں پر فیصلہ سنائے گا۔

گھریلو تشدد کی روک تھام کا قانون

کئی سالوں سے خواتین کے خلاف بڑھتا ہوا گھریلو تشدد سب کیلئے تشویش کا باعث رہا ہے۔ ایک نجی معاملہ ہونے کی بنا پر مسئلے کی پیچیدگی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ جرم کا شکار ہونے والی خواتین کے ذہنی اور جسمانی کرب کا احساس کرتے ہوئے یہ ضروری تھا کہ اس کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔ اس قانون کے ذریعے گھریلو تشدد کو نجی معاملے کے طور پر حاصل استثنا ختم ہو گیا ہے اور اب یہ قابل دست اندازی جرم ہو گیا ہے۔ یہ قانون سازی خواتین کو بااختیار بنانے کی قومی پالیسی پر عملدرآمد کرنے کیلئے کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ گھریلو تشدد کے مجرموں کو قطعاً معاف نہ کیا جائے اور جرم کی روک تھام کیلئے مناسب قانون سازی کی جائے۔[7]

عوامی دفاع اور قانونی امداد کے دفتر کا قانون 2009

لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد عدالتوں کے ذریعے انصاف حاصل کرنے کی مالی سکت نہیں رکھتی۔ نہ وہ وکیلوں کی ہوشربا فیسیں دے سکتے ہیں نہ ہی وہ تھوڑی بہت فیس جو عدالت لیتی ہے۔ جو لوگ انصاف حاصل کرنے کیلئے بھاری بھرکم اخراجات برداشت نہیں کر سکتے، عدالتوں میں اُن کے دفاع کیلئے انتظامات کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ انصاف تک رسائی ایک معاشی اور سماجی مسئلہ بھی ہے۔ محض وکیل کرنے کے پیسے نہ ہونے یا اتنی ساری کاغذی کارروائی کروانے کی سکت نہ رکھنے کی بنیاد پر کوئی شخص انصاف سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ پارلیمان نے یہ قانون پاس کر کے کمزوروں، ناداروں اور بے آسراؤں کو آسرا دینے کی سعی کی ہے۔ اس قانون کے ذریعے سکت نہ رکھنے والوں کی قانونی امداد کیلئے حکومت ایک دفتر کھولے گی جو اُن کو مفت قانونی امداد فراہم کرے گا اور عدالتوں میں اُن کے کیسوں کی پیروی کرے گا تا کہ اُن کے ساتھ بے انصافی نہ ہو۔ عوامی حکومت کی اس پہل کاری سے سیکھتے ہوئے وکلاء برادری اور سول سوسائٹی کو بھی غریبوں اور پچھڑے ہوؤں کی قانونی امداد کیلئے ٹرسٹ قائم کرنے چاہئیں۔ ایسی کچھ مثالیں ہیں تو سہی لیکن کم۔ اگر صحیح معنوں میں کچھ فرق ڈالنا ہے تو اس نیک کام کو بڑے پیمانے پر کرنے کی ضرورت ہوگی تا کہ معاشرے کے ہر طبقے کی انصاف تک رسائی ممکن ہو سکے۔

ملازمت سے برخواستگی (خصوصی اختیارات) کا آرڈیننس 2000 (منسوخی) ایکٹ 2010

1999 میں غیر آئینی طور پر ملکی معاملات سنبھالنے اور 2000 میں پی سی او کے ذریعے عدلیہ کو زیر دست کر لینے کے بعد سابقہ مطلق العنان حکومت نے ملازمتوں سے برخواستگی آرڈیننس 2000 کے کالے قانون کے ذریعے سرکاری ملازمین کو نشانہ بنایا۔ اس آرڈیننس کے ذریعے محکموں کے اعلیٰ افسران کو اپنے ناپسندیدہ افراد کو ملازمت سے فارغ کرنے کا اختیار مل گیا جس کا بے دریغ استعمال کیا گیا۔ اس قانون نے سرکاری ملازموں میں عدم تحفظ پیدا کیا جس سے اصل کام میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوئی اور کارروائی بازی زیادہ ہو گئی۔ عوامی حکومت نے سرکاری

7۔ خواتین کی ترقی اور اختیار کیلئے قومی پالیسی 2002- http://webapps01.un.org/vawdatabase/searc

ملازموں پر اس قانون کے منفی اثرات کو بھانپتے ہوئے سب سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر اس ظالمانہ قانون کا خاتمہ کیا۔ اس قانون کے خاتمے سے سرکاری ملازمین افراد کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنے ضمیر اور ملک کے قانون کے مطابق فیصلے کر سکتے ہیں۔

سروسز ٹریبونل (ترمیمی) ایکٹ 2010

فیڈرل سروسز ٹریبونل وفاقی حکومت کے ملازمین کے لیے قائم کی گئی عدالت ہے۔ ایک ترمیم کے ذریعے اس عدالت کا دائرہ کار بڑھا کر حکومت کے کاروباری اور صنعتی اداروں تک کر دیا گیا تھا۔ تاہم اس میں قباحت یہ ہوگئی کہ کارپوریشنوں اور کارخانوں کے ان ملازمین کی مزدوروں کی عدالتوں (labor courts)، صنعتی تعلقات کے کمیشن، عام عدالتوں اور ہائی کورٹ میں رسائی عملاً ختم ہوگئی کیونکہ سروسز ٹریبونل کے فیصلوں کے خلاف اپیل صرف سپریم کورٹ میں ہی داخل ہو سکتی ہے۔ یوں غیر ضروری طور پر سپریم کورٹ کو ملازمین کے مقدمات میں الجھایا گیا جس سے عدالتِ عالیہ کی دیگر اہم کیسوں پر سے توجہ کم ہوئی اور عدالتِ عالیہ میں تاخیر کے مسائل میں مزید اضافہ ہوا۔ قانون میں ترمیم سے قبل سرکاری اداروں کے مزدوروں کو ان عدالتوں تک رسائی میسر تھی اور نجی شعبے کے مزدوروں کو اس قانون کے باوجود حاصل تھی۔ لہٰذا اس ترمیم کا خاتمہ مزدور تنظیموں کے مطالبات میں سرِ فہرست تھا۔ اس ترمیم کا خاتمہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومتوں کے مزدور دوست اقدامات کی طویل فہرست میں نمایاں جگہ حاصل کرے گا۔

صنعتی تعلقات کا ایکٹ 2008

صنعتی تعلقات کا ایکٹ 2008، انڈسٹریل ریلیشنز آرڈیننس 2002 کو منسوخ کرتا ہے۔ مزدور دوست حکومت کے عہد میں بننے والا یہ مزدور دوست قانون ترقی پسند قانون سازی کی مثال ہے۔ قانون کے مقاصد میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

۱) مزدور کے مقام کے بارے میں حکومتی سوچ کو باقاعدہ بنانا۔ آجر اور اجیر کے درمیان عداوت کے تعلق کو ختم کر کے اعتماد کا رشتہ جوڑنا اور ان کے مابین سماجی ڈائیلاگ کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۲) وزارتِ دفاع کی لائنوں پر کام کرنے والے ریلوے مزدوروں اور پاکستان منٹ کے ملازموں کو بڑھاپے کی پنشن اور کارکنوں کی فلاح کے دیگر اداروں کا رکن بننے کی اجازت دینا۔

۳) ٹریڈ یونینوں کو کسی بھی فیڈریشن یا کنفیڈریشن میں شمولیت کا اختیار۔

۴) ٹریڈ یونینز اور فیڈریشنز کے مطالبے پر "لیبر اپیلیٹ ٹریبونلز" کو بحال کرنا تاکہ مزدوروں کے مقدمات کے تیزی سے فیصلے ہوں۔

پی آئی اے ٹریڈ یونین

پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائینز کارپوریشن (PIA) میں ٹریڈ یونین سرگرمیوں پر پابندی اٹھانے کے لئے پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائینز کارپوریشن (سسپنشن آف ٹریڈ یونین اینڈ اگریمنٹ اگریمنٹ) آرڈر (منسوخی) 2008 ایکٹ پاس کیا گیا۔

نیشنل کمانڈ اتھارٹی ایکٹ 2009

سابقہ آمرانہ حکومت نے ایک آرڈیننس کے ذریعے نیشنل کمانڈ اتھارٹی (NCA) قائم کی تھی[8] جس کے ذریعے جوہری ہتھیاروں کے سلسلے میں فیصلوں کا نظام بنایا گیا۔ عوامی حکومت نے پارلیمان کے ذریعے اس نظام میں بنیادی تبدیلی کرتے ہوئے صدر کی بجائے براہِ راست منتخب ہونے والے وزیرِ اعظم کو قومی سلامتی کیلئے اہم ترین فیصلے کرنے والے اس مقتدر ادارے کا سربراہ مقرر کیا ہے۔

انسٹیٹیوٹ آف اسپیس ٹیکنالوجی ایکٹ 2009

عالمی اور علاقائی طاقتوں نے خلائی ٹیکنالوجی پر تحقیق اور مواصلات، قانون نافذ کرنے، دفاع اور دیگر بہت سے شعبوں میں اس کے استعمال سے قابل قدر اقتصادی اور عسکری کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ نیوکلیئر اور میزائل پروگراموں کی طرح جو شہید ذوالفقار علی بھٹو اور شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے جمہوری ادوار میں شروع کئے گئے، خلائی تحقیق اور خلائی ٹیکنالوجی کا بھرپور استعمال بھی عوامی حکومت کی ایک قابلِ ذکر پہل کاری ہے۔ یہ سائنس و ٹیکنالوجی اور تحقیق و ترقی کے سفر میں پاکستان کا ایک اور اہم قدم ہے۔

پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پارلیمنٹری سروسز بل 2008

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں پاکستان میں پارلیمانی جمہوریت کے انتہائی اہم ادارے سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم اب تک پاکستان میں قانون بنانے والوں کو تحقیق اور تربیت کی کوئی سہولت میسر نہیں تھی۔ پارلیمان کے ارکان کو قانون بنانے، قرارداد تیار کرنے، سوالات کرنے اور تحریک کا مسودہ بنانے میں متعلقہ مواد، اعداد و شمار اور تجزیے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مناسب تحقیقی مدد کے بغیر وہ عوامی نمائندگی کا حق کماحقہ طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ اُن کو پارلیمان کے ایوانوں میں بحث کے لئے پیش کئے جانے والے قوانین سے متعلقہ مواد مہیا کیا جانا چاہئے اور انہیں تحقیق اور تربیت کی سہولت میسر ہونی چاہئے۔ قانون سازوں اور قانون ساز ادارے کے عملے کی سہولت کیلئے ایسے کسی ادارے کا وجود لازمی تھا۔ امید کرنی چاہئے کہ اس ادارے کے قیام سے عوام کے نمائندوں کی یہ ضرورت کافی حد تک پوری ہو جائے گی۔

8۔ نیشنل کمانڈ اتھارٹی آرڈیننس 2007

عوامی نمائندگی کا (ترمیمی) بل 2008

یہ دیکھا گیا ہے کہ انتخابی پٹیشنز کے دوران اکثر التوا کی درخواست کی جاتی ہے۔ بعض اوقات انتخابی پٹیشنز پر فیصلے آئندہ انتخابات سے پہلے نہیں آپاتے جس سے قانون کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس رجحان کے خاتمے کے لیے عوامی نمائندگی کے ایکٹ 1976 میں ترمیم تجویز کی گئی ہے جس کے نتیجے میں کوئی بھی ٹریبونل کارروائی کو دو دن سے زیادہ ملتوی نہیں کر سکے گا اور وہ بھی التوا کی درخواست کرنے والی پارٹی سے التوا کا جرمانہ لے کر۔ تاہم اگر انتخابی پٹیشنز پر چار ماہ کے دورانیے میں فیصلہ نہیں آتا اور کوئی بھی جماعت اس میں مزید التواء کی درخواست دیتی ہے تو پھر 10,000 روپے ادا کرنے پر سماعت ملتوی کی جائے گی۔ اگر عدالت خود کارروائی ملتوی کرنا چاہتی ہے تو اسے بھی التوا کی واضح وجوہات ریکارڈ کرنا ہوں گی۔ قانون کے مطابق سپریم کورٹ ان مقدمات کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں تیس دن کے اندر اندر نمٹانے کی پابند ہوگی۔ اس طرح کسی بھی پارٹی یا خود عدالت کیلئے کیس کو غیر معینہ مدت تک لٹکائے رکھنا ممکن نہ ہوگا۔

اینٹی منی لانڈرنگ بل 2009

اس قانون کی رو سے سیاہ دھن کو سفید کرنے کے خلاف کم از کم ایک سال اور زیادہ سے زیادہ دس سال قید اور دس لاکھ روپے جرمانے کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جرم کا ارتکاب کرنے والے کی ملکیت بھی ضبط کی جائے گی۔ اس قانون کے تحت وفاقی حکومت وفاقی وزیر خزانہ کی سربراہی میں ایک نیشنل ایگزیکٹو کمیٹی تشکیل دے گی جو سیاہ دھن سفید کرنے کے جرم کے تدارک کے لئے سالانہ حکمتِ عملی ترتیب دے گی۔ یہ کمیٹی وفاقی حکومت کو اس ایکٹ کے موثر نفاذ اور قومی حکمتِ عملی کے لئے سفارشات بھی پیش کرے گی۔

انسانی اعضاء و ٹشوز کی پیوندکاری ایکٹ 2009ء

میڈیکل سائنس کی ترقی کی بنا پر کافی عرصے سے انسانی اعضا کی پیوندکاری ہو رہی ہے۔ تاہم حیران کن طور پر پاکستان میں اس سلسلے میں ابھی تک قانون سازی نہیں کی گئی تھی۔ موجودہ پارلیمان نے طویل مشاورتی عمل کے بعد 11 مارچ 2010 کو اس سلسلے میں ایک جامع قانون بنا کر پاکستان میں انسانی اعضاء کی محفوظ اور اخلاقی لحاظ سے قابلِ قبول پیوندکاری کیلئے پہل کاری کی ہے۔ صدر مملکت جناب آصف علی زرداری نے 17 مارچ 2010 کو ایک باضابطہ تقریب میں قانون پر دستخط کرتے ہوئے کہا کہ اس قانون کی غیر موجودگی کی بنا پر پاکستان کو دنیا بھر میں اعضاء کی غیر قانونی خرید و فروخت کے حوالے سے تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ انہوں نے اس موقع پر اپنے جسم کے تمام اعضاء بعد از مرگ عطیہ



صدر مملکت انسانی اعضاء اور بافتوں کی پیوندکاری ایکٹ 2009ء پر دستخط کر رہے ہیں۔

کرنے کا اعلان کیا۔ وہ عوامی مفاد میں ایسا کرنے والے دنیا کے پہلے سربراہِ مملکت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسا شہید محترمہ بینظیر بھٹو کے دوسروں کیلئے جینے کے فلسفے کی پیروی میں کر رہے ہیں۔ صدر آصف علی زرداری کی یہ فقیرانہ ادا دن رات دشنام کے تیر چلانے اور عدالتوں میں لئے پھرنے کے خواہشمند اُن کے کچھ 'بہی خواہوں' کیلئے کافی ہونی چاہیے ورنہ فیض کی یہ غزل تو یقیناً سب کچھ کہہ دیتی ہے۔

نہ گنواؤ ناوکِ نیم کش دلِ ریزہ ریزہ گنوا دیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو تنِ داغ داغ لٹا دیا

مرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دشمناں کو خبر کرو
جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

کرو کج جبیں پہ سرِ کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

اُدھر ایک حرف کہ کشتنی یہاں لاکھ عذر تھا گفتنی
جو کہا تو سُن کے اُڑا دیا جو لکھا تو پڑھ کے مٹا دیا

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

فیض احمد فیض

کچھ اور قوانین

معیشت میں مسابقت یقینی بنانے کیلئے ایک جدید قانون متعارف کروایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خاندانی معاملات پر قانون 2008 اور گارڈینز اینڈ وارڈ مین (ترمیمی) ایکٹ 2008 بھی منظور کئے گئے۔

عوام پارلیمان کے ذریعے بولتے ہیں۔

قومی اسمبلی کا 18 واں اجلاس 1985 سے اب تک ملکی پارلیمانی تاریخ میں ہونے والی ریکارڈ قانون سازی کے بعد ملتوی کیا گیا۔ اس اجلاس کے دوران ایوان نے 10 بل پاس کیے۔ قومی اسمبلی کا یہ اجلاس 19 دن تک جاری رہا جس میں 6 چھٹیاں بھی شامل تھیں۔ اس طرح اوسطاً ایوانِ زیرین نے روزانہ ایک بل منظور کیا۔ اس اجلاس کے دوران قومی اسمبلی نے درج ذیل بل منظور کیے۔

نمبر شمار	نام	تاریخ
10	عوامی دفاع وقانونی امداد دفتر ایکٹ 2009ء	13-01-2010
9	پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس ایکٹ 2009ء	18-01-2010
8	کام کرنے کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ ایکٹ 2009ء	21-01-2010
7	سروسز ٹریبونل (ترمیمی) ایکٹ 2010ء	26-01-2010
6	نوکری سے برطرفی (خصوصی اختیارات) حکم 2000 (خاتمہ) ایکٹ 2010ء	26-01-2010
5	پاکستان انجینئرنگ کونسل (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	27-01-2010
4	مقابلہ ایکٹ 2009ء	27-01-2010
3	اینٹی منی لانڈرنگ ایکٹ 2009ء	27-01-2010
2	نیشنل کمانڈ اتھارٹی ایکٹ 2009ء	28-01-2010
1	انسٹی ٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی ایکٹ 2009ء	29-01-2010

قومی اسمبلی میں 2010-2008 کے دوران پاس کیے گئے قوانین کی فہرست

نمبر شمار	قانون	تاریخ
38	آئین (اٹھارویں ترمیم) ایکٹ 2010	08-04-2010
37	آلٹرنیٹ انرجی ڈیولپمنٹ بورڈ ایکٹ 2010	31-03-2010
36	تعزیرات پاکستان (ترمیم) ایکٹ 2010	12-03-2010
35	سول پروسیجر کوڈ (ترمیم) ایکٹ 2010	11-03-2010
34	پاکستان نیول اکیڈمی (اسناد عطا کرنا) (ترمیمی) ایکٹ 2010ء	22-02-2010
33	اجازہ (ترمیمی) ایکٹ 2010	18-02-2010
32	دی نیشنل سکول آف پبلک پالیسی (ترمیمی) ایکٹ 2010	18-02-2010
31	زلزلہ تعمیر نو اور بحالی اتھارٹی ایکٹ 2010	18-02-2010
30	بینکنگ کمپنیز (ترمیمی) ایکٹ 2009	08-02-2010
29	دی انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس ٹیکنالوجی ایکٹ 2009	29-01-2010
28	نیشنل کمانڈ اتھارٹی ایکٹ 2009ء	28-01-2010
27	پاکستان انجینئرنگ کونسل (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	27-01-2010
26	اینٹی منی لانڈرنگ ایکٹ 2009ء	27-01-2010
25	مقابلہ ایکٹ 2010ء	27-01-2010
24	سروسز ٹریبونل (ترمیمی) ایکٹ 2010ء	26-01-2010
23	نوکری سے برطرفی (خصوصی اختیارات) آرڈیننس 2010ء (خاتمہ) ایکٹ 2010ء	26-01-2010
22	کام کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ ایکٹ 2010ء	12-01-2010
21	پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس ایکٹ 2009ء	18-01-2010
20	عوامی تحفظ وقانونی امداد دفتر ایکٹ 2009ء	13-01-2010
19	انسانی اعضاء وٹشوز کی پیوندکاری ایکٹ 2009ء	12-11-2009
18	فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	04-11-2009
17	فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	14-10-2009
16	مضاربہ کمپنیز ومضاربہ (کنٹرول و بہاؤ) ایکٹ 2008ء	08-10-2009
15	این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی ملتان ایکٹ 2009ء	08-10-2009
14	اسٹاک ایکسچینج کارپوریشن (استحکام، منافع بخش وکارپوریٹ کرنا) ایکٹ 2008ء	08-10-2009
13	فیملی کورٹس (ترمیمی) ایکٹ 2008ء	08-10-2009
12	سرپرست ومحافظ (ترمیمی) ایکٹ 2008ء	08-10-2009
11	انتخابی قانون (ترمیمی) بل 2009ء	12-08-2009
10	کپاس تعیین معیار (ترمیمی) ایکٹ 2008ء	12-08-2009
9	اینٹی ڈمپنگ ڈیوٹیز (ترمیمی) ایکٹ 2008ء	12-08-2009
8	عوامی نمائندگی (ترمیمی) ایکٹ 2008ء	06-08-2009
7	گھریلو تشدد (روکنا اور تحفظ کرنا) ایکٹ 2009ء	04-08-2009
6	رولرز آف ایکسیڈنگ اسٹیٹس (خاتمہ اور مراعات) (ترمیمی) ایکٹ 2008ء	03-08-2009
5	مالیاتی بل 2009ء	20-06-2009
	پہلا پارلیمانی سال 17 مارچ 2008ء تا 16 مارچ 2009ء	
4	صنعتی تعلقات بل 2008ء	19-11-2008
3	پاکستان ادارہ برائے پارلیمانی خدمات ایکٹ 2008ء	18-11-2008
2	پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز کارپوریشن (ٹریڈ یونینوں کا خاتمہ وموجودہ معاہدے) حکم (خاتمہ) ایکٹ 2008ء	15-08-2008
1	مالیاتی بل 2008ء	22-06-2008

پارلیمانی ایکٹ

نمبر شمار	نام	تاریخ
12	انسانی اعضاء و ٹشوز کی پیوند کاری ایکٹ 2009ء	17-03-2010
11	کام کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ ایکٹ 2010ء	09-03-2010
10	نوکریوں سے برطرفی (خصوصی اختیارات) آرڈیننس 2000 (خاتمہ) ایکٹ 2010ء	04-03-2010
9	سروسز ٹربیونلز (ترمیمی) ایکٹ 2010ء	04-03-2010
8	فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ 2010ء	30-01-2010
7	عوامی نمائندگی (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	29-10-2009
6	انتخابی قوانین (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	19-10-2009
5	کپاس تعین معیار (ترمیمی) ایکٹ 2009ء	19-10-2009
4	مالیاتی ایکٹ 2009ء	20-06-2009
3	مالیاتی ایکٹ 2008ء	22-06-2008
2	پاکستان ادارہ برائے پارلیمانی خدمات ایکٹ 2008ء	15-12-2008
1	پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز کارپوریشن (ٹریڈ یونین کی معطلی و موجودہ معاہدے) حکم (خاتمہ) ایکٹ 2008ء	30-08-2008



ایک آزاد عدلیہ

> ”آزادی کا انحصار سماجی و اقتصادی انصاف پر ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانی حقوق کا اطلاق دنیا کے تمام باسیوں پر مساوی طور پر کیا جائے۔“[1]
>
> شہید محترمہ بے نظیر بھٹو

پاکستان کے عدالتی نظام کی ساکھ اور کارکردگی کبھی بھی اچھی نہیں رہی۔ لوگ سالہا سال انتظار کرتے ہیں لیکن انصاف نہیں ملتا۔ کچہریوں کے چکر لگاتے لگاتے عمر تمام ہو جاتی ہے لیکن پیشی تمام نہیں ہوتی۔ اور لوگ عدالتوں سے باہر معاملات نمٹانے لگتے ہیں جس کی بہت سی مثالیں عصری معاشرے میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ملک کے عدالتی نظام پر لوگوں کا یہ عدم اعتماد ریاست کیلئے سنگین خطرہ ہے۔ عوامی دورِ حکومت میں ریاست کے تینوں ستونوں یعنی مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ نے اپنی اپنی جگہ معاملے کی سنجیدگی کا اقرار کیا ہے اور اپنے اپنے دائرہ کار میں اس اہم چیلنج سے نمٹنے کیلئے بساط بھر کوششیں کی ہیں تاکہ لوگوں کا عدالتی نظام پر اعتماد بحال کیا جا سکے۔

ججوں کی بحالی

پاکستان پیپلز پارٹی نے کبھی بھی چیف آف آرمی سٹاف کی جانب سے تین نومبر 2007 کو غیر آئینی، غیر قانونی اور ناجائز مارشل لاء کے نفاذ کو قبول نہیں کیا۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو چیف جسٹس آف پاکستان کی رہائش گاہ تک پہنچیں اور بیوی بچوں کے ہمراہ سرکاری گھروں میں مقید جج صاحبان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔

عوامی حکومت قائم ہوتے ہی وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے فاضل ججوں کو رہائی دینے کا حکم جاری کیا۔[2] پھر انہیں تنخواہیں ادا کی گئیں اور عوامی حکومت نے انہیں ان کے عہدوں پر بحال کر دیا۔

لا اینڈ جسٹس کمیشن کا قیام

ججوں کی بحالی آزاد عدلیہ کے تحفظ اور ترقی، لوگوں کو کم وقت اور کم قیمت میں انصاف فراہم کرنے اور لوگوں کے عدالتی نظام پر اعتماد بحال کرنے کے طویل سفر کا صرف پہلا قدم تھا۔ دوسرا قدم چیف جسٹس کی سربراہی میں پاکستان لاء کمیشن قائم کر کے عدالتی نظام بہتر بنانے کیلئے سنجیدہ تجاویز تیار کرنا تھا۔ اس کمیشن میں بار کونسلوں اور حکومتی لاء افسران کی بھی نمائندگی ہے۔ کمیشن نے پہلی فرصت میں اپنا کام شروع کر دیا اور نئی قومی عدالتی پالیسی وضع کی جس کا ہدف انصاف کی فراہمی کے نظام میں دو دائمی مسائل مقدمات کے فیصلے ہونے میں تاخیر اور اس بنا پر اکٹھے ہوتے ہوئے زیر التوا مقدمات کی کثیر تعداد ہیں۔[3]

نئی عدالتی پالیسی میں عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی، عدالتوں کے اندر پائی جانے والی بدعنوانی کا خاتمہ، زیر التوا مقدمات میں کمی، دیوانی اور فوجداری مقدمات نمٹانے کے لیے مدت کے تعین اور حقوقِ انسانی، مالیاتی معاملات، کرائے اور خاندانی تنازعات کے مقدمے فوری نمٹانے جیسے اہداف شامل ہیں۔

انصاف تک رسائی

کوئی دس برس اُدھر، غیر منتخب دور میں، 350 ملین ڈالر کی خطیر رقم ادھار لے کر انصاف تک رسائی کے خوشنما عنوان سے شروع کیے گئے ایک پروگرام کے باوجود عام آدمی کی انصاف تک رسائی ابھی سہل نہیں ہو سکی۔[4] کچھ عمارتیں اِدھر اور کچھ کمرے اُدھر، کچھ مشورے یہاں سے اور کچھ تربیت وہاں سے۔ بس اتنا کچھ ہی تھا یہ پروگرام۔ بیچارے عام آدمی کی انصاف تک رسائی کا اونٹ تو ابھی تک اُسی کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔

عوامی حکومت اس مسئلے کو جامع انداز میں حل کر رہی ہے۔ سب سے پہلے تو اُن لوگوں کی قانونی مدد کیلئے قانون بنایا گیا ہے جو انصاف کے لئے اُٹھنے والے اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس قانون کی پیروی میں عوامی دفاع اور قانونی امداد کا دفتر قائم کیا جا رہا ہے جو بغیر کوئی فیس لئے عدالتوں میں غریبوں کے مقدمات کا دفاع کرے گا۔

1۔ بے نظیر بھٹو، "Avert Clash of Civilizations through Justice and Human Rights"، 24 مارچ 2005 [illegible]
2۔ [illegible] 24 مارچ 2008
3۔ [illegible] 2009، پاکستان لاء کمیشن 2009
4۔ انصاف تک رسائی کے پروگرام کا آغاز حکومتِ پاکستان کی جانب سے نومبر 2000 میں [illegible]



10 نومبر 2007 کو شہید محترمہ بے نظیر بھٹو عدلیہ کی بحالی کے لئے وکلاء کی تحریک کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لئے معزول اور اسیر چیف جسٹس کی رہائش گاہ پر گئیں۔

عوامی حکومت کا ایمان ہے کہ انصاف میں تاخیر انصاف نہ دینے کے مترادف ہے۔ عام آدمی کو سہارا دینے کے لئے عوامی حکومت ججوں کی تعداد اور عدالتوں کے اوقاتِ کار بڑھا کر انصاف کے حصول میں تاخیر کے مسئلے کو حل کر رہی ہے جبکہ عوام کو سہولت فراہم کرنے کے لیے شام اور رات کی عدالتیں قائم کرنے کا جائزہ بھی لیا جا رہا ہے۔

جج صاحبان کی تقرری میں شفافیت کو بڑھانا

پاکستان میں اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تقرری ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے۔ پہلے فوجی آمر کی طرف سے عدالتِ عظمیٰ میں براہِ راست جج صاحبان کی تقرری سے لے کر جادوگر آف جدہ[5] کی کرامات تک کیسی کیسی کہانیاں ہیں جو لوگوں کی آپ بیتیوں سے نکل کر عوامی حافظے کا حصہ بن چکی ہیں۔ ججوں کی تقرری میں شفافیت سے خاص طور پر پرہیز کیا جاتا رہا ہے۔ ججوں کی تقرری عموماً ایک خفیہ خبر ہوتی تھی جو ہفتہ کی رات تاخیر سے جاری ہوا کرتی اور عام دنوں کی نسبت زیادہ اخبار خریدنے والی پاکستانی قوم اتوار کے اخبارات میں لکھے ہوئے کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتی۔ عوام کو اِن فاضل جج صاحبان کی بطور وکیل کارکردگی ، اُن کے قد و قامت، یا عہدے کیلئے مناسبت کا کوئی علم نہ ہوتا جبکہ جج بننے کے بعد انہوں نے طاقتور لوگوں کی زیادتیوں کے خلاف عوام کی دادرسی کا فرض نبھانا ہوتا تھا۔

غیر منتخب حکمران اکیلے ہی ایسے فیصلے کر گذرتے تھے یا پھر وہ جادوگر جو انہیں میسر تھے۔ البتہ سیاسی ادوار میں ججوں کے تقرر کیلئے صدر، وزیرِ اعظم یا چیف جسٹس کی رائے کو فوقیت دینے پر تنازعات اُٹھائے جاتے رہے ہیں۔ یقیناً اس سلسلے میں دستورِ پاکستان ہی سب سے معتبر دستاویز ہے۔ 1973ء کا اصل آئین واضح طور پر منتخب چیف ایگزیکٹو کو اختیار دیتا ہے کہ وہ صدرِ پاکستان کو ججوں کی تقرری کی سفارش کریں۔ اصل آئین کے مطابق صدر اس سلسلے میں وزیرِ اعظم کی ہدایت کا پابند ہے۔ تاہم پی سی او پر حلف اُٹھانے والے ججوں کی طرف سے آئین میں من مانی ترامیم کر سکنے کا اختیار ملنے پر اُس وقت کے مطلق العنان حکمران آئندہ ججوں کی تقرری کا اختیار خود ججوں کو ہی دے دینے پر راضی ہو گئے اور ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے آئین میں ترمیم کر دی گئی تا کہ اُن کے پسندیدہ جج صاحب اپنی پسند کے جج صاحبان بھرتی کر سکیں۔

تاہم عین اُس وقت جب جرنیل آئین میں من مانی ترامیم کرتا جا رہا تھا اور عدلیہ ہرگز اس پر معترض نہیں تھی، آئین کے اصل وارثوں نے دنیا کے ایک اور کونے سے پاکستانی آئین کی اصل شکل میں بحالی کا اعلان کیا۔ کسے خبر تھی کہ 2006 میں لندن میں منظور ہونے والا میثاقِ جمہوریت 2007 میں پاکستان بھر میں جمہوریت، آئین اور ججوں کی بحالی کی تحریک بن جائے گا اور 2008 میں بقولِ فیض پھر سے بہار آ جائے گی، اسیر رہا ہوں گے چینل کھل جائیں گے، اور جج دوبارہ اونچی کرسیوں پر بیٹھیں گے۔ میثاقِ جمہوریت دیگر معاملات کے علاوہ ججوں کی تقرری کے بارے میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔ دستاویز میں ججوں کی تقرری کے موجودہ غیر شفاف طریقے پر عدم اطمینان کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک یا دو شخصیات کے مابین معاملات نمٹ جاتے ہیں جس سے ذاتی پسند ناپسند اور اقربا پروری کے در آنے کا احتمال ہوتا ہے جس کی بہت سی مثالیں متبادل میڈیا میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ میثاقِ جمہوریت ججوں کی تقرری کے موجودہ ناقص نظام کو تبدیل کر کے اِس کی جگہ ایک شفاف اور اپنی اصل میں زیادہ جمہوری اور نمائندہ نظام کی سفارش کرتا ہے۔

تقرریوں کے اس طریقِ کار کا سب سے بڑا مسئلہ افراد پر توجہ مرکوز کرنا ہے، میثاقِ جمہوریت میں عدالتی تقرریوں کے لئے ایک بہت ہی جامع فارمولا وضع کیا گیا تھا۔ میثاقِ جمہوریت میں یہ ذمہ داری افراد سے جج صاحبان اور قانون ساز اداروں کے لوگوں کو اجتماعی طور پر منتقل کی گئی ہے۔ اس طرح اس بات کو ناممکن بنا دیا گیا ہے کہ جج صاحبان کی تقرریاں اقتدار والی جماعت یا منصب پر براجمان چیف

5۔ "جدہ کا جادوگر" ملاحظہ کریں، نیو یارکر، 15 دسمبر 2007

جسٹس کی مرضی کے مطابق ہو سکیں۔

جج صاحبان کی تقرریوں کا معاملہ لاہور ہائی کورٹ میں جج صاحبان کی ترقی کے وقت بھی اٹھ کھڑا ہوا۔[6] وزیراعظم پاکستان نے سینیارٹی کے آفاقی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تقرریاں کرنے کی سفارش کی تھی، لیکن عظیم تر قومی مفاد کو فوقیت دیتے ہوئے چیف جسٹس آف پاکستان کی رائے کو اہمیت دی گئی۔

پارلیمنٹ اُٹھ کھڑی ہوئی

قوانین کا مسودہ تیار کرنا اور پھر ان کو منظور کرنا مقننہ کا اختیار ہے۔ عدالتوں کا کام مقننہ کے بنائے گئے قوانین کے مطابق مقدمات کے فیصلے کرنا ہے۔ وکلا قوانین کی درست تشریح تک پہنچنے کے لیے عدالتوں کی مدد کرتے ہیں اور ایسا ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ ان کی تشریح قانون سازوں کی اصل منشا سے مطابقت رکھتی ہے۔ بعض اوقات وہ پارلیمانی بحث مباحثے کو بھی حوالے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یعنی عدالتیں اور عدالتوں کے افسران یعنی وکلا قانون کو قانون سازوں کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی اُن کا منصب ہے۔ رہا قانون تو وہ بہرحال پارلیمان ہی بناتی ہے اور اُس کیلئے وہ کسی پریشر گروپ کی نہیں عوام کی رائے کی پابند ہے جو وہ اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں۔

پارلیمان پاکستان کے عوام کی خواہشات کی ترجمانی کرتی ہے۔ کوئی بھی فرد یا ادارہ عوام کی اجتماعی رائے سے بالاتر نہیں ہے خواہ وہ اپنی طاقت میں کتنا ہی اظافہ کرتا چلا جائے۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ (ن) نے پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات میں جج صاحبان کی تقرری کے طریقہ کار پر ابتدائی اتفاق پیدا کیا جس نے اس فارمولے کو تھوڑی سی تبدیلیوں کے ساتھ منظور کیا۔ کمیٹی نے دو مراحل میں ججوں کی تقرری اور اجتماعیت کے بنیادی اصولوں کے مطابق تقرریاں کرنے پر اتفاق کیا۔ البتہ کمیٹی نے موجودہ چیف جسٹس آف پاکستان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے پی سی او (PCO) جج کو جج صاحبان کی تقرری کرنے والے جوڈیشل کمیشن کا سربراہ نہ بنائے جانے کی شرط ختم کر دی ہے۔

اس معاملے پر اتفاق پیدا کرنے کے لئے پی پی پی نے مختلف جماعتوں کے ساتھ کام کیا اور آخرکار ساری جماعتوں میں اتفاق پیدا ہوا کہ اعلیٰ عدالتوں میں جوڈیشل کمیشن اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کے ارکان پر مشتمل غیر جانبدار پارلیمانی کمیٹی کے ذریعے تقرریاں کی جائیں گی۔ نئے طریقے کے مطابق چیف جسٹس آف پاکستان جوڈیشل کمیشن کے سربراہ ہوں گے جس میں سپریم کورٹ کے دو سینئر ترین جج، وفاقی وزیر قانون، اٹارنی جنرل آف پاکستان، ایک سابق جج اور پاکستان بار کونسل کا ایک نمائندہ شامل ہوگا۔ ممبران کی اکثریت، سپریم کورٹ یا ہائی کورٹس کی خالی آسامی کے لئے پارلیمانی کمیٹی کو کسی ایک نام کی سفارش کرے گی۔ پارلیمانی کمیٹی میں چار ارکان ایوانِ بالا (سینیٹ) اور چار ارکان ایوان زیریں (قومی اسمبلی) سے ہونگے۔ جس میں حزب اقتدار اور حزبِ اختلاف کی برابر نمائندگی ہوگی۔ پارلیمانی کمیٹی تین چوتھائی اکثریت سے جوڈیشل کمیشن کی سفارش نامنظور کر سکتی ہے۔ اس صورتِ حال میں کمیشن کوئی نیا نام بھیجے گا۔ کمیٹی نے سفارشات ملنے کے بعد چودہ دنوں کے اندر ہی فیصلہ کرنا ہوگا ورنہ خود بخود جوڈیشل کمیشن کی سفارشات کی توثیق ہو جائے گی۔

صوبائی ہائی کورٹس میں تقرریوں کے حوالے سے جوڈیشل کمیشن میں متعلقہ صوبے کا چیف جسٹس، ایک سینئر ترین جج، صوبائی وزیر قانون اور صوبائی بار کونسل کا نامزد ایک سینئر وکیل بھی اس میں شامل ہوگا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ میں تقرری کیلئے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور وہاں کے سینئر ترین جج کو بھی شامل کیا جائے گا جبکہ اسلام آباد ہائی کورٹ کی ابتدائی تقرریاں کرنے کے لئے چاروں صوبائی ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان بھی ممبر ہونگے۔ فیڈرل شریعت کورٹ میں تقرریوں کے لئے کمیشن میں جوڈیشل کمیشن آف پاکستان کے ساتھ، فیڈرل شریعت کورٹ کا چیف جسٹس اور سینئر ترین جج بھی شامل ہوگا۔

جج صاحبان کی تقرری کے لئے صدر/چیف ایگزیکٹو کے اختیارات اب پارلیمانی کمیٹی استعمال کرے گی۔ البتہ باقاعدہ تقرری صدرِ مملکت کریں گے۔ اس بات پر بھی اتفاق ہوا ہے کہ جب چیف جسٹس آف پاکستان کی آسامی خالی ہوگی تو سینئر ترین جج کو ہی چیف جسٹس بنایا جائے گا۔

فقط چیف جسٹس کی بجائے تین ججوں، حکومتی لاء افسران اور بار کے نمائندوں کے ذریعے ججوں کے نام تجویز کرنا زیادہ شفاف طریقہ ہے۔ اس سے من مانی تقرریوں کا راستہ بند ہوگا اور چند برادریوں اور چند چیمبرز والی بات بھی ختم ہو سکے گی۔ پارلیمانی کمیشن بنا کر حکومت نے دراصل اپنا انتظامی اختیار مقننہ کے ذریعے زیادہ شفاف طریقے سے استعمال کرنے کو ترجیح دی ہے۔ اس سے عوامی اختیار کا افراد اور اداروں سے اُوپر ہونا بھی لازم آئے گا۔ اس شفاف طریقہ کار سے انتظامیہ

6۔ ڈان 15 فروری 2010

اور عدلیہ کے بڑوں کے درمیان اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں کسی بھی غیر مستحکم کرنے والی کشمکش سے بچا جا سکتا ہے۔ پارلیمانی کمیٹی میں حکومت اور مخالف جماعت کے ارکان کی برابر نمائندگی ہوگی۔ اس طرح مستحق نامزد لوگوں کا راستہ روکنا مشکل ہو جائے گا۔

تنخواہوں میں اضافہ

مالی پریشانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے لازم ہے کہ جج صاحبان کی تنخواہوں اور دیگر الاؤنسز میں معقول اضافہ کیا جائے۔ 9 مارچ 2010 کو جب وکلاء برادری چیف جسٹس افتخار چوہدری کی سابق صدر جنرل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف کے ہاتھوں تین سال پہلے معطلی پر "سیاہ دن" منا رہی تھی تو اس وقت جمہوری صدر جناب آصف علی زرداری نے عدلیہ کی آزادی اور بھی یقینی بنانے کے لئے جج صاحبان کی تنخواہوں اور الاؤنسز میں 30 فیصد کا اضافہ کر دیا۔

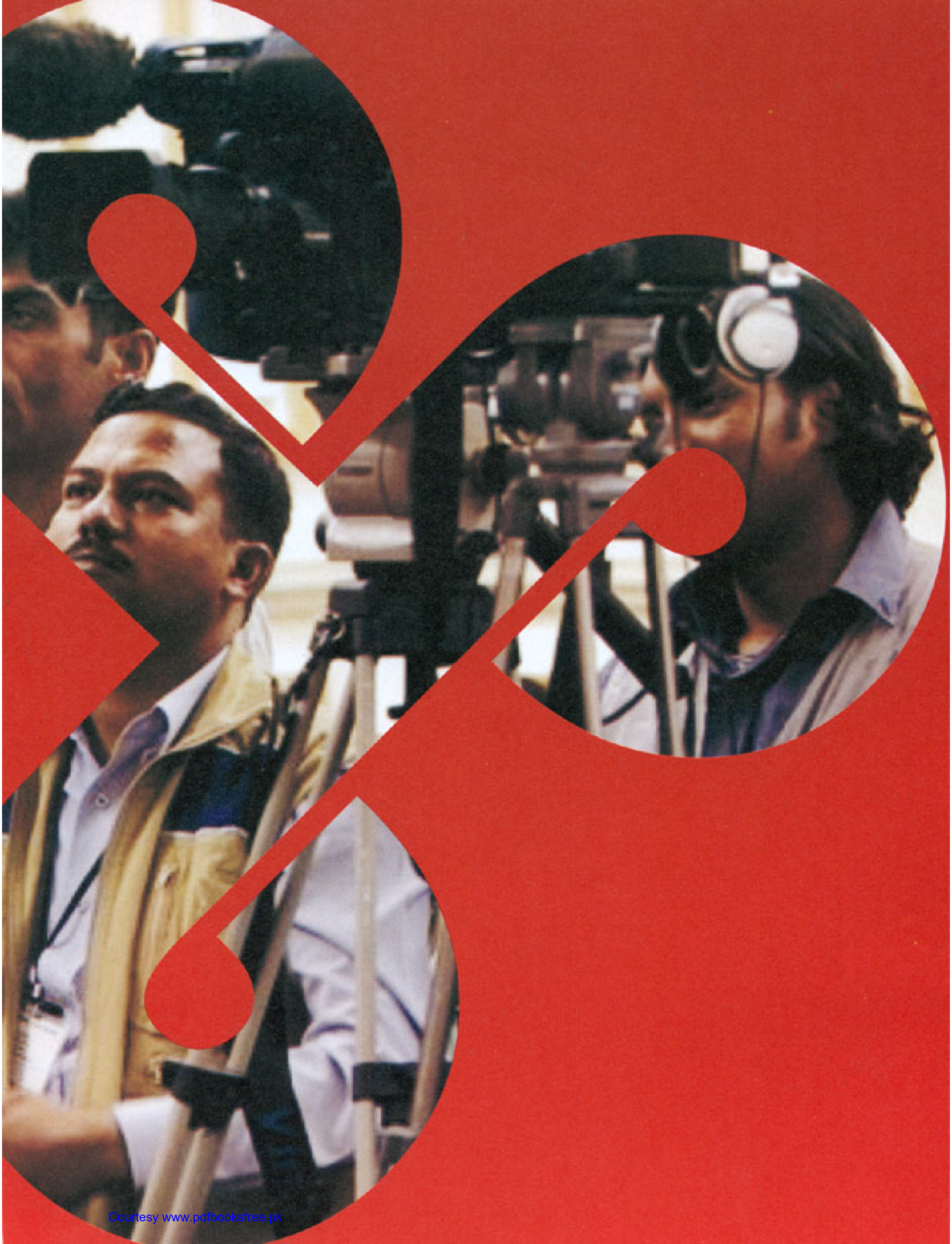
نظرثانی شدہ تنخواہ کے تحت چیف جسٹس آف پاکستان کی تنخواہ میں 60,000 روپے فی ماہ کا اضافہ ہوا ہے۔ اب چیف جسٹس کی ماہانہ تنخواہ 259,838 روپے ہوگئی ہے جب کہ پہلے ان کی ماہانہ تنخواہ 199,838 روپے تھی۔ سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو اب 245,457 روپے ماہانہ تنخواہ ملے گی جبکہ انہیں پہلے 188,813 روپے ماہانہ ملتے تھے۔ اب ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان کو 240,825 روپے ماہانہ تنخواہ ملے گی جب کہ پہلے ان کو 185,250 روپے تنخواہ ملتی تھی۔ ہائی کورٹ کے جج صاحبان کو اب 231,563 روپے تنخواہ ملے گی جبکہ اس سے قبل انہیں 178,125 روپے تنخواہ ملتی تھی۔

تنخواہ کے علاوہ، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان کے جوڈیشل الاؤنس بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور جج صاحبان کو 113,750 روپے ماہانہ جوڈیشل الاؤنس ملے گا جبکہ پہلے انہیں 87,500 روپے ماہانہ ملتا تھا۔ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور جج صاحبان کو 91,000 روپے ماہانہ الاؤنس ملے گا۔ پہلے انہیں 70,000 روپے ملتے تھے۔ جج صاحبان کی تنخواہوں اور الاؤنسز میں یہ اضافہ یکم جولائی 2009 سے عمل میں لایا گیا ہے۔[7]

امید ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان کی کل تنخواہ بمراہ الاؤنس تقریباً پونے چار لاکھ کر دینے سے اس اعلیٰ عہدے پر فائز شخصیت کیلئے آزادانہ فیصلے کرنا مزید آسان ہوگا۔ اسی طرح ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی تنخواہ اور الاؤنس بڑھ کر سوا تین لاکھ روپے ماہانہ سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ امید کی جانی چاہئے کہ اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تنخواہوں میں اس حالیہ اضافے کے بعد جج صاحبان اپنی معاشی مشکلات سے بے فکر ہو کر مقدمات نمٹانے پر بھرپور توجہ دے سکیں گے تاکہ انصاف ملنے میں تاخیر کا مسئلہ حل ہو سکے۔ اسی طرح اگر تحصیل اور ضلع کی سطح کے جج صاحبان کی تنخواہیں بھی لاکھوں میں ہو جائیں تو کسی کو بدعنوانی کی ضرورت نہ پیش آئے۔ عوام کے زیادہ تر مقدمات اسی سطح پر ہوتے ہیں اور اگر ان ججوں کے حالاتِ کار بہتر ہو جائیں، ان کی ترقیوں میں حائل رکاوٹیں دور ہو جائیں، ہائی کورٹ میں جج مقرر کرتے وقت ان کا حق بھی ملنے لگے اور ان کو بھی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی طرح بڑی بڑی تنخواہیں ملنے لگیں تو عوام تک انصاف کی رسائی کا آدھا کام ہو جاتا ہے۔ باقی کا آدھا کام بہرحال جج صاحبان کو ہی کرنا ہوگا۔

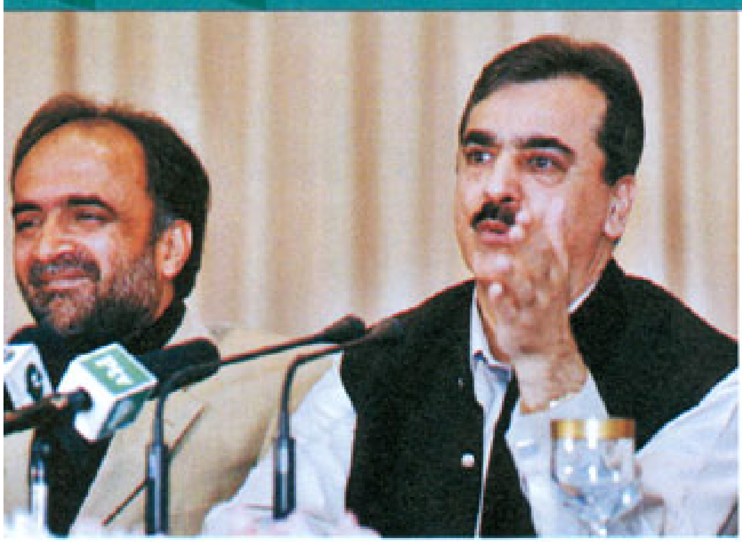


17 فروری 2010 وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی پرائم منسٹر ہاؤس میں چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری سے ملاقات کر رہے ہیں۔



ذرائع ابلاغ کی جمہوریت کی سمت

> پریس اور الیکٹرانک میڈیا کو آزادی دی جائے گی۔ پارلیمانی بحث اور کھلے مباحثے کے ذریعے معلومات تک رسائی کا قانون منظور کیا جائے گا۔
>
> آرٹیکل 14، میثاقِ جمہوریت



جمہوری قوتیں اور ذرائع ابلاغ جمہوریت کی جدوجہد میں ہمیشہ مضبوط شراکت دار رہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ آزاد اور فعال پریس جبر و استبداد کے خلاف سب سے بڑی ضمانت ہے۔[1] اس اصول کے مطابق پاکستان پیپلز پارٹی نے 1988 میں تاریخ کی بدترین آمریت کے کُھلتے ہوئے میڈیا کو آزاد کرتے ہوئے نیوز پرنٹ درآمد کرنے کی اجازت دی، اخبارات اور جرائد شروع کرنے کیلئے حکومت سے اجازت لینے کی شرط ختم کردی، اور پرائیویٹ ریڈیو اور ٹی وی سٹیشن متعارف کرائے۔[2] کارکن صحافیوں کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے شہید ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری حکومت نے 1973 میں ویج ایوارڈ متعارف کرایا تھا۔

آمرانہ حکومتوں کے دوران جمہوریت اور انسانی حقوق کی بحالی کی جدوجہد میں جمہوری قوتیں اور میڈیا ایک دوسرے کیلئے تقویت کا باعث رہے۔ یہ سفر دونوں نے مل کر کیا۔ جمہوریت کی بحالی کے بعد بھی یہ ساتھ برقرار رہتا ہے کیونکہ میڈیا جمہوریت کا چوتھا ستون ہے۔ 9 مارچ 2010 کو آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی سے خطاب کرتے ہوئے صدر آصف علی زرداری نے ملک میں جمہوریت کی بحالی کیلئے میڈیا کے اہم کردار کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ذمہ دار اور باخبر میڈیا حکمرانی میں رہ جانے والی کمی کی نشاندہی کرنے اور بہتری کی صورتیں تجویز کرتے ہوئے جمہوریت کو مضبوط کرنے میں مزید کردار ادا کر سکتا ہے۔[3]

عوامی حکومت نے آتے ہی پیمرا قوانین سے شروع کرتے ہوئے سابقہ آمرانہ حکومت کے نومبر 2007 کے کالے قوانین ختم کر دیئے اور میڈیا کے جمہوری

1۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور 2008، صفحہ 13 اور 14
2۔ ایضاً
3۔ ڈیلی ڈان کراچی، 10 مارچ 2010

اختلاف کی حوصلہ افزائی کی باوجود یکہ چند اخلاقی حادثات ہوتے رہے۔ حکومت نے اخباری مواد پر پابندیاں عائد کرنے اور لکھنے اور چھاپنے والوں کو پکڑنے کی بجائے میڈیا کو متحرک کیا کہ وہ خود اپنے لئے ضابطۂ اخلاق متعارف کروائیں اور میڈیا انڈسٹری، کارکن صحافیوں اور میڈیا تنظیموں کے ذریعے اس پر عملدرآمد کروائیں۔ نتیجتاً میڈیا برادری میں معروضی، متوازن اور غیر جانبدارانہ اداراتی پالیسی کیلئے اندرونی احتساب کا نظام بنانے کا شعور بیدار ہو رہا ہے۔ اب یہ مانا جاتا ہے کہ

عوامی میڈیا پالیسی

عوامی حکومت کی میڈیا پالیسی کی بنیاد آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 اور آرٹیکل 19 پر ہے جو بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے ہیں۔ آئین کا آرٹیکل 9 بیان کرتا ہے "کسی شخص کو زندگی اور آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا، سوائے اس کے کہ وہ قانون کے مطابق ہو۔"[6]

اور مزید بیان کرتا ہے کہ "ہر شخص کو تقریر اور اظہار رائے کی آزادی ہوگی، پریس کی



صدر آصف علی زرداری 10 مارچ 2010 کو ایوان صدر میں اے پی این ایس کی تقریب سے خطاب کر رہے ہیں۔

جمہوری نظام کا استحکام جمہوری میڈیا میں ہی ہے جو بہت سے معاملات پر بہت سے نکتہ ہائے نظر اور تشریحات سامنے لائے اور متفرق آراء کی ترجمانی کرے۔[4]

موجودہ تناظر کی وضاحت کرتے ہوئے وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات قمر زمان کائرہ نے عوامی حکومت کی میڈیا پالیسی کے خدوخال اس طرح بیان کئے ہیں۔

"ہمیں سوچ کی جنگ کا سامنا ہے۔ برداشت بمقابلہ انتہا پسندی، جمہوریت بمقابلہ آمریت، قانون کی حکمرانی بمقابلہ فساد فی الارض، رنگا رنگی بمقابلہ یک رنگی، عدم شمولیت بمقابلہ شمولیت پسندی۔ اس جنگ میں ہمارے کچھ لوگ دہشت گردوں کے پیغام کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ پاکستان اب ایک فعال جمہوریت ہے جس کو معلومات کی جنگ کی باقیات کا سامنا ہے جو ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر خود کش حملہ آور بنا دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارا مقصد معلومات کو عوام کو مقتدر بنانے اور ان کی خدمت، فلاح اور خوشحالی کے لئے بروئے کار لانا ہے"[5]

آزادی ہوگی سوائے اُن معقول پابندیوں کے جو اسلام کی عظمت یا پاکستان اور اس کے کسی حصے کے استحکام، سلامتی اور دفاع یا اسی طرح غیر ملکوں سے دوستانہ تعلقات، امن عامہ، شائستگی، اخلاقیات یا توہین عدالت کے سلسلے میں قانونی طور پر لاگو کی گئی ہوں"[7] یہ آئینی شق ریاست کی حدود کے اندر ذمہ داری کے ساتھ آزادی کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے اور میڈیا کی آزادی کے نام پر انتشار پیدا کرنے کی پیش بندی کرتی ہے۔ آئین میں دیئے گئے انہی اصولوں کی بنیاد پر عوامی حکومت نے 2008 میں اقتدار میں آنے کے بعد ایک پالیسی فریم ورک تیار کیا جس پر باقاعدگی سے عمل کیا جا رہا ہے۔ عوامی حکومت کی میڈیا پالیسی کے چیدہ چیدہ نکات درج ذیل ہیں:

☆ میڈیا کی ذمہ دارانہ آزادی کو فروغ دینا

☆ میڈیا کی ترقی و ترویج اور سہولیات کو پروان چڑھانا

☆ پاکستان کے ہر ایک شہری کے لئے معلومات کی رسائی کو یقینی بنانا

4. [illegible] 18 [illegible] 2010
5. قمر زمان کائرہ "From Information "Warfare" to "Welfare"" [illegible] 2010
6. پاکستان کا دستور، 1973
7. ایضاً

ذرائع ابلاغ کی جمہوریت کی سمت

- خطے کی صورتحال اور پاکستان کو درپیش مسائل کی آگہی پیدا کرنا اور سیاسی، اقتصادی اور تزویراتی سفارتکاری کیلئے مناسب ماحول پیدا کرنا۔
- حکومت کے مختلف اداروں کے عمال میں تعلقات کار بہتر بنانا تا کہ ریاست کے معاملات کو اچھی طرح چلانے کیلئے بہتر پالیسی مشاورت کو ممکن بنایا جاسکے
- وفاقی اکائیوں کے درمیان ہم آہنگی بڑھانے کے ذریعے لوگوں میں امید اور اعتماد پیدا کرنا
- بیرون ملک پاکستان کی سیاسی اور پبلک سفارتکاری کو فروغ دینا
- سفارتی عملے کو پاکستان کو ایک امن پسند، ذمہ دار، متحمل مزاج اور خطے اور دنیا میں امن کے خواہاں ملک کے طور پر متعارف کروانے میں مدد دینا
- دہشت گردی کے خلاف اس کی تمام قسموں اور تمام صورتوں میں لڑنا
- پاکستان میں امن اور برداشت کو پروان چڑھانے کے لئے سارے شراکت داروں کے ساتھ قومی گفت وشنید اور معاشرتی بات چیت کی حوصلہ افزائی کرنا

معلومات کی آزادی کا عزم

"محترمہ اسپیکر صاحبہ، اراکین پارلیمان، میڈیا نے اس پہلے دن سے جب پی پی پی (پاکستان پیپلز پارٹی) کی حکومت نے اُسے آزاد ہوائی لہریں لوٹائیں تھیں بہت طویل سفر کیا ہے۔ ہماری حکومت نے سابقہ فوجی حکومت کے استبداد کے نظام کو تہس نہس کرنے میں مطلق دیر نہ کی اور جلدی ہی پیمرا (PEMRA) اور پرنٹ میڈیا آرڈیننس (Print Media Ordinance) کو ختم کیا جو میڈیا کے اوپر تلوار کی طرح لٹک رہے تھے۔ ہم جلدی مزید بنیادی قوانین جیسے آزادئ اطلاعات کا بل بھی لائیں گے اور تمام متعلقہ لوگوں کے ساتھ مل کر میڈیا کی خود احتسابی کا ماحول پیدا کرنے میں مدد دیں گے جس میں ریاست کی طرف سے کوئی مداخلت نہ ہو۔ میں نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ "ویج سپورٹ ہاؤسنگ کالونیز" (Wage Support Housing Colonies) بنانے کا جائزہ لیں تا کہ صحافی حضرات کیلئے ہر صوبے میں کم قیمت ہاؤسنگ کالونیاں بنائی جا سکیں۔"

صدر آصف علی زرداری کا پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب (ستمبر۔2008)

"ہم سمجھتے ہیں کہ جمہوری نظام کی بنیاد فرد کی آزادی پر ہے۔ پریس کی آزادی فرد کی آزادی کو یقینی بناتی ہے۔ ضروری جائزہ لینے کے بعد ہم میڈیا کی آزادی کے منافی تمام قوانین ختم کر دیں گے۔ ہم آزادئ اطلاعات کا ایسا قانون بنائیں گے جو لوگوں کو ایسی معلومات ملنے کا در کھولے گا جن کے ذریعے عوامی دباؤ کے ذریعے بدعنوانی کا خاتمہ ہوگا۔ موجودہ قانون میں خامیاں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں کی جائیں۔ ہمارے پاس آزادئ اطلاعات کے قانون کا خاکہ موجود ہے جسے نافذ کیا جائے گا۔ ہم میڈیا کے ورکروں اور صحافیوں کو عزت اور خدمت کی بنیاد پر تحفظ فراہم کریں گے۔ ہم ویج بورڈ ایوارڈ پر عملدرآمد کیلئے اپنی بہترین کوششیں کریں گے۔ ہم کارکن صحافیوں کے حالات کار اور موجودہ قانونی ڈھانچے کو بہتر بنانے پر توجہ دیں گے تا کہ کارکن صحافیوں کے معاشی حالات بہتر ہوں۔ ہم پیمرا قوانین تبدیل کرینگے اور اس کو وزارت اطلاعات سے منسلک ادارہ بنایا جائے گا اور یہ برقی میڈیا کو بہتر سہولتیں اور ماحول دینے کو یقینی بنائے گا۔"

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کی پارلیمنٹ میں پہلی تقریر 29 مارچ 2008

"لوگوں کی اطلاعات تک رسائی یقینی بنائی جائے گی اور جلدی اس سلسلے میں اطلاعات کی آزادی کا قانون پارلیمان میں لایا جائے گا۔ اطلاعات کی آزادی ایک بنیادی حق ہے اور لوگوں کو ہر اہم معاملے بشمول معیشت اور دفاع پر جاننے کا حق ہونا چاہئے۔ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کونسا فیصلہ کس نے اور کب کیا تھا۔ ہماری حکومت کو اطلاعات کی آزادی کا قانون بنانے میں کچھ تاخیر ہوئی لیکن یہ تاخیر ارادتاً نہیں ہے۔ تاخیر کی وجہ ملکی حالات تھے جنہوں نے ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔"

سینیٹر رضا ربانی، سربراہ، پارلیمانی کمیٹی برائے آئینی اصلاحات، اسلام آباد میں "اچھی حکمرانی کو یقینی بنانا" عنوان کے تحت ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے 19 اگست 2009

"ہمیں پہلے متبادل پیغام اور ذرائع ڈھونڈنا ہوں گے۔ ہمارا اطلاعات کا نیا نمونہ معلومات تک رسائی، نظریاتی بحث مباحثے، عوامی سفارتکاری، اور تزویراتی پیغام رسانی (Strategic Communication) پر مبنی ہونا چاہئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے رابطوں کو معتبر سمجھا جائے اور ہماری بات کو سچ مانا جائے تو ہمیں ایسے تخلیقی رابطے کا آغاز کرنا ہوگا جس کی بنیاد سچائی اور غیر جانبداری پر ہو۔ ہماری میڈیا پالیسی کی بنیاد آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 اور آرٹیکل 19 میں دیئے گئے بنیادی حقوق پر ہے۔ آرٹیکل 19 ریاست کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آزادی کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور میڈیا کی آزادی کے نام پر انتشار پھیلانے کی پیش بندی کرتا ہے۔ پاکستان کی جمہوری حکومت نے اظہار رائے کی آزادی اور معلومات تک رسائی کو فروغ دینے کا عزم کیا ہوا ہے۔ لیکن مواصلات کی طرح جمہوریت بھی دو طرفہ گلی ہے۔ اپنے وعدوں پر عملدرآمد کروانے کیلئے عوامی حکومت کو ایسے باخبر شہریوں کی مدد کی ضرورت ہے جو نہ صرف مسائل کی نشاندہی کر سکیں بلکہ اچھی حکمرانی کے لئے حل بھی تجویز کر سکیں۔ ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہئے۔"

قمر زمان کائرہ، وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات، نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی، اسلام آباد، یکم جنوری 2010

- ☆ جمہور میں بین المذاہب ہم آہنگی اور مذہبی برداشت کو پروان چڑھانا
- ☆ کشمیر کے لوگوں کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق حق خودارادی کے حصول کے لئے سفارتی مدد دینا
- ☆ پاکستان کے جمہوری اداروں کو پروان چڑھانے کی کوششوں میں عالمی میڈیا سے مدد حاصل کرنا
- ☆ غربت کو شکست دینے کے لئے پبلک پالیسی سپورٹ دینا تاکہ پاکستان کے لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہو سکے

میڈیا سے پارٹنرشپ اور عوام سے رابطہ

میڈیا سے پارٹنرشپ اور عوامی سفارتکاری کی سچی لگن کے ساتھ عوامی حکومت نے گذشتہ دو سال میں کئی اقدامات کئے ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:۔[8]

- ☆ رضاکارانہ ضابطۂ اخلاق کے ذریعے میڈیا میں خود احتسابی کی سوچ کو پروان چڑھانا
- ☆ دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی کوششوں کو نمایاں کرنا
- ☆ فعال براڈ کاسٹ اور پرنٹ میڈیا کو پروان چڑھانے کے لئے میڈیا کے قوانین میں ترامیم کرنا
- ☆ فریڈم آف انفارمیشن آرڈیننس 2002 کی تنسیخ کیلئے نیا بل لانا
- ☆ ساتویں ویج بورڈ ایوارڈ کے معاملات حل کرنے کیلئے سہ فریقی کمیشن تشکیل دینا
- ☆ میڈیا کی سرکردہ تنظیموں جیسے اے پی این ایس (APNS)، سی پی این ای (CPNE)، پی ایف یو جے (PFUJ)، اے پی این ای سی (APNEC) اور پی بی اے (PBA) کے ساتھ باقاعدہ میل جول رکھنا تاکہ جمہوریت کی مضبوطی اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کو تقویت بخشنے کے لئے مل جل کر کام کیا جا سکے
- ☆ فرائض کی ادائیگی کے دوران شہید صحافیوں کے خاندان کو مالی اعانت کے لئے فنڈ قائم کیا گیا
- ☆ اخبارات کو بہت عرصے کے رکے ہوئے اشتہارات کے پرانے بلوں کی ادائیگی کی گئی
- ☆ مختلف وزارتوں اور محکموں کی جانب سے عوامی خدمت کے پروگراموں کو نمایاں کرنا
- ☆ ملک میں شدت پسندی اور دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے رائے عامہ کو تیار کیا گیا
- ☆ عوامی اور قومی نوعیت کے اقدامات جیسے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام، بے نظیر ایمپلائیز اسٹاک آپشن اسکیم، گلگت بلتستان ایمپاورمنٹ اینڈ سیلف گورننس آرڈر، این ایف سی ایوارڈ 2009، آپریشن راہِ نجات اور آئی ڈی



پیز کی بحالی وغیرہ پر موثر پبلک ڈپلومیسی (عوامی سفارتکاری) کے ذریعے قومی یکجہتی کو فروغ دیا گیا

- ☆ عوامی مفادات کے موضوعات پر متعلقہ لوگوں کے مابین مکالمے کا آغاز کیا اور اسے ترقی دی۔
- ☆ قومی سطح کی قیادت سے مکالمے کیلئے بین الصوبائی وزرائے اطلاعات کانفرنس اور اہم معاملات پر تناظر اور پس منظر بیان کرنے کیلئے بریفنگ کا بندوبست کیا گیا
- ☆ سال 2010 کو ریڈیو کے احیاء کا سال قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں وزیرِ اعظم نے ہر ماہ ریڈیو پر قوم سے خطاب کرنا شروع کیا جبکہ وفاقی وزیرِ اطلاعات ونشریات ہر ہفتے ایک بار ریڈیو کے ذریعے سامعین سے رابطہ کاری کرتے ہیں۔

شہید محترمہ بے نظیر بھٹو میڈیا یونیورسٹی پراجیکٹ

عوامی حکومت نے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو میڈیا یونیورسٹی پراجیکٹ کا آغاز کیا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام آباد میں ایک جدید میڈیا یونیورسٹی قائم کی جا رہی ہے۔ یہ ایک ڈگری دینے والی یونیورسٹی ہوگی جس میں ابلاغیات کے تمام شعبوں کی تعلیم دی جائے گی اور کارکن صحافیوں کی تربیت کا بندوبست کیا جائے گا۔ مجوزہ یونیورسٹی تیزی سے بڑھتی ہوئی میڈیا انڈسٹری کی نصابی، پیشہ

8۔ سیکشن 3 ملاحظہ کریں: پبلک ڈپلومیسی، معلومات تک رسائی اور میڈیا کی آزادی

ورانہ تکنیکی اور فنی ضرورتیں پوری کرے گی۔

یہ اعلیٰ تعلیم کے کمیشن سے منظور شدہ عالمی معیار کی یونیورسٹی ہوگی جسے نجی شعبے کی شراکت کے ساتھ PPP کے اصول کے تحت قائم کیا جائے گا۔ ابلاغیات کے طلب، اخباری افسران (منتظمین) اور کارکن صحافیوں کو عملی تربیت دینے کے علاوہ



وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات قمر زمان کائرہ "شہید محترمہ بے نظیر بھٹو میڈیا یونیورسٹی پراجیکٹ" کے تحت صحافیوں کے لئے منعقدہ تربیتی ورکشاپ سے خطاب کر رہے ہیں۔

یونیورسٹی کا نصاب جنوبی ایشیا خصوصاً پاکستان میں میڈیا گورننس، میڈیا سے متعلق قانونی ضابطوں اور میڈیا ڈیموکریسی جیسے موضوعات کا بھی احاطہ کرے گا۔

ابھی میڈیا یونیورسٹی قائم کرنے کیلئے ابتدائی مراحل طے ہو رہے ہیں۔ لیکن اس دوران یونیورسٹی نے جنوری 2010 کو انفرمیشن سروسز اکیڈمی، اسلام آباد میں "میڈیا اینڈ کمیونیکیشن" کے عنوان سے آٹھ روزہ مختصر کورس برائے ضلعی نامہ نگاران منعقد کیا جس کے دوران پاکستان کے تمام علاقوں کی قوس قزح دکھائی دی۔ تربیتی پروگرام میں پاکستان کے چاروں صوبوں اور تین خود مختار ریجنز کے 25 اضلاع کے 32 نامہ نگاروں نے شرکت کی جو گلگت بلتستان، بلوچستان، پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا، قبائلی علاقوں اور آزاد جموں اور کشمیر سے خصوصی طور پر اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ مارچ 2010 میں عوامی اور ثقافتی ڈپلومیسی کے عنوان سے ایک تین روزہ کورس کا اہتمام کیا گیا جس میں اہم وزارتوں، محکموں اور ایجنسیوں کے 60 افسران نے شرکت کی۔ اس تربیت کا انعقاد برطانوی حکومت کے تعاون سے کیا گیا۔

ایک نئے سماجی مکالمے کی ابتدا

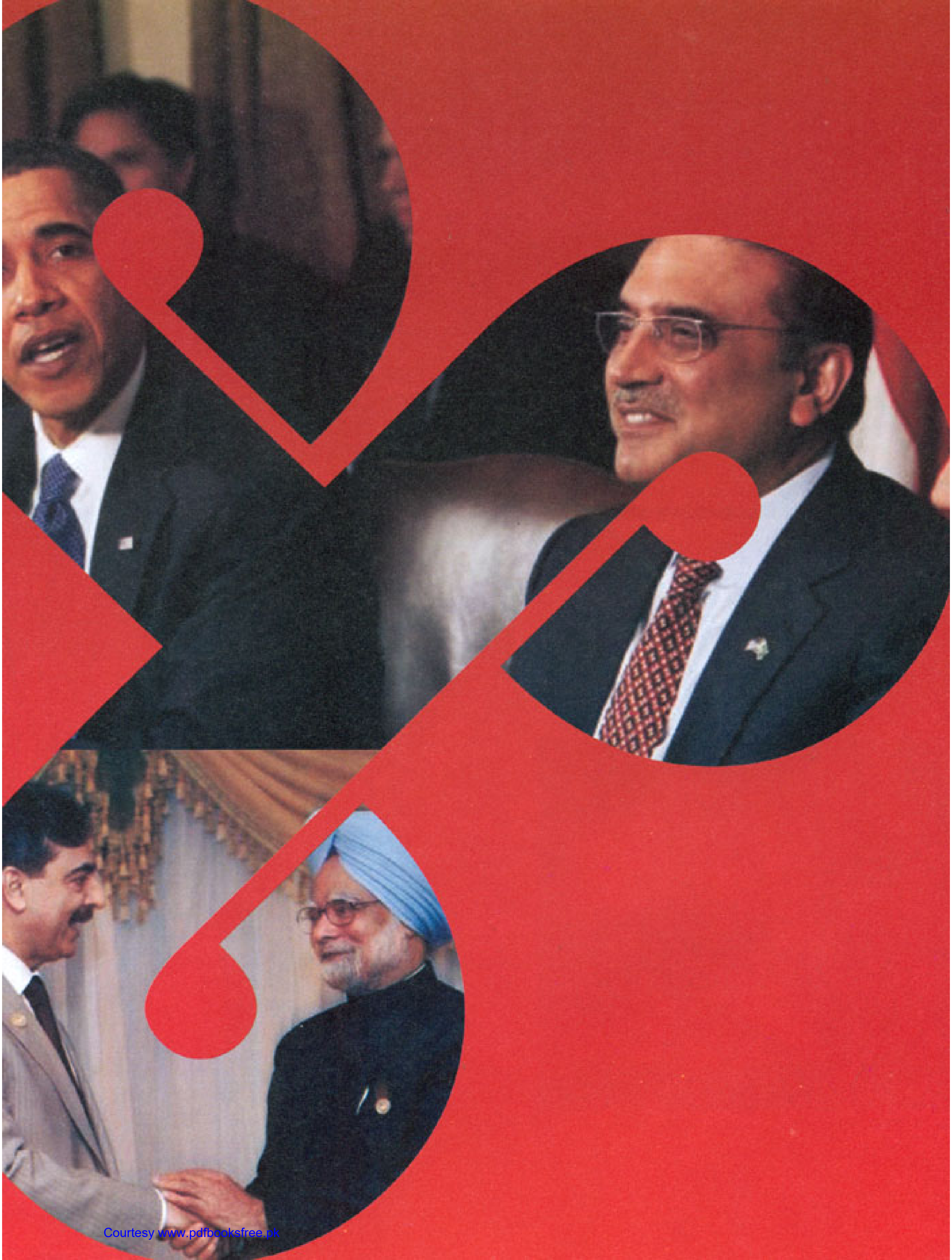
عوامی حکومت تمام عصری ذرائع ابلاغ کے ذریعے میڈیا، سول سوسائٹی اور پاکستانی عوام کے ساتھ ایک گہری اور دیرپا پارٹنرشپ قائم کرنے کی خواہاں ہے۔ اس ساجھے داری کے بیچ کہیں البتہ امن، محبت اور برداشت کا ایک پیغام ہے جسے نہایت سچائی اور ذمہ داری کے ساتھ تخلیق کرنا اور تندہی سے ہر میڈیا استعمال کرتے ہوئے عام کرنا ہی حکومت کا بنیادی مطمع نظر ہے۔ میڈیا اور اطلاعات کے انقلاب کو تخلیقی استعمال میں لاتے ہوئے حکومت ملک میں ایک با معنی سماجی مکالمے کو پروان چڑھا رہی ہے تاکہ عوامی شمولیت اور متنوع آراء کے ذریعے آمریت اور انتہا پسندی کے تشدد اور عدم برداشت پر مبنی پیغام سے بچا جا سکے۔ اس طرح قوم کے زخموں پر مرہم رکھنے اور ایک جمہوری ماحول میں امید، ہمت، اعتماد اور عزم کے ساتھ آگے بڑھنے میں مدد ملے گی۔ جیسے پاکستانی جمہوریت اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہوئے تدبر اور تحمل سے آگے بڑھ رہی ہے اسی طرح پاکستان کا پھلتا پھولتا میڈیا بھی ذمہ داری اور سمجھداری کی طرف مراجعت کر رہا ہے۔ جمہوری ادارے اور آزاد اور غیر جانبدار میڈیا پاکستانی عوام کو اپنی شناخت، مسائل کے حل اور مستقبل کے بارے میں زیادہ واضح اور سوچی سمجھی رائے بنانے میں مدد دے سکتے ہیں۔

"آپریشن راہ راست کے دوران سچ پر مبنی تخلیقی اور اچھوتا پیغام تھا جو کام کر گیا۔ دلوں اور ذہنوں کی اس جنگ میں زندگی اور آزادی کے نظریے نے موت کے نظریے کو شکست دی۔ اب آگے کیا کرنا ہے؟ دماغوں میں جھوٹے خیال پکے کرنے کیلئے مسلسل جھوٹ بولنے والوں کے مقابل حقائق ہی فاتح ہو گئے۔ عوام کی جمہوری تربیت کسی تلقین سے نہیں خرد افروزی کے ذریعے ہوگی۔ ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تلقین (Indoctrination) انسانی سوچ کو محدود کر دیتی ہے۔ اس لئے جمہوری حکومت کسی تلقین یا رٹ تلقین کے چکر میں پڑے بغیر عقل اور دلیل کے ساتھ بات کرنے کا ماحول پیدا کرنا چاہتی ہے۔"[9]



عوامی حکومت پاکستان کے ذرائع ابلاغ اور اطلاعاتی انقلاب سے استفادہ کرتے ہوئے ایک تعمیری اور نئے سماجی ڈائیلاگ کے خدوخال تشکیل دے رہی ہے۔

9. قمر زمان کائرہ "From Information "Warfare" to "Welfare"" ڈیلی ٹائمز، جنوری 2010



سفارتی تحرک کی بحالی

"اکیسویں صدی میں خطوں کو کم سے کم ریاستی مداخلت کے ساتھ تجارت کو فروغ دینا ہوگا اور ریاستوں کے مابین تعلقات کو باہمی احترام اور عدم مداخلت کی پالیسی پر استوار کرنا ہوگا۔"[1]

(شہید محترمہ بے نظیر بھٹو)

2008-10ء کے دوران پاکستان نمایاں جمہوری تبدیلی کے عمل سے گزرا ہے۔ منتخب قیادت، فعال پارلیمنٹ، آزاد میڈیا اور خود مختار عدلیہ طویل جمہوری جدوجہد کے ثمرات ہیں۔ اس بنیادی داخلی تبدیلی سے پاکستان کا عالمی وقار بلند ہوا اور اس کی سفارت کاری اور خارجہ پالیسی پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

الگ تھلگ اتحادی سے بااثر ساتھی تک

گزشتہ آمرانہ دور نہ صرف پاکستان کے عوام کے لئے مایوسی لے کر آیا بلکہ اس کی خارجہ پالیسی کے اقدامات دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی ہونے کے باوجود ملک کے لئے اعتماد کے فقدان اور تنہائی پر منتج ہوئے۔ 3 نومبر 2007ء کو "ایمرجنسی پلس" کے نفاذ کی بناء پر دولت مشترکہ کی پاکستانی رکنیت معطل کر دی گئی۔ پاکستان کے بھاری نقصانات اور بے مثال قربانیوں کے باوجود عالمی اتحادیوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی ساکھ پر انگلیاں اٹھانا شروع کر دیں۔

عالمی سطح پر پاکستان کی بڑھتی ہوئی تنہائی کا بنیادی سبب اقوام عالم کی نظر میں قابل قبول جمہوری اوصاف کا نہ ہونا تھا۔ یہ امر شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے لئے بہت تشویش کا باعث بنا ہوا تھا جو عالمی سطح پر اپنے وطن کی عزت اور وقار کی بحالی کیلئے پرعزم تھیں۔ اسی تناظر میں انہوں نے کہا تھا: "میں جمہوری اقوام کی برادری میں پاکستان کا مقام بحال کرنے کی جدوجہد کے لئے وطن واپس جا رہی ہوں"۔[2]

عالمی برادری کی "ڈومور" (Do More) کی تکرار نے پاکستان کو دفاعی پوزیشن پر لا کھڑا کیا تھا۔ اقتدار میں آنے کے بعد عوامی حکومت نے انتہائی موثر انداز میں اس رجحان کو روکا۔ حکومت نے بھرپور سیاسی اور عوامی تائید سے دہشت گردی کے خلاف فیصلہ کن اقدامات کئے اور عالمی امن کے قیام کے مقصد کے ساتھ اپنے عالمی اور دوطرفہ تعلقات کو پر اعتماد انداز میں آگے بڑھایا۔ عوامی حکومت نے دوطرفہ، علاقائی اور عالمی سطح پر طاقت کا توازن برقرار رکھنے کی مسلسل اور موثر کوششیں کر کے اپنے خارجہ پالیسی کے مقاصد کو حاصل کیا۔

گزشتہ 2 برسوں کے دوران دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بے مثال کامیابیاں حاصل کی گئیں اور آج عوامی حکومت خود عالمی برادری سے "ڈومور" (Do More) کا تقاضا کر رہی ہے۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے 24 مارچ 2010ء کو واشنگٹن میں "پاکستان امریکہ سٹرٹیجک مذاکرات" کے آغاز پر میڈیا بریفنگ میں کہا کہ "ہم پہلے ہی بہت کچھ کر چکے ہیں، پاکستان اپنے حصہ کا کام کر چکا ہے۔ ہم نے عملی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اب آپ کی باری ہے کہ آپ بھی کچھ کر کے دکھائیں"۔[3] اجلاس میں عوامی حکومت نے سلامتی اور اقتصادی ترقی کے میدان میں پاکستان کے خدشات کے ادراک کے حوالے سے اپنی توقعات کا اظہار کیا۔[4] پاکستان کے سٹرٹیجک خدشات کو دور کرنے کی جانب امریکہ کی توجہ مبذول

1۔ [illegible] 1999ء [illegible]
2۔ [illegible] 10 ستمبر 2007
3۔ [illegible] 25 مارچ 2010
4۔ ایضاً



پاکستان نے امریکہ پر زور دیا کہ ایک مستحکم اور دیرپا شراکت داری کے لئے پاکستان کے سٹرٹیجک اور اقتصادی خدشات دور کئے جانے چاہئیں۔

کراتے ہوئے حکومت نے اس امر پر زور دیا کہ مستحکم سٹرٹیجک شراکت کاری کے لئے محض اقتصادی امداد واحد محرک نہیں ہو سکتی۔[5]

امن کے لئے غیر متزلزل عزم

پاکستان نے جو خود دہشت گردی کا سامنا کر رہا ہے، نومبر 2008ء میں ممبئی کے واقعہ کا ارتکاب کرنے والوں کی مذمت کی اور فوری طور پر تحقیقات کا آغاز کیا۔ شدید عالمی دباؤ کے باوجود عوامی حکومت نے بھارت کے لئے مثالی صبر و تحمل، خلوص اور تعاون کا مظاہرہ کرتے ہوئے ممبئی واقعہ کے بعد کی صورتحال کا سامنا کیا۔ افسوسناک طور پر ان حملوں کی آڑ میں بھارت نے امن کے عمل کو معطل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان مشترکہ چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے دونوں ممالک کو مل کر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیتا رہا۔ پاکستان کا موقف ہے کہ تعلقات کو معمول پر لانے کے عمل کو معطل کرنے سے دہشت گردوں اور غیر ریاستی عناصر کا ایجنڈا پورا ہوگا اور اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

پاکستان نے ممبئی تحقیقات میں بھارت کے ساتھ تعاون جاری رکھا اور امن کے عمل کے ساتھ اس کی وابستگی کے نتائج ظاہر ہوئے۔ فروری 2010ء میں نئی دہلی میں پاکستان اور بھارت کے درمیان خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات نے بھارت اور عالمی برادری کے سامنے پاکستان کے اس موقف کی تائید کی کہ جمہوری پاکستان دنیا میں کہیں دہشت گردی کو فروغ نہیں دیتا اور بھارت کے ساتھ تنازعہ کشمیر سمیت تمام تصفیہ طلب مسائل کے حل کے لئے امن کے عمل کو واحد راستہ تصور کرتا ہے۔

اگرچہ اس بات چیت سے معطل شدہ جامع مذاکرات کا عمل تو بحال نہ ہو سکا تاہم اس سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ پاکستان، بھارت سمیت تمام ہمسایوں کے ساتھ علاقائی امن اور تعاون کی مخلصانہ خواہش رکھتا ہے۔ پاکستان نے موثر انداز میں اپنا یہ موقف پیش کیا کہ وہ امن بات چیت کا خواہاں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیر، پانی اور دہشت گردی سمیت تمام متعلقہ موضوعات اور مسائل پر گفت وشنید چاہتا ہے۔

2008-10ء کے دوران طالبان اور القاعدہ رہنماؤں کے خلاف پاکستان نے کثیر الجہتی اقدامات اٹھائے جس سے پاکستان کے نکتہ نظر کی تصدیق ہوئی۔ عوامی حکومت کی طرف سے ملک کے اندر اختیار کردہ مفاہمت کی پالیسی کی وجہ سے ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت اور اپوزیشن میں بھارت کے ساتھ مذاکرات کے انعقاد پر اتفاق رائے پایا گیا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا کہ پاکستان نے ان مذاکرات کو با معنی اور با مقصد بنانے کے لئے ڈھانچہ جاتی مذاکرات کا روڈ میپ بھی تجویز کیا ہے۔

قائدانہ سیاسی اور اقتصادی سفارت کاری

آج عالمی سطح پر ایک تزویراتی تبدیلی رونما ہو رہی ہے اور طاقت کا توازن نئے سرے سے تشکیل پا رہا ہے۔ اس سے پاکستان پر توجہ میں اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ 2008ء میں اقتدار میں آنے کے بعد حکومت نے اس چیلنج کو ملک کے لئے مواقع میں تبدیل کرنے کے لئے بھرپور کوششیں کی ہیں۔

پاکستان میں جمہوریت ایک اہم اثاثہ ثابت ہوئی جس نے بیرون ملک پاکستان کے مضبوط پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں مدد دی ہے۔ کثیر الجہتی چیلنجوں کے باوجود حکومت نے خارجہ پالیسی کے شعبہ میں کامیابیاں حاصل کی ہیں جن کا سبب یہ رہا ہے کہ جمہوری قیادت نے نئے تزویراتی تناظر میں پاکستان کے کردار کا واضح تصور دیا۔ جمہوری قیادت خطہ اور عالمی سطح پر امن، ترقی، خوشحالی اور استحکام کے لئے کوشاں ہے اور اس کا حتمی مقصد اقتصادی ترقی کا حصول ہے جس سے پاکستان کو فائدہ ہو۔

پاکستان کی قومی ترجیح ترقی ہے۔ اس کی خارجہ پالیسی کا اہم کردار سماجی و اقتصادی ترقی کے حصول کے لئے مطلوبہ بیرونی گنجائش اور حالات فراہم کرنا ہے

5۔ [illegible] 18 مارچ 2010

لہٰذا حکومت نے اقتصادی سفارتکاری کو نئی توجہ کے ساتھ تقویت دی۔ سازگار فضا پیدا کرنے کے لئے ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات، بڑی اقتصادی طاقتوں کے ساتھ ٹھوس رابطے اور تمام خطوں اور ممالک کے ساتھ باہمی طور پر مفید شراکت کاری کے فروغ کیلئے کوششیں کی جارہی ہیں۔

جمہوریت کے آغاز اور دہشت گردی کے خلاف مضبوط اور قابل بھروسہ اقدامات بلاشبہ بیرونی تعلقات کے میدان میں اہم اثاثہ ثابت ہوں گے جنہیں عوام کی تائید اور پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہے۔ حکومت نے ہمسایہ ممالک اور کلیدی عالمی شراکت کاروں سے روابط مضبوط کئے اور بین الاقوامی چیلنجوں کے جامع حل اور علاقائی ترقی کے فروغ کے مقصد کے تحت کئی علاقائی عوامل کا آغاز کیا گیا۔

بیرون ممالک میں قائم سفارتخانوں کے ذریعے تارکین وطن کی فلاح و بہبود کے لئے عوامی حکومت پرعزم ہے۔ اس تناظر میں پاکستانی برادری کے مفادات کی دیکھ بھال کے لئے موئثر نظام وضع کئے جارہے ہیں۔ وزارت خارجہ امور نے مارچ 2010ء میں غیر ملکی جیلوں میں قید پاکستانیوں کے بارے میں مکمل ڈیٹا بیس مرتب کیا جو فریقین کو دستیاب ہے۔ دوطرفہ اور علاقائی سطحوں پر کئے گئے ٹھوس اقدامات 10-2008ء میں حکومت کی طرف سے خارجہ پالیسی کے شعبہ میں حاصل ہونے والی کامیابیوں کے عکاس ہیں۔

اقوام متحدہ

پاکستان نے اقوام متحدہ میں مختلف سرگرمیوں میں اعلیٰ سطح کی شرکت کے تسلسل کو برقرار رکھا۔ اپریل 2008ء میں قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں نے اقوام متحدہ سے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات کے مطالبہ کی قراردادیں منظور کیں۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے 4 فروری 2009ء کو اسلام آباد کے اپنے دورے کے دوران شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کمیشن کے قیام کا اعلان کیا جو اپریل 2010ء میں اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔

پاکستان نے اقوام متحدہ اصلاحات کے عمل میں بھرپور شرکت کی اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مستقل نشستوں میں اضافہ سمیت نئے مراکز طاقت کے قیام کی مخالفت کی۔ پاکستان نے G-4 (برازیل، جرمنی، جاپان اور بھارت) کے مستقل



15 جولائی 2009ء کو وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی شرم الشیخ، مصر میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔

سفارتی تحرک کی بحالی

ارکان بننے کی کوششوں کو کامیابی سے روکا۔ جنرل اسمبلی نے 64ویں اجلاس میں بات چیت جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 63 ویں اجلاس میں پاکستان نے ''عوام کے خودارادیت کے حقوق کا ہمہ گیر حصول'' کے موضوع پر اپنی سالانہ قرارداد پیش کی جس میں غیر ملکی تسلط کے تحت لوگوں کو ان کا ناقابل تنسیخ حق دینے کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا۔ پاکستان نے جنرل اسمبلی کے ایجنڈا آئٹم ''ثقافت برائے امن'' کے تحت اپنی سالانہ قرارداد پیش کی۔ یہ قرارداد فلپائن کے اشتراک سے پیش کی گئی تھی۔

پاکستان نے نیویارک، جنیوا، ویانا اور ہیگ سمیت تمام علاقائی اور عالمی کانفرنسوں میں تخفیفِ اسلحہ سے متعلق تمام مباحثوں میں فعال شرکت جاری رکھی۔ قومی، علاقائی اور عالمی تناظر میں پاکستان کے لئے تخفیفِ اسلحہ اور جوہری عدم پھیلاؤ بدستور اہم مقاصد رہے۔ درج ذیل چار قراردادیں جو روایتی طور پر پاکستان نے پیش کی تھیں، نیویارک میں جنرل اسمبلی کے 63ویں اجلاس میں ایک بار پھر منظور کر لی گئیں:۔

☆ علاقائی تخفیفِ اسلحہ۔

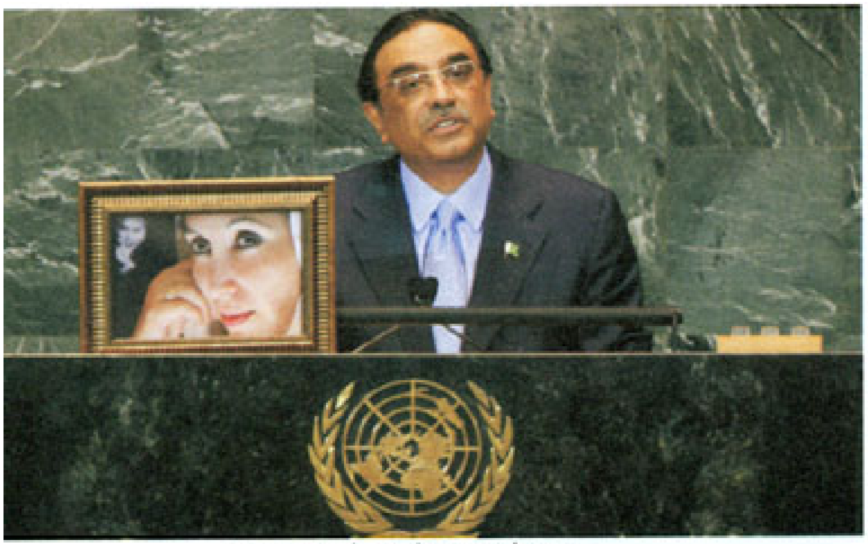
☆ علاقائی اور ذیلی علاقائی سطحوں پر روایتی ہتھیاروں پر کنٹرول۔

☆ جوہری ہتھیاروں کے استعمال یا استعمال کی دھمکی کے خلاف غیر جوہری ریاستوں کو یقین دہانی کیلئے موثر عالمی انتظامات وضع کرنا۔

☆ علاقائی اور ذیلی علاقائی تناظر میں اعتماد سازی کے اقدامات۔

ان قراردادوں کے ذریعے پاکستان نے تنازعات کے پرامن تصفیہ اور ہتھیاروں کی روک تھام اور تخفیف اسلحہ کی علاقائی حکمت عملی کے بارے میں اپنے اصولی موقف کی جنرل اسمبلی سے توثیق حاصل کی۔ پاکستان جنوبی ایشیاء کے تناظر میں اپنے اس موقف پر تسلسل سے کاربند رہا ہے۔

پاکستان ستمبر 2009ء میں 2 سالہ مدت کے لئے پاکستان، انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے بورڈ آف گورنرز کا رکن منتخب ہوا۔ 6 جنوری 2010ء کو کابینہ نے حیاتیاتی ہتھیاروں کے کنونشن پر عمل درآمد کیلئے قانون سازی کی اصولی منظوری دی۔ اس سے پاکستان حیاتیاتی ہتھیاروں کے کنونشن کے ذمہ دار ریاستی فریق کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں کما حقہٗ پوری کر سکے گا۔ جوہری عدم پھیلاؤ کی اپنی



صدر آصف علی زرداری اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کر رہے ہیں۔

کوششوں کے سلسلہ میں حکومت نے تزویراتی مواد کی برآمد پر موثر کنٹرول نیز اس اہم مسئلہ پر عالمی برادری کے ساتھ بامقصد رابطے جاری رکھے۔ سٹرٹیجک ایکسپورٹ کنٹرول ڈویژن کے قیام کے حوالہ سے دستوری نوٹیفکیشنز اور برآمد کنٹرول (لائسنسنگ اینڈ انفورسمنٹ) قواعد کا ئی 2009ء میں اجراء کیا گیا۔

اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کے 62 ویں اجلاس کے دوران پاکستان نے اقوام متحدہ عالمی انسداد دہشت گردی حکمت عملی کے مزید ارتقاء پر توجہ مرکوز کی۔ 2008-09ء میں پاکستان نے جنرل اسمبلی اور دیگر متعلقہ فورموں پر دہشت گردی سے متعلق اپنا اصولی موقف اجاگر کیا۔ پاکستان دہشت گردی کے بارے میں سلامتی کونسل قراردادوں پر سختی سے عمل پیرا رہا جن میں ایس آر اوز کے اجراء کے ذریعے طالبان اور القاعدہ سمیت اقوام متحدہ کی دہشت گرد تنظیموں کی فہرست میں درج افراد اور تنظیموں پر اقوام متحدہ کی پابندیاں شامل تھیں۔ پاکستان جولائی 2009ء میں دہشت گردی کو سرمایہ کی فراہمی کی روک تھام کے لئے اقوام متحدہ کنونشن کا فریق بن گیا۔ پاکستان نے فروری 2010ء میں بین الاقوامی تنظیم برائے انسداد جرائم کے خلاف اقوام متحدہ کنونشن کی توثیق بھی کی۔

پاکستان نے اقوام متحدہ امن مشن میں افواج فراہم کرنے والے سب سے بڑے ملک کا مقام برقرار رکھا۔ اس وقت اقوام متحدہ کے 11 مشنز میں پاکستان سے 10580 سے زائد سول اور فوجی اہلکار تعینات ہیں۔ ان مشنز میں کانگو، سرالیون،

مشرقی تیمور، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، برونڈی، وسط افریقی جمہوریہ، چاڈ، مغربی صحرا، ہیٹی، دارفر، کوسوو اور سوڈان قابل ذکر ہیں۔

تبدیلی آب و ہوا کے بارے میں عالمی سطح پر پائے جانے والی تشویش کے تناظر میں پاکستان نے کوپن ہیگن میں منعقد ہونے والی اقوام متحدہ کی تبدیلی آب و ہوا کنونشن میں شامل ارکان کی 15 ویں کانفرنس کے دوران کاربن اخراج کم سطح پر رکھنے کا عزم کیا۔ اس کانفرنس میں وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کی قیادت میں پاکستانی وفد نے شرکت کی تھی۔ وزیر خارجہ نے انتہائی اثر انگیز انداز میں ان سنجیدہ مسائل بارے اظہار خیال کیا جو پاکستان کو انرجی سیکورٹی، خوراک اور پانی کے شعبوں پر مرتب ہونے والے منفی اثرات کے نتیجہ میں درپیش ہیں۔

4 فروری 2009ء کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون کے دورہ پاکستان کے دوران "ون یو این پروگرام دستاویز" کو حتمی شکل دی گئی۔ یہ اقدام ہم آہنگ ترقی کے لئے اصلاحات کے حوالے سے حکومت کی خواہش کی عکاسی کرتا ہے۔ درج ذیل بین الاقوامی عہدوں پر پاکستان کے امیدواروں کو کامیابی سے منتخب کیا گیا۔

1۔ 11 تا 15 اکتوبر 2009ء کو سنگاپور میں انٹرپول کے 78 ویں جنرل اسمبلی اجلاس میں ایشیاء سے انٹرپول ایگزیکٹو کمیٹی، پاکستانی امیدوار کو پہلے دور میں 47 ووٹ ملے جس کے بعد جاپان کو 44 اور قطر کو 40 ووٹ ملے۔

2۔ مئی 2008ء میں 11-2008ء کی مدت کے لئے انسانی حقوق کے بارے میں کونسل۔

3۔ مئی 2009ء میں 12-2010ء کی مدت کے لئے اقوام متحدہ ترقیاتی پروگرام/اقوام متحدہ فنڈ برائے آبادی کا ایگزیکٹو بورڈ۔

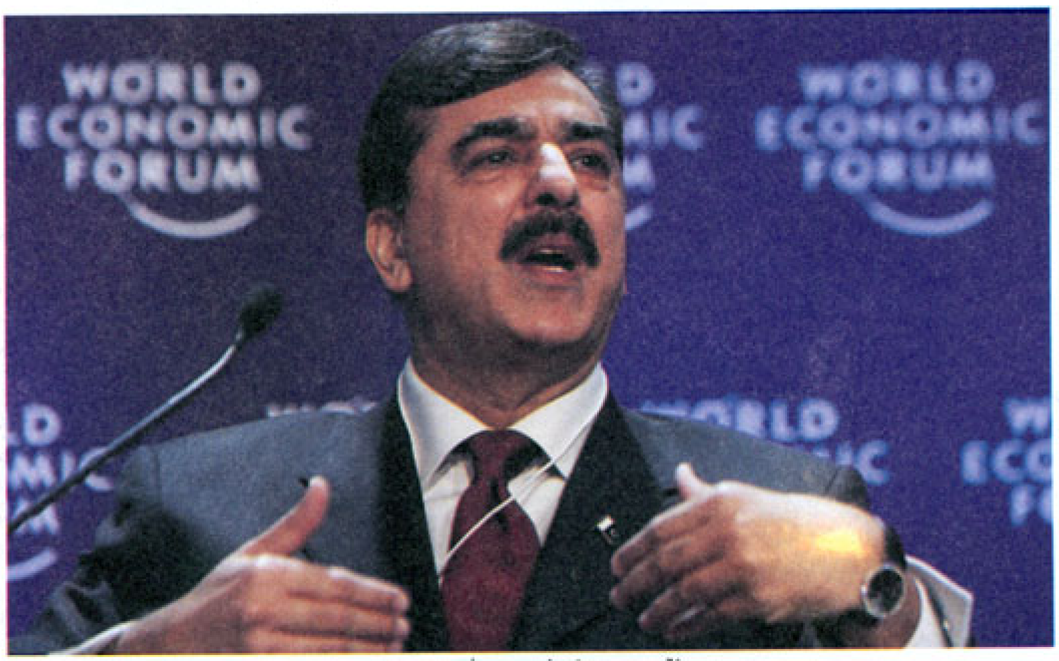
4۔ مئی 2009ء میں 12-2010ء کی مدت کے لئے اقوام متحدہ اطفال فنڈ کا ایگزیکٹو بورڈ۔

5۔ نومبر 2009ء میں 13-2010ء کی مدت کے لئے اقوام متحدہ ماحولیاتی پروگرام کی گورننگ کونسل۔

6۔ نومبر 2009ء میں 6 سالہ مدت کے لئے عالمی تجارتی قانون کے بارے میں اقوام متحدہ کمیشن۔

7۔ جنوری 2010ء میں امتیاز کے خاتمہ کے بارے میں کمیٹی۔

پاکستان نے اپریل 2008ء میں اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے بارے میں عالمی معاہدہ کی توثیق کی۔ پاکستان نے اپریل 2008ء میں تشدد اور دیگر ظالمانہ،



جنوری 2009ء میں وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی ڈیووس میں عالمی اقتصادی فورم سے خطاب کر رہے ہیں۔

غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک یا سزا کے خلاف عالمی معاہدہ اور شہری اور سیاسی حقوق کے بارے میں عالمی کنونشن پر دستخط کئے۔ توثیق کا عمل حتمی مراحل میں ہے۔ پاکستان نے ستمبر 2008ء میں معذور افراد کے حقوق کے بارے میں عالمی کنونشن پر بھی دستخط کئے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ انسانی حقوق کونسل اور اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی تیسری کمیٹی میں تنظیم اسلامی کانفرنس کی کامیابی سے قیادت کی اور اسلاموفوبیا اور مذاہب کو بدنام کرنے کے بڑھتے ہوئے رجحان پر تشویش کا اظہار کیا۔ انسانی حقوق کونسل نے مئی 2008ء میں پاکستان کے انسانی حقوق ریکارڈ کا جائزہ لیا اور ملک میں انسانی حقوق کو بہتر بنانے کے لئے حکومت کی کوششوں کی تعریف کی۔

بین الاقوامی ترقی

وزارت امور خارجہ میں ایک ترقیاتی شعبہ قائم کیا جا رہا ہے جو اقتصادی سفارت کاری پر توجہ مرکوز کرے گا۔ وزیراعظم نے 23 تا 25 جنوری 2009ء کو ڈیووس، سوئٹزرلینڈ میں عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس دورے سے وزیراعظم کو دہشت گردی کے خلاف جنگ اور پاکستان کی سلامتی کی صورتحال اور معیشت پر اس کے اثرات کے بارے میں پاکستان کا نکتہ نظر پیش کرنے کا موقع ملا۔

وزیراعظم نے 18 تا 20 مئی 2008ء کو شرم الشیخ، مصر میں مشرق وسطیٰ کے بارے میں عالمی اقتصادی فورم میں شرکت کی وہ 30 اکتوبر تا یکم نومبر 2008ء کو استنبول میں یورپ اور وسطی ایشیا کے بارے میں عالمی اقتصادی فورم کے ریجنل اجلاس میں بھی شریک ہوئے۔ وزیراعظم نے 8-7 جولائی 2008ء کو کوالالمپور میں D-8 سربراہ اجلاس میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔ اس دورے سے تخفیف غربت کے لئے اقتصادی تعاون کے مقصد کے حصول کیلئے D-8 ممالک کے مابین تجارت کے فروغ کا موقع فراہم ہوا۔ سربراہ اجلاس نے آئندہ عشروں میں D-8 ممالک میں اقتصادی تعاون کے روڈ میپ اور D-8 ترجیحی تجارت سمجھوتے پر عمل درآمد میں سہولت کے لئے D-8 ممالک کے مابین تجارت کے لئے اشیاء کے ماخذ کے ضوابط کی منظوری دی اور استنبول میں D-8 کے مستقل سیکرٹریٹ کے قیام کا فیصلہ کیا۔ پاکستان نے 20 تا 25 اپریل 2008ء کو اکرا (گھانا) میں منعقدہ اقوام متحدہ کانفرنس برائے تجارت و ترقی کے 12 ویں اجلاس میں شرکت کی۔

احباب جمہوری پاکستان (FoDP)

26 ستمبر 2008ء کو نیویارک میں صدر مملکت آصف علی زرداری کی کوششوں کے نتیجہ میں "احباب جمہوری پاکستان" کا قیام ایک منفرد سفارتی قدم ہے جس سے ایک جمہوری، ترقی پسند فلاحی ریاست کے طور پر پاکستان کو جمہوری اداروں کے استحکام، قانون کی بالادستی، بہتر اسلوب حکمرانی، سماجی و اقتصادی ترقی کے حصول اور دہشت گردی و انتہا پسندی کے چیلنجوں پر قابو پانے کیلئے عالمی حمایت حاصل کرنے میں مدد ملی ہے۔ 16 ماہ کے قلیل عرصہ میں "احباب جمہوری پاکستان" ان شعبوں میں ٹھوس اقدامات اٹھانے کے لئے ایک قابل اعتماد پلیٹ فارم کے طور پر



وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی پاکستان اور افغانستان کے لئے امریکہ کے نمائندہ خصوصی رچرڈ ہالبروک، متحدہ عرب امارات کے وزیر خارجہ شیخ عبداللہ بن زید النہیان اور "احباب جمہوری پاکستان" فورم کے دیگر ارکان کے ساتھ۔

ابھر کر سامنے آیا ہے۔

یہ گروپ آسٹریلیا، کینیڈا، چین، ڈنمارک، فرانس، جرمنی، ایران، اٹلی، جاپان، ہالینڈ، ناروے، جمہوریہ کوریا، سعودی عرب، سپین، سویڈن، ترکی، متحدہ عرب امارات، برطانیہ، امریکہ، یورپی کمیشن، یورپی یونین، اقوام متحدہ، ایشیائی ترقیاتی بنک، اسلامی ترقیاتی بنک اور عالمی بنک پر مشتمل ہے۔ اس نے پاکستان کی مدد کے لئے پانچ گروپوں کی نشاندہی کی جن میں 1۔ ترقی۔ 2۔ سلامتی۔ 3۔ توانائی۔ 4۔ ادارہ جاتی استعداد کار میں اضافہ۔ 5۔ تجارت و مالیات شامل ہیں۔

FoDP ایک ڈونر کلب نہیں بلکہ یہ دوستوں کا ایک گروپ ہے جو پر تشدد انتہا

پسندی سے درپیش چیلنجوں پر قابو پانے کے لئے دوطرفہ اور اجتماعی طور پر پاکستان کی مدد کے خواہاں ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ گروپ پاکستان کی قیادت میں حکومت کی طرف سے نشاندہی کردہ ترجیحی شعبوں میں مصروف عمل ہے۔ سرگرمیوں کو مربوط بنانے کے لئے وزارت خارجہ میں اس کا ایک سیکرٹریٹ قائم کیا گیا ہے۔ اپنے قیام کے بعد سے گروپ نے ٹوکیو اور استنبول میں بالترتیب 17 اپریل 2009ء اور 25 اگست 2009ء کو 2 وزارتی اجلاس منعقد کئے۔ تیسرا وزارتی اجلاس جولائی 2010ء میں برسلز میں منعقد ہونے کی توقع ہے۔

جمہوری پاکستان کے دوستوں کا پہلا سربراہ اجلاس 24 ستمبر 2009ء کو نیویارک میں منعقد ہوا جس کی صدارت پاکستان کے صدر آصف علی زرداری، امریکی صدر براک اوباما اور برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن نے مشترکہ طور پر کی۔ اجلاس کے بعد سربراہوں کے مشترکہ بیان میں انسداد دہشت گردی اور ترقیاتی کوششوں میں پاکستان کی بھرپور حمایت کا اظہار کیا گیا۔

مالاکنڈ ڈویژن میں قانون کے نفاذ کی سرگرمیوں کے بعد FoDP نے مالاکنڈ ترقیاتی پائلٹ منصوبہ بنانے میں قریبی تعاون کیا جس کی بعدازاں وزارتی اجلاس منعقدہ استنبول میں توثیق کی گئی۔ یہ ترقیاتی منصوبہ نہ صرف سوات اور مالاکنڈ کی تعمیر نو اور بحالی کے لئے ہے بلکہ انتہا پسندی کے بنیادی اسباب دور کرنے کے لئے بھی ہے۔ اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے اپنی حمایت کے ٹھوس اظہار کے لئے FoDP نے عالمی بنک میں ملٹی ڈونر ٹرسٹ فنڈ قائم کیا جس سے مئی 2010ء تک 100 ملین ڈالر حاصل ہونے کی توقع ہے۔ فنڈ کے لئے دی جانے والی رقم وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا)، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں سکیورٹی اور ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کی جائے گی۔

استنبول وزارتی اجلاس میں وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے انفراسٹرکچر، زراعت، تعلیم، توانائی اور صحت کے شعبوں میں ترجیحی منصوبوں کے لئے پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے حصول کے پیش نظر پبلک، پرائیویٹ پارٹنرشپ کا تصور پیش کیا۔ اس کی پیروی میں 26 جنوری 2010ء کو دوبئی میں پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں FoDP اور دیگر ممالک کے چار سو سے زائد حکومتی اور کارپوریٹ نمائندوں نے شرکت کی۔ متحدہ عرب امارات کی میزبانی میں اس کانفرنس کی صدارت مشترکہ طور پر پاکستان اور امارات کے وزرائے خارجہ نے کی۔ کانفرنس میں پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کیلئے 80 سے زائد منصوبے پیش کئے گئے جن میں کارپوریٹ شعبے نے نمایاں دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس سال کے آخر میں اسلام آباد میں ایک اور پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کانفرنس کے انعقاد کا منصوبہ ہے۔

FoDP ممالک پاکستان کے ساتھ اس کی توانائی کی قلت کے مسئلے کو حل کرنے میں مدد کیلئے بھی رابطے میں ہیں۔ اس مقصد کیلئے توانائی کے شعبہ میں رپورٹ تیار



ستمبر 2009ء میں صدر آصف علی زرداری نیویارک میں "احباب جمہوری پاکستان" کے سربراہ اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں۔

کرنے اور لائحہ عمل کی سفارش کیلئے ایشیائی ترقیاتی بنک کے ساتھ FoDP انرجی ٹاسک فورس قائم کی گئی ہے۔ یہ رپورٹ جون 2010ء کے آخر تک تیار ہونے کی توقع ہے اور یہ جولائی 2010ء میں برسلز میں FoDP کے تیسرے وزارتی اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کی جائیگی۔

اسلامی ممالک

پاکستان نے عالمی سطح پر اسلامی امت کے مفادات کو پیش کرنے اور پاکستان کے اہم مفادات بالخصوص تنازعہ کشمیر پر تنظیم اسلامی کانفرنس (OIC) کی حمایت کو یقینی بنانے کے لئے اسلامی کانفرنس تنظیم کو زیادہ موثر اور فعال بنانے پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ، جنیوا میں انسانی حقوق اور انسانی مسائل پر اسلامی کانفرنس کے رابطہ کار کے طور پر کام جاری رکھا اور مختلف اداروں میں تنظیم کی نمائندگی کی۔

2007ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 62ویں اجلاس کے موقع پر پاکستان کی صدارت میں وزارتی سطح کے سالانہ رابطہ اجلاس اور ڈاکار (سینیگال) میں منعقدہ OIC کے گیارھویں سربراہ اجلاس کے حتمی اعلامیہ میں تنظیم کی طرف سے اقوام متحدہ کی متعلقہ قراردادوں کے مطابق جموں وکشمیر کے عوام کے جائز حق خود ارادیت کی حمایت کا اعادہ کیا گیا۔

پاکستان کی زیر صدارت 34 ویں CFM کے تحت سائنس وتکنیکی تعاون کے بارے میں تنظیم کی کمیٹی COMSTECH کا 13 ویں جنرل اسمبلی اجلاس اپریل 2008ء میں بلایا گیا تھا۔ اس اجلاس نے کامسٹیک سیکرٹریٹ کو خصوصی مرکز میں تبدیل کرنے کے لئے وزراء کے فیصلہ پر عمل کیا۔ مئی 2009ء میں دمشق میں وزرائے خارجہ کی او آئی سی کونسل کے 36 ویں اجلاس نے داخلی طور پر نقل مکانی کرنے والوں (IDPs) کے حوالے سے ایک قرارداد منظور کی جس میں IDPs کی صورتحال سے نمٹنے کے لئے پاکستان کی حکومت کی کوششوں میں ہاتھ بٹانے کے لئے تمام رکن ممالک پر زور دیا گیا۔

تنظیم کے سیکرٹری جنرل پروفیسر اکمل الدین احسان اوگلو نے 22 تا 24 مارچ 2010ء پاکستان کا دورہ کیا۔ صدر پاکستان نے 23 مارچ 2010ء کو انہیں "ہلال پاکستان" کا اعزاز عطا کیا۔ یہ باوقار اعزاز ان کو دنیا میں مسلم مقاصد کے فروغ بالخصوص کشمیر کاز کی حمایت میں قابل قدر کردار ادا کرنے اور ان کی شاندار خدمات کے اعتراف میں دیا گیا۔



جولائی 2008ء میں وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے سارک سربراہ اجلاس میں شرکت کی۔

علاقائی تعاون

پاکستان نے ٹھوس تجاویز پیش کرکے اور متعدد اجلاسوں کی میزبانی سے جنوبی ایشیائی تنظیم برائے علاقائی تعاون (SAARC) مضبوط بنانے میں فعال کردار ادا کیا۔ پاکستان نے مارچ 2009ء میں نئی دہلی میں جنوبی ایشیائی آزاد تجارت تنظیم (SAFTA) کی تیسری وزارتی کونسل میں شرکت کی جس نے خدمات میں تجارت کے بارے فریم ورک سمجھوتہ پر بات چیت شروع کرنے کے لئے ماہرین کا گروپ تشکیل دیا۔ 2,3 اگست 2008ء کو کولمبو میں منعقد ہونے والے سارک سربراہ اجلاس کے موقع پر روایتی اعلامیئے کے علاوہ سربراہ اجلاس نے پاکستان کی تجویز پر غذائی تحفظ کے بارے میں اعلان کولمبو بھی جاری کیا۔

پاکستان نے اقتصادی تعاون تنظیم (ECO) میں قائدانہ کردار جاری رکھا ہے۔ پاکستان نے اکتوبر 2007ء میں ہرات (افغانستان) میں منعقدہ ECO کی وزارتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کی جس میں دیگر فیصلوں کے علاوہ ECO سائنس فاؤنڈیشن کے چارٹر کے لئے اضافی پروٹوکول کی منظوری دی گئی۔ یہ فاؤنڈیشن پاکستان میں قائم کی جائے گی۔ پاکستان نے 2005ء کے زلزلہ کے دو سال پورے ہونے کے موقع پر ڈیزاسٹر رسک مینجمنٹ کے بارے میں ECO کی عالمی کانفرنس کی میزبانی بھی کی۔

صدر آصف علی زرداری نے مارچ 2009ء میں تہران میں 10 ویں ECO سربراہ اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ اسلام آباد، تہران، استنبول روٹ پر ECO کی آزمائشی کنٹینر ٹرین کا آغاز ایک اہم قدم ہے جو خطہ میں رابطے اور تجارت کے فروغ کے لئے عوامی حکومت کے وژن سے ہم آہنگ ہے۔ جون 2009ء میں پاکستان نے اسلام آباد میں ECO پوسٹل حکام کے پانچویں اجلاس کی میزبانی کی جس کے دوران پاکستانی پوسٹل سٹاف کالج کی ECO پوسٹل کالج کے طور پر نشاندہی کرنے پر اتفاق کیا گیا۔

صدرِ مملکت نے مئی 2009ء میں کیتھرائن برگ میں منعقد شنگھائی تعاون تنظیم (SCO) کے سربراہ اجلاس میں شرکت کی۔ اس موقع پر پاکستان، تاجکستان افغانستان سہ فریقی سربراہ اجلاس بھی منعقد ہوا۔ وزیراعظم نے اکتوبر 2009ء میں بیجنگ میں سربراہان حکومت کونسل اجلاس میں بھی شرکت کی۔ SCO تقریبات میں پاکستان کی فعال شرکت کا مقصد تنظیم میں ایک مکمل رکن کی حیثیت سے شمولیت کے اپنے مقصد کو تقویت دینا ہے جس کا اعتراف تنظیم نے بھی کیا۔ تنظیم کے سیکرٹری جنرل نے دسمبر 2009ء میں پاکستان کا پہلا سرکاری دورہ کیا۔

افغانستان

عوامی حکومت نے 2008ء میں اقتدار میں آنے کے بعد افغانستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو تبدیل کیا ہے۔ یہ تعلقات ایک دوسرے کی خودمختاری کے احترام، علاقائی سالمیت اور ایک دوسرے کے داخلی امور میں عدم مداخلت سے عبارت ہیں لہٰذا دونوں ممالک کے باہمی تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ بے اعتمادی کی فضاء جو ماضی میں موجود تھی، وہ اب بتدریج ختم ہو رہی ہے۔

2008-09ء کے دوران دونوں ممالک کے رہنماؤں نے بے مثال رابطہ رکھا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ 11 مرتبہ ملاقاتیں کیں۔ دونوں ممالک کی پارلیمان میں پارلیمانی فرینڈ شپ گروپ تشکیل دیئے گئے ہیں۔ وفاق ایوان ہائے چیمبر آف کامرس کے قیام کے لئے مفاہمت کی یادداشت پر حال ہی میں دستخط کئے گئے ہیں۔ افغان صدر حامد کرزئی نے صدر پاکستان کی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کے لئے ستمبر 2008ء میں پاکستان کا دورہ کیا اور وہ اس موقع پر موجود واحد سربراہ مملکت تھے۔



صدر آصف علی زرداری مارچ 2009ء کو تہران میں تنظیم اقتصادی تعاون (ECO) کے سربراہ اجلاس میں شریک ہیں۔

25نومبر 2008ء کو کابل میں پاک افغان مشترکہ اقتصادی تعاون کا 7واں اجلاس منعقد ہوا۔ 6,7 جنوری 2009ء کو افغان صدر کے دورے کے دوران دوطرفہ تعاون کی آئندہ جہتوں سے متعلق مشترکہ اعلامیہ پر وزیرخارجہ شاہ محمودقریشی اوران کے افغان ہم منصب ڈاکٹر رنگین دادفر سپانتا نے دستخط کئے۔

صدر حامد کرزئی نے مئی 2009ء میں بھی پاکستان کا دورہ کیا۔ اسلام آباد میں RECCA اجلاس کے موقع پر وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے ان کا خیر مقدم کیا۔

پاکستان نے 27,28 اکتوبر 2008ء کو اسلام آباد میں جرگہ گی کا پہلا اجلاس طلب کیا جو اگست 2007ء میں کابل میں پاک افغان گرینڈ جرگہ کے فیصلے کے مطابق تھا۔ اس جرگہ کا آئندہ اجلاس کابل میں 2 تا 4 مئی 2010ء کو ہونے والے افغان امن جرگہ کے بعد کابل میں ہی منعقد ہونے کی توقع ہے۔

دوطرفہ تناظر میں صدر آصف علی زرداری نے 6,7 جنوری 2009ء کو افغانستان کا پہلا دورہ کیا جس کے دوران دونوں ممالک نے دوطرفہ تعاون کی آئندہ جہتوں کے مشترکہ تاریخی اعلامیہ پر دستخط کئے۔ بعد ازاں صدر پاکستان نے 19 نومبر 2009ء کو کابل میں صدر کرزئی کی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کی۔ صدر حامد کرزئی نے 11,10 مارچ 2010ء کو پاکستان کا سرکاری دورہ کیا۔ دونوں ملکوں کے وزرائے خارجہ نے پاک افغان جامع تعاون میں آئندہ اقدامات کے مشترکہ اعلامیہ پر دستخط کئے۔ یہ اعلان دیگر امور کے علاوہ تجارت کو 2015ء تک 5 ارب ڈالر تک لے جانے، سلک روٹ سی ای او زفورم کے قیام، فوڈ بینک اور تعمیر نو کنسورشیم کا حامل ہے۔ دورے کے دوران دونوں ممالک نے تمام شعبوں میں تعلقات مضبوط بنانے کے لئے وسیع تر اقدامات پر بھی اتفاق کیا۔

2008-09ء کے دوران دوطرفہ تجارت 1.4 ارب ڈالر سے زائد تک پہنچ گئی۔ پاکستان نے افغانستان کی تعمیر نو کے لئے 300 ملین ڈالر سے زائد کا وعدہ کیا ہے۔ یہ رقم طورخم جلال آباد روڈ، نشتر کڈنی سنٹر جلال آباد، کابل میں جناح ہسپتال اور افغانستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں تعلیمی سہولیات جیسے منصوبوں پر خرچ کی جا رہی ہے۔ اسی نوعیت کے دیگر منصوبوں پر کافی پیش رفت ہوئی ہے جبکہ ان میں سے بعض منصوبے تکمیل کے قریب ہیں۔

پاکستان نے آئندہ 5 برسوں پر محیط وعدہ کردہ 300 ملین ڈالر کی رقم میں سے افغان طالب علموں کو ایک ہزار وظائف کی پیشکش کی ہے۔ یہ پروگرام



صدر آصف علی زرداری دورے پر آئے ہوئے افغان صدر حامد کرزئی کے ساتھ۔

150 طالب علموں کے پہلے گروپ کے ساتھ خزاں سمسٹر 2009ء میں شروع کیا گیا۔ مارچ 2010ء کو صدر کرزئی کے دورہ پاکستان کے دوران وظائف کی تعداد دوگنا کر کے 2 ہزار کردی گئی۔ پی آئی اے نے اپنی ہفتہ وار پروازوں کی تعداد 2 سے بڑھا کر 5 کردی۔ ایک نجی افغان ایئر لائن "کے اے ایم" نے پاکستان کے لئے اپنی پروازوں کا آغاز کیا۔ افغان کمپنی "صفی ایئر لائن" اور پاکستان کی "شاہین ایئر لائنز" بھی مستقبل قریب میں دونوں ممالک کے درمیان پروازیں شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

چین

عوامی حکومت نے چین کے ساتھ پاکستان کے کثیر الجہتی تعلقات کو نئی بلندیوں سے روشناس کرنے کے لئے مسلسل کوششیں کی ہیں۔ تمام شعبوں میں دوطرفہ تعاون کے ساتھ پاکستان کے چین سے شاندار تعلقات استوار ہیں۔ حکومت کی بنیادی توجہ اقتصادی تعاون کو مستحکم کرنے پر مرکوز رہی ہے۔ چینی کمپنیاں پاکستان میں قومی اہمیت کے مختلف منصوبوں میں شامل ہیں۔ سدابہار پاک چین دوستی نے وسیع تر اہمیت حاصل کر رکھی ہے۔ صدر آصف علی زرداری اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے چینی قیادت کی دعوت پر کئی مرتبہ چین کا دورہ کیا ہے۔ اکتوبر 2008ء اور فروری 2009ء کے دوران صدر آصف علی زرداری کے دوروں میں



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی دورہ چین کے دوران چینی صدر ہو جن تاؤ کے ساتھ مصافحہ کر رہے ہیں۔

مفاہمت کی تقریباً 20 یادداشتوں اور معاہدوں پر دستخط ہوئے ہیں جو پاک چین پائیدار دوستی کو اجاگر کرتے ہیں۔ اعلیٰ سطح کے متعدد وفود کے تبادلے سے دفاع اور سلامتی سمیت تمام شعبوں میں آزمودہ دوستی کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔

چینی وزیر خارجہ یانگ جائی چی نے اپریل 25,26، 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا اور وزیر خارجہ سے ملاقات کی، وہ صدر، وزیراعظم، سپیکر قومی اسمبلی اور چیئرمین سینٹ سے بھی ملے۔ چینی نائب وزیر برائے ٹرانسپورٹ چوزویوآن نے 29 تا 31 مارچ 2010ء پاکستان کا دورہ کیا۔ نمائندہ خصوصی نائب وزیر خارجہ ہی یافئی نے 28 تا 30 دسمبر 2008ء پاکستان کا دورہ کیا۔ انہوں نے صدر، وزیراعظم، وزیر خارجہ، چیف آف آرمی سٹاف اور چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی سے ملاقات کی۔ نمائندہ خصوصی کا یہ دورہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی کو کم کرنے میں معاون رہا۔ چینی نائب وزیر خارجہ ووداوئی نے 17,16 نومبر 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا۔

صدر آصف علی زرداری نے چین کے سرکاری دوروں کے دوران چینی کمپنیوں کے سربراہان کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ یہ اقدام چینی کمپنیوں کے ساتھ قریبی پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے فروغ کے لئے ہے۔ صدر آصف علی زرداری پاک چین



15 ستمبر 2009ء۔ صدر آصف علی زرداری اور چینی صدر ہو جن تاؤ اول الذکر کے دورہ چین کے دوران گارڈ آف آنر کا معائنہ کر رہے ہیں۔

تعاون انتظامات پر عملدر آمد کے جائزہ کے لئے چین سے متعلق اعلیٰ سطح کی ٹاسک فورس کی باقاعدگی سے صدارت کرتے ہیں۔

وزیر خارجہ نے ستمبر 2008ء میں پاکستان میں کام کرنے والی چینی کمپنیوں کے نمائندوں کے ساتھ ملاقات کے دوران اقتصادی سفارت کاری اقدام کا آغاز کیا۔ وزیراعظم نے بیجنگ میں پاک چین فرینڈ شپ اینڈ کلچر سنٹر کے قیام کا اعلان کیا جس کا افتتاح 12 اکتوبر 2008ء میں دورہ چین کے دوران کیا گیا۔ پاکستان نے چین میں پاکستانی برادری کو بہتر قونصلر خدمات کی فراہمی کے لئے گوانگ ژو میں قونصل جنرل کا دفتر قائم کیا۔

اس وقت پاکستان میں چین کی معاونت سے 120 منصوبے جاری ہیں جن میں 7ہزار چینی کام کر رہے ہیں۔ چین میں تیار کی جانے والی 4ایف۔22پی فریگیٹس میں سے دوسری کو 31اکتوبر 2008ء کو شنگھائی میں ہوودونگ شپ یارڈ سے سمندر میں اتارا گیا۔

21فروری 2009ء کو پاکستان اور چین نے خدمات میں تجارت کے لئے آزاد تجارت معاہدہ (FTA) پر دستخط کئے جس کے بعد چین کے ساتھ ہمارا FTA زیادہ جامع ہوگیا ہے۔ دوطرفہ تجارت کا حجم 7ارب ڈالر سے تجاوز کر گیا ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی، پانی، کھیلوں، مالیات، تجارت، ثقافت، زراعت کے شعبوں میں مفاہمت کی 26یادداشتوں پر دستخط ہوئے ہیں۔ پاکستان سے 100رکنی نوجوانوں کا وفد مئی 2010ء میں چین کا دورہ کرے گا۔ سنگ ہوا یونیورسٹی، پیکنگ یونیورسٹی سمیت چین کے سکالرز اور دیگر شخصیات نے پاکستان کے دورے کئے ہیں۔

بیجنگ اولمپک مشعل ریلی کے لئے منتخب کئے گئے 22مقامات میں اسلام آباد کو بھی شامل کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک شاندار اور پُر وقار تقریب 16اپریل 2008ء کو اسلام آباد سپورٹس کمپلیکس میں منعقد ہوئی۔

بھارت

جامع مذاکرات کی بحالی کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان فضاء میں نمایاں بہتری آئی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان دوطرفہ تجارت 1.98ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔ پاکستان اور بھارت دونوں جامع مذاکراتی عمل میں شامل رہے ہیں۔ نئی دہلی میں 21جولائی 2008ء کو اعتماد سازی اقدامات سمیت امن و



مصر: 16جولائی۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی شرم الشیخ میں اپنے بھارتی ہم منصب من موہن سنگھ کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔

سلامتی اور جموں و کشمیر کے بارے خارجہ سیکرٹری کی سطح پر مذاکرات کے ساتھ جامع مذاکرات کا پانچواں دور ہوا۔ سری نگر، مظفرآباد اور پونچھ، راولاکوٹ شاہراہت پر لائن آف کنٹرول کے آر پار تجارت 21 اکتوبر 2008ء کو شروع ہوئی۔

پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے جون اور نومبر 2008ء میں دو مرتبہ بھارت کا دورہ کیا۔ 24، 25 نومبر 2008ء کو اسلام آباد میں پاکستان اور بھارت کے درمیان داخلہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات کے دوران نارکوٹکس ڈرگز/ سائیکو ٹراپک مواد اور مضر کیمیکلز کی غیر قانونی نقل و حرکت کی روک تھام اور ڈرگ کی طلب میں کمی کے بارے میں بھارت اور پاکستان کے درمیان مفاہمت کی یادداشت سے عمل کا آغاز ہوا۔

نومبر 2008ء میں ممبئی حملوں کے بعد بھارت نے جامع مذاکرات کو روک دیا۔ یہ افسوسناک امر ہے تاہم پاکستان نے ممبئی حملوں کی تحقیقات میں بھارت کو بھرپور تعاون فراہم کیا۔ خارجہ سیکرٹری نے 25 فروری 2010ء کو بھارتی خارجہ سیکرٹری کے ساتھ ملاقات کے لئے نئی دہلی کا دورہ کیا۔ انہوں نے بھارتی خارجہ سیکرٹری کے ساتھ تفصیلی تبادلہ خیال کے علاوہ قومی سلامتی کے مشیر شیو شنکر مینن اور وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا سے بھی ملاقات کی۔ پاکستان نے بھارت کو مستقبل کے رابطوں کے بارے میں روڈ میپ تجویز کیا ہے۔

جموں و کشمیر

پاکستان کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق تنازعہ کشمیر کے حل کے لئے بامعنی اقدامات اٹھانے کا خواہاں ہے۔ پاکستان کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے لئے ان کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت جاری رکھے گا۔ تمام اہم باہمی رابطوں کے دوران بھارت کے ساتھ جموں و کشمیر کا معاملہ اٹھایا گیا۔ دونوں ممالک نے کشمیر سے متعلق متعدد اعتماد سازی اقدامات پر اتفاق اور عمل کیا۔ 21 اکتوبر 2008ء سے لائن آف کنٹرول کے آر پار تجارت شروع ہوئی۔ آزاد کشمیر چیمبر آف کامرس کے وفد نے 9 تا 16 اکتوبر 2008ء بھارتی مقبوضہ کشمیر کا دورہ کیا جس کے نتیجہ میں فیڈریشن آف جموں و کشمیر چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کا قیام عمل میں آیا۔

عوامی حکومت نے قومی اور عالمی سطحوں پر کشمیر نصب العین کو اجاگر کرنے کے لئے مسلسل کوششیں کی ہیں۔ اس کا مطالبہ رہا ہے کہ بھارت کشمیری عوام کے انسانی حقوق کا احترام کرے۔ بھارتی سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں کشمیریوں کے انسانی



صدر آصف علی زرداری کل جماعتی حریت کانفرنس کی قیادت کے دورہ پاکستان کے دوران ان کے ساتھ ملاقات کے بعد اسلام آباد میں میڈیا سے گفتگو کر رہے ہیں۔

حقوق کی پامالی کو 5 فروری کو یوم یکجہتی اور 27 اکتوبر کو یوم سیاہ منانے کے علاوہ تنظیم اسلامی کانفرنس اور اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے اجلاسوں سمیت تمام اہم مواقع پر اجاگر کیا گیا۔

عوامی حکومت سمجھتی ہے کہ پاک بھارت مذاکراتی عمل میں کشمیری نمائندگان کو شامل کرنا ضروری ہے۔ پاکستان نے اپنی جانب سے کشمیری قیادت کے ساتھ رابطے استوار رکھے ہیں۔ مسئلہ کشمیر پر بھارت کے ساتھ ہر اہم ملاقات کے دوران حکومت نے کشمیری رہنماؤں کو اعتماد میں لے کر مشاورت کی۔ کل جماعتی حریت کانفرنس کی قیادت نے پاکستان کی جمہوری قیادت سے مشاورت کے لئے جون 2008ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ 4 ستمبر 2009ء کو وزیر خارجہ نے اسلام آباد میں آزاد کشمیر کی قیادت کے ساتھ مشاورت کی۔ فروری 2010ء میں نئی دہلی کے دورے کے دوران خارجہ سیکرٹری نے کشمیری رہنماؤں سے ملاقات کی اور ان کو بھارت کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کی صورت حال کے بارے میں آگاہ کیا۔

وسطی ایشیائی ریاستیں

عوامی حکومت نے وسطی اور مغربی ایشیاء میں تجارتی اور توانائی راہگزر کے قیام اور اسے تقویت دینے کے لئے نئے راستے تلاش کرنے پر توجہ مرکوز کی ہے۔ لہٰذا حکومت نے اس خطہ کے ممالک کے ساتھ دوطرفہ اور علاقائی سطح پر

تعلقات کوتقویت دی ہے۔

آذری پارلیمنٹ کے چیئر مین کی دعوت پر چیئر مین سینٹ نے جون 2008ء میں باکو کا دورہ کیا۔انہوں نے آذر بائیجان کی پارلیمنٹ کے قیام کی 90ویں سالگرہ میں بھی شرکت کی۔ جولائی 2008ء میں سینٹ کی مجلس قائمہ برائے خارجہ امور کے وفد نے باکو کا دورہ کیا۔ وفد نے باہمی دلچسپی کے امور پر آذری قیادت کے ساتھ مفید تبادلہ خیال کیا۔

قزاقستان نے مذاکرات کے لئے ایشیائی تعاون کے وزارتی اجلاس (16اکتوبر 2008ء)اور مسلم ومغربی ممالک کے وزرائے خارجہ کے فورم''مشترکہ دنیا:تنوع کے ذریعے ترقی''(17اکتوبر2008ء) کی میزبانی کی۔ وفاقی وزیر امور کشمیر و شمالی علاقہ جات قمر زمان کائرہ نے ان دونوں اجلاسوں میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ چیئر مین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی جنرل طارق مجید نے جولائی 2008ء کو ازبکستان کا دورہ کیا۔ اپریل 2009ء میں پاکستان، ازبکستان مشترکہ وزارتی کمیشن کا اجلاس بھی منعقد ہوا۔

صدر آصف علی زرداری نے جولائی 2009ء میں تاجکستان کا دورہ کیا جس کے دوران پاکستان، روس، افغانستان، تاجکستان چہار فریقی سر براہ اجلاس منعقد ہوا۔ دوطرفہ سطح پر پاکستان، تاجکستان مشترکہ وزارتی کمیشن کا چوتھا اجلاس جولائی 2009ءکو اسلام آباد میں ہوا۔ اپریل 2009ء میں ترکمانستان کی ہائیڈرو کاربن صلاحیتوں کا جائزہ لینے اور مشترکہ کوششوں کے ذریعے امکانات تلاش کرنے کے لئے ترکمانستان کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کئے گئے۔

ایران

ایرانی صدر محمود احمدی نژاد عوامی حکومت کی تشکیل کے بعد 28اپریل 2008ء کو پاکستان کا دورہ کرنے والے پہلے غیر ملکی سربراہ مملکت تھے۔ صدر آصف علی زرداری نے پہلے 10، 11مارچ 2009ء کو ایران کا دورہ کیا اور پھر 24 مئی 2009ء کو 10ویں ECO سربراہ اجلاس اور سہ فریقی سربراہ اجلاس منعقدہ تہران میں شرکت کی۔ 24 مئی 2009ء کو بین الحکومتی فریم ورک اعلامیہ پر دستخط کئے گئے۔ سپیکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے 3 تا 8 فروری 2010ء ایران کا سرکاری دورہ کیا۔

2009ء میں دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تجارتی حجم 1 ارب ڈالر سالانہ کے



صدر آصف علی زرداری اپنے دورہ ایران کے دوران ایرانی ہم منصب محمود احمدی نژاد کے ساتھ ملاقات کر رہے ہیں۔

قریب پہنچ گیا۔ دونوں ممالک کے درمیان ایران پاکستان گیس پائپ لائن کے بارے میں IGFD، گیس خرید و فروخت معاہدہ اور اس کے ذیلی معاہدوں پر دستخط کئے گئے۔ تمام دستاویزات پر شیڈول کے مطابق عمل ہوا تو اس منصوبے پر کام کا آغاز اسی سال شروع ہونے کی توقع ہے۔ جون 2009ء میں انٹر سٹیٹ گیس سسٹم آف پاکستان اور نیشنل ایرانی آئل کمپنی کے درمیان جی ایس پی اے پر دستخط کئے گئے جو ایک یادگار کامیابی ہے۔

یکم مارچ 2009ء کو پاکستان، ایران، ترکی سہ فریقی ECO وزارتی اجلاس کے دوران کئے گئے فیصلے کی پیروی میں 14 اگست 2009ء کو اسلام آباد، تہران استنبول کنٹینرٹرین کامیابی کے ساتھ آزمائشی طور پر شروع کی گئی۔ ایران نے FoDP فورم میں 330 ملین ڈالر کا وعدہ کیا ہے۔

ترکی

صدر آصف علی زرداری نے پاکستان، افغانستان اور ترکی کے مابین سہ فریقی سربراہ اجلاسوں میں شرکت کے لئے تین مرتبہ ترکی کا دورہ کیا۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے 28 اور 29 اکتوبر 2008ء کو ترکی کا دورہ کیا۔ وزیراعظم کی دعوت پر ترک وزیراعظم نے 25 اور 26 اکتوبر 2009ء کو پاکستان کا سرکاری دورہ کیا جس کے دوران اعلیٰ سطح کی تعاون کونسل قائم کی گئی۔ دونوں ممالک کے کاروباری افراد کی ویزہ سہولت سمیت مختلف شعبوں میں مفاہمت کی 4 یادداشتوں پر دستخط کئے گئے۔ اس دورے کے دوران پہلے ترکی CEOs فورم کا اہتمام کیا گیا۔ عوامی حکومت کی تشکیل کے بعد ترک وزیر خارجہ علی بابا جان 18 اپریل 2008ء کو پاکستان کا دورہ کرنے والے پہلے غیر ملکی وزیر خارجہ تھے۔

ترک صدر نے صدر مملکت کی دعوت پر مارچ 2010ء میں پاکستان کا دورہ کیا جس کے دوران منصوبہ بندی، زراعت اور سرمایہ کاری کے شعبوں میں تعاون کے بارے میں مفاہمت کی 3 یادداشتوں پر دستخط کئے گئے۔ اسلام آباد اور لاہور میں بھی دو CEOs فورم کا انعقاد کیا گیا۔ پاکستان نے اکتوبر 2009ء میں پاک ترک مشترکہ وزارتی کمیٹی کے 13 ویں اجلاس کی اسلام آباد میں میزبانی کی۔ یہ اجلاس 7 سال کے وقفے کے بعد ہوا تھا۔ اس میں 2012ء تک دوطرفہ تجارتی حجم 2 ارب ڈالر تک بڑھانے اور ترجیحی تجارتی انتظامات پر بات چیت شروع کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ ترکی FoDP فورم کا فعال رکن ہے اور اس نے 100 ملین ڈالر کا وعدہ کیا ہے جس میں سے 10 ملین ڈالر بجٹ سپورٹ کے طور پر دے دیئے گئے



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی اور ترک وزیراعظم رجب طیب اردوان اول الذکر کے دورہ ترکی کے دوران پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔

ہیں اور بقیہ رقم منصوبہ جاتی تعاون کے لئے دی جائیگی۔

سعودی عرب، مشرقِ وسطیٰ، خلیج اور مغرب

پاکستان، سعودی عرب اور مشرقِ وسطیٰ، خلیج اور مغرب خطوں کے ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ یہ تعلقات بنیادی طور پر مذہبی اور ثقافتی رشتوں پر استوار ہیں اور آزمائش کی ہر گھڑی پر پورے اترے ہیں۔ پاکستان، مشرق وسطیٰ تعلقات 10-2008ء کے دوران اعلیٰ سطح کے دوطرفہ دوروں اور تکنیکی سطح کی مشاورت کے ذریعے مزید گہرے ہوئے ہیں۔

صدر آصف علی زرداری نے 4،5 نومبر 2008ء کو سعودی عرب کا دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے اعلیٰ سطح کے وفد کے ہمراہ 6 تا 8 جون 2008ء کو سعودی عرب کا دورہ کیا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے 25 تا 27 اگست 2008ء سعودی عرب کا دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے سعودی وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل سے ملاقات کی۔

سعودی عرب نے بجٹ معاونت کی مد میں مارچ 2008ء میں 300 ملین ڈالر کی گرانٹ دی اور FoDP کے تحت ٹوکیو کانفرنس میں 700 ملین ڈالر کا وعدہ کیا۔ اس میں سے 200 ملین ڈالر بجٹ معاونت اور 100 ملین ڈالر یوریا کی درآمد

کے لئے برآمدی قرضہ سہولت کے طور پر وقف کئے گئے جبکہ 300 ملین ڈالر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کئے جائیں گے۔

سعودی عرب نے مالاکنڈ ڈویژن میں IDPs کے لئے 100 ملین ڈالر کی منظوری دی ہے۔ یہ رقم عالمی اداروں کے ذریعے خرچ کی جائے گی۔ اس نے گولان گول ہائیڈرو پاور پراجیکٹ اور نیلم جہلم ہائیڈرو پاور پراجیکٹ کی تعمیر کے لئے بھی مالی معاونت دی ہے اور فروری 2010ء میں 1000 پاکستانی ماہرین/ ریذیڈنٹ ڈاکٹروں کو بھرتی کیا۔

دونوں ممالک کی دو طرفہ سالانہ تجارت 5.7 ارب ڈالر کے قریب ہے جو 2008ء سے 50 فیصد اضافہ کو ظاہر کرتا ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب نے اکتوبر 2008ء میں ریاض اور جدہ میں 2 سرمایہ کاری کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ 7 اور 8 ستمبر 2008ء کو ریاض میں پاک خلیج تعاون کونسل آزاد تجارت معاہدہ کے دوسرے دور کا انعقاد ہوا۔

سعودی عرب نے سوات اور مالاکنڈ کے IDPs کے لئے امدادی اشیاء پر مشتمل 5 خصوصی طیارے بھیجے اور اس نے اپریل 2009ء میں ٹوکیو میں FoDP کے اجلاس میں 700 ملین ڈالر کے عطیہ کا وعدہ کیا۔

متحدہ عرب امارات کے ساتھ پاکستان کے برادرانہ تعلقات 10-2008ء میں بھی فروغ پذیر رہے اور اعلیٰ سطح کے وفود کا تبادلہ جاری رہا۔ صدر آصف علی زرداری نے 25,24 نومبر 2008ء کو امارات کا سرکاری دورہ کیا۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے جولائی 2008ء میں امارات کا دورہ کیا۔ امارات کے وزیر خارجہ شیخ عبداللہ بن زید النہیان نے 25,24 جولائی 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا۔ امارات نے FoDP کی تشکیل میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ وزیر خارجہ شیخ عبداللہ بن زید النہیان نے 26 ستمبر 2008ء کو نیویارک میں FoDP کے پہلے اجلاس میں شرکت کی۔ انہوں نے 11 دسمبر 2008ء کو دوبارہ پاکستان کا دورہ کیا۔

امارات نے اپریل 2009ء میں ٹوکیو میں FoDP کانفرنس میں 2 پاور پلانٹس (320 میگاواٹ کی گنجائش) کا تحفہ اور 300 ملین ڈالر کا عطیہ دینے کا وعدہ کیا اور سوات اور مالاکنڈ کے نقل مکانی کرنے والے افراد کے لئے 3 ملین ڈالر مالیت کی امداد بھی دی۔

کویت فنڈ برائے عرب اقتصادی ترقی نے نیلم جہلم ہائیڈرو پاور پراجیکٹ کے



صدر آصف علی زرداری ملاقات کے لئے صدارتی محل میں آمد پر سعودی عرب کے شاہ عبداللہ کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کر رہے ہیں۔

لئے سرمایہ کی فراہمی کے سلسلہ میں اسلام آباد میں نومبر 2008ء ڈونرز کانفرنس میں شرکت کی۔

اومان کے وزیر خارجہ یوسف علاوی بن عبداللہ نے ممبئی دہشت گرد حملوں کے تناظر میں 5,4 دسمبر 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے وزیراعظم اور وزیر خارجہ سے ملاقات کی۔

قطر کے وزیر محنت وسماجی امور ڈاکٹر سلطان بن حسن بن مبارک نے 4,3 مئی 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا جس کے دوران قطر میں پاکستان مین پاور ایمپلائمنٹ کی آرگنائزیشن سے متعلق معاہدے کے اضافی پروٹوکول پر دستخط کئے گئے۔

بحرین کے نیشنل گارڈز کے کمانڈر میجر جنرل محمد بن عیسیٰ سلمان الخلیفہ نے مئی اور ستمبر 2008ء میں پاکستان کا دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے صدر اور وزیراعظم کے ساتھ ملاقات کی۔ انہوں نے دوبارہ فروری 2009ء میں پاکستان کا دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے وزیراعظم سے ملاقات کی۔

صدر آصف علی زرداری نے جنوری 2010ء میں شام کا دورہ کیا۔ وزیر مملکت برائے امور خارجہ نے تنظیم اسلامی کانفرنس میں شرکت کیلئے شام کا دورہ کیا۔

فلسطین کے صدر محمود عباس نے فروری 2010ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔

صدر آصف علی زرداری نے اپریل، مئی 2009ء میں لیبیا کا دورہ کیا۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے الفتح انقلاب کی 40ویں سالگرہ کے موقع پر پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ستمبر 2009ء میں لیبیا کا دورہ کیا۔ لیبیا کے صدر قذافی کے خصوصی نمائندے نے نومبر 2009ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ پاکستان نے جنوری 2010ء میں تریپولی میں سنگل کنٹری نمائش کا اہتمام کیا۔

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے مصر کے وزیراعظم کی دعوت پر مشرق وسطیٰ کے بارے میں عالمی اقتصادی فورم میں شرکت کے لئے 18 تا 20 مئی 2009ء مصر کا دورہ کیا۔ اس موقع پر وزیراعظم نے مصری صدر اور وزیراعظم سے ملاقات کی اور دوطرفہ تعلقات کی موجودہ سطح کو مزید فروغ دینے پر تبادلہ خیال کیا۔ وزیر مملکت برائے خارجہ امور نے 24، 25 نومبر 2008ء کو قاہرہ کا دورہ کیا۔ اپنے قیام کے دوران انہوں نے مصری وزیر خارجہ اور عرب ریاستوں کی لیگ کے سیکرٹری جنرل سے بھی ملاقات کی۔ مصر کے وزیر خارجہ کے نمائندہ خصوصی محمد الجور کانی نے مئی



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی شرم الشیخ میں سلطنت بحرین کے ولی عہد اور ڈپٹی سپریم کمانڈر سلمان بن حماد الخلیفہ سے محو گفتگو ہیں۔

2009ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ اپریل 2009ء میں دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ سیاسی مشاورت ہوئی۔ پاک مصر مشترکہ وزارتی کمیشن کا تیسرا اجلاس مئی 2010ء میں منعقد ہوگا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

2008-10ء کے دوران پاک امریکہ تعلقات وسعت پذیر رہے اور دونوں ممالک مختلف شعبوں میں قریبی تعاون کے لئے مصروف عمل رہے۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے شرم الشیخ مصر میں مشرق وسطیٰ کے بارے میں عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس کے دوران 18 مئی 2008ء کو صدر جارج ڈبلیو بش کے ساتھ ملاقات کی۔ صدر بش نے عوامی حکومت کے لئے امریکی حمایت اور غذائی وتوانائی تحفظ کے شعبوں سمیت اقتصادی اور معاشی شعبوں میں پاکستان کی معاونت کا وعدہ کیا۔

وزیراعظم نے 28 تا 30 جولائی 2008ء کو واشنگٹن کا دورہ کیا۔ نومبر 2008ء میں امریکی انتخابات کے نتیجہ میں صدر براک اوبامہ کی قیادت میں جنوری 2009ء میں نئی انتظامیہ نے اقتدار سنبھالا۔ پاکستان نے صدر اوبامہ کے انتخاب کا خیر مقدم کیا اور نئی امریکی انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے اپنی آمادگی کا اظہار کیا۔

صدر آصف علی زرداری نے ستمبر 2008ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 63 ویں اجلاس میں شرکت کے لئے نیویارک کا دورہ کیا۔ انہوں نے UNGA کے

بین العقیدہ مکالمہ میں شرکت کے لئے نومبر 2008ء میں دوبارہ نیویارک کا دورہ کیا۔ انہوں نے افغان، پاکستان امریکہ سہ فریقی سربراہ اجلاس میں شرکت کے لئے مئی 2009ء میں واشنگٹن کا دورہ کیا۔ اپنا منصب سنبھالنے کے بعد وزیراعظم نے 27 تا 30 جولائی 2008ء امریکہ کا پہلا دورہ کیا۔

دونوں ممالک کے درمیان قریبی روابط استوار ہوئے ہیں جو 09-2008ء کے دوران ہونے والے اعلیٰ سطح کے دوروں سے عیاں ہے۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے فروری 2009ء میں واشنگٹن کا دورہ کیا جس میں افغانستان، پاکستان کی پالیسیوں کے امریکی سٹریٹجک جائزہ کے حوالہ سے انٹرایجنسی ٹاسک فورس برائے پالیسی آراء تشکیل پائی۔ پاکستان اور افغانستان کے بارے میں امریکہ کے نمائندہ خصوصی، رچرڈ ہالبروک نے 9 تا 12 جنوری 2009ء پاکستان کا دورہ کیا۔ منتخب نائب صدر جوزف بائیڈن نے بھی 9 جنوری 2009ء کو پاکستان کا دورہ کیا۔

اقتدار سنبھالنے کے فوری بعد صدر اوباما نے 22 جنوری 2009ء کو رچرڈ ہالبروک کو افغانستان اور پاکستان کے لئے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے تعینات کیا۔ انہیں نئی امریکی حکمت عملی وضع اور اس پر عمل درآمد کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

خطہ کے لئے امریکہ کی نئی حکمت عملی جو رچرڈ ہالبروک اور بروس ریڈل کی سربراہی میں وضع کی گئی تھی، کا اعلان 27 مارچ 2009ء کو کیا گیا۔ نئی پالیسی میں اوباما انتظامیہ نے پاکستان کے لئے نہ صرف عسکری شعبہ بلکہ اقتصادی اور ترقی کے پہلوؤں کو بھی یکساں طور پر اہمیت دی۔

عوامی حکومت نے امریکہ کے ساتھ تعلقات کو وسعت اور گہرائی دی۔ مارچ 2008ء سے دونوں ملکوں کے تعلقات کی فضا میں نمایاں فرق مشاہدہ کیا گیا۔ عوام کی حکومت نے افغانستان اور پاکستان کے بارے میں صدر اوباما کی پالیسی کے جائزہ کے حوالہ سے اپنا موقف پرزور انداز میں پیش کیا۔ اس نے امریکہ کو کامیابی سے باور کرایا کہ دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف جنگ جیتنے کے لئے عسکری ہی نہیں بلکہ اقتصادی اور ترقیاتی پہلوؤں کو بھی یکساں اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ عوامی حکومت نے بھرپور انداز میں اس امر کا اعادہ کیا کہ ڈرون حملے منفی اثرات کے حامل ہیں اور ان سے پاکستان میں امریکہ مخالف جذبات پیدا ہوئے ہیں۔ پاکستان نے ڈرون ٹیکنالوجی طلب کی۔ پاکستان امریکہ سے یہ بھی اصرار کرتا رہا ہے کہ خطہ میں پائیدار امن تنازعہ کشمیر کو حل کرکے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔



صدر آصف علی زرداری اپنے دورہ امریکہ کے دوران امریکی صدر بارک اوباما کے ساتھ۔

اعلیٰ سطح کے دوطرفہ رابطوں سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہماری کوششوں کے بارے میں امریکی حلقوں میں پائی جانے والی غلط فہمیاں دور کرنے میں مدد ملی ہے۔ کیری لوگر بل کے تحت پانچ برسوں کیلئے 7.5 بلین ڈالر اقتصادی امداد کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ دوطرفہ تعلقات مثبت سمت میں بڑھے ہیں۔ وزارتی سطح پر سٹریٹجک ڈائیلاگ کا حالیہ دور اس تبدیلی کا آئینہ دار ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں امریکہ سے کئی وفود پاکستان آئے اور پاکستان سے بھی کئی وفود امریکہ گئے۔ صدر، وزیراعظم اور وزیر خارجہ کے امریکہ کے دورے پاکستان کا نقطہ نظر بہتر طور پر سمجھانے میں معاون رہے ہیں۔ پاکستان اور افغانستان کے لیےامریکی نمائندہ خصوصی رچرڈ ہالبروک نے جنوری 2009ء میں اپنی تقرری کے بعد سے 9 مرتبہ پاکستان کا دورہ کیا جبکہ 2008ء سے کانگریس کے تقریباً 47 وفود نے پاکستان کا دورہ کیا ہے۔ اعلیٰ سطح کی قیادت کے علاوہ ارکان پارلیمنٹ اور دیگر حکام نے بھی امریکہ کا دورہ کیا جبکہ عسکری قیادت کے دوروں نے بہتر افہام وتفہیم اور تعاون کے فروغ میں مدد دی۔

''سٹریٹجک ڈائیلاگ'' 2006ء میں قائم ہوا تھا۔ تاہم اب اس کو وسیع البنیاد کرتے ہوئے اس میں مزید شعبوں کا اضافہ کیا گیا ہے جو اب معیشت، تجارت، توانائی، دفاع، سلامتی، سٹریٹجک استحکام اور جوہری عدم پھیلاؤ، قانون کے نفاذ اور



28 جولائی 2008: وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی وائٹ ہاؤس، واشنگٹن ڈی سی میں اس وقت کے صدر جارج ڈبلیو بش سے ملاقات کرتے ہوئے



12 اپریل 2010: وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی واشنگٹن، ڈی سی میں منعقدہ نیوکلیئر سکیورٹی سمٹ کے موقع پر امریکی صدر باراک اوبامہ سے ملاقات کرتے ہوئے

انسداد دہشت گردی، سائنس و ٹیکنالوجی، تعلیم، زراعت، پانی، صحت، مواصلات اور عوامی سفارتکاری پر مبنی ہے۔ اس ضمن میں شعبہ جاتی اجلاس آئندہ چند ماہ میں پاکستان میں منعقد ہوگا۔ امریکہ اور پاکستان کے مابین پالیسی راہنما گروپ قائم کیا گیا ہے جو پاکستان کے خارجہ سیکرٹری اور امریکہ کی طرف سے افغانستان اور پاکستان کیلئے نمائندہ خصوصی کی سربراہی میں ہوگا اور یہ شعبہ جاتی رابطوں میں پالیسی گائیڈ لائن اور نگرانی کیلئے سال میں دو مرتبہ اجلاس کرے گا۔

مارچ 2010ء میں واشنگٹن میں منعقدہ "سٹریٹجک ڈائیلاگ" اجلاس کی ایک اہم کامیابی پاکستان کے اقتصادی و سماجی مسائل پر قابو پانے کیلئے امریکی تکنیکی اور اقتصادی معاونت کی یقین دہانی حاصل کرنا تھا۔ عوامی حکومت پاکستان کی مصنوعات کیلئے وسیع تر مارکیٹ تک رسائی اور تعمیر نو مواقع زونز (ROZs) قانون سازی کو جلد حتمی شکل دینے کے حوالے سے امریکی یقین دہانی حاصل کرنے میں بھی کامیاب رہی۔

پاکستان میں سرمایہ کاری کو تیز کرنے کیلئے دوطرفہ سرمایہ کاری معاہدہ سے متعلق امور پر بات چیت کرنے پر بھی اتفاق کیا گیا۔ پہلی مرتبہ پاکستان میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اور ترقی میں اضافے کیلئے سرمایہ کاری فنڈ تشکیل دینے پر تبادلۂ خیال ہوا۔ عوامی حکومت امریکہ کو یہ باور کرانے میں کامیاب رہی کہ توانائی کی قلت پر قابو پانے اور توانائی کے شعبے میں وسیع اور جامع تعاون کیلئے پاکستان کی امداد کرنا بہت اہم ہے۔ سب سے بڑھ کر عوامی حکومت نے پاک امریکہ تعلقات میں سرکاری سے عوامی سطح کے رابطوں پر توجہ مبذول کی۔

عوامی حکومت نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی حراست اور مقدمہ چلانے کے کیس کو تمام سطحوں پر امریکی حکومت کے ساتھ پرزور انداز میں اٹھایا۔ مالی مشکلات کے باوجود حکومت نے ڈاکٹر عافیہ کا مقدمہ لڑنے کیلئے وکلائے صفائی کی خدمات کے حصول کیلئے 2 ملین ڈالر کی رقم ادا کی۔ حکومت نے گوانتاناموبے میں 5 پاکستانی قیدیوں کی تفصیلات حاصل کرنے کیلئے امریکی حکومت کے ساتھ فعال رابطہ کیا۔ مسلسل کوششوں کے نتیجہ میں بگرام ایئربیس میں اسیر 26 پاکستانیوں کے حوالے سے معلومات بھی امریکی حکام سے حاصل کی گئیں۔

برطانیہ

صدر آصف علی زرداری کے 13-14 مئی 2009ء کے برطانیہ کے دورے کے دوران پاک برطانیہ سٹریٹجک ڈائیلاگ کا قیام عمل میں آیا جو انسداد دہشت گردی،



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی دورہ برطانیہ کے دوران برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن سے ملاقات کر رہے ہیں۔

استحکام کے فروغ، غربت میں کمی، اور پائیدار اقتصادی ترقی سمیت کئی ترجیحی شعبوں پر توجہ مرکوز کرے گا۔ پاک برطانیہ ایجوکیشن ٹاسک فورس 8 دسمبر 2009ء کو قائم کی گئی جس کا مقصد تعلیمی شعبوں میں دوطرفہ تعاون کو فروغ دینا ہے۔ پاک برطانیہ فاؤنڈیشن بھی قیام کے مراحل طے کر رہا ہے۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کے دورہ لندن کے دوران پاکستان اور برطانیہ کے درمیان پہلا سربراہی سٹریٹجک ڈائیلاگ 3 دسمبر 2009ء کو منعقد ہوا۔ 9، 10 جنوری 2010ء کو برطانوی وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ کے دورہ پاکستان کے دوران دونوں ملکوں کے درمیان سٹریٹجک ڈائیلاگ کے طریقہ کار پر مزید تبادلہ خیال ہوا۔ 2008ء میں پاکستان میں عوامی حکومت کے قیام کے بعد ڈیوڈ ملی بینڈ کا یہ پانچواں دورہ تھا۔

صدر آصف علی زرداری نے 28 فروری 2010ء کو لندن کا دورہ کیا۔ صدر نے برطانیہ میں مقیم پاکستانیوں اور خاص طور پر طلباء کیلئے ویزوں سے متعلق معاملات اٹھائے۔ برطانیہ نے 2009-13ء کی مدت میں پاکستان کے لئے 665 ملین پاؤنڈ کی ترقیاتی امداد کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ برطانوی وزیراعظم نے خیبر پختونخواہ اور قبائلی علاقہ جات میں فوجی آپریشن سے متاثرہ IDPs کے لئے 12 ملین پاؤنڈ امداد کا وعدہ کیا جبکہ مجموعی وعدہ 22 ملین پاؤنڈ کا ہے۔ برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن نے صدر آصف علی زرداری اور امریکی صدر براک اوباما کے ہمراہ

نیویارک میں 24 ستمبر 2009ء کو FoDP فورم کے پہلے سربراہ اجلاس کی مشترکہ صدارت بھی کی۔

فرانس

فرانس کے وزیرخارجہ نے سابق وزیراعظم محترمہ بےنظیر بھٹوشہید کوخراج عقیدت پیش کرنے کے لئے صدر نکولس سرکوزی کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے جنوری 2008ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ وزیرخارجہ شاہ محمود قریشی نے جون 2008ء میں افغانستان کے بارے میں کانفرنس میں شرکت کرنے اور دوبارہ دسمبر 2009ء میں افغانستان اوراس کے ہمسایہ ممالک کے بارے میں غیررسمی وزارتی کانفرنس میں شرکت کے لئے فرانس کا دورہ کیا۔ صدر آصف علی زرداری نے 14 تا 16 مئی 2009ء فرانس کا دورہ کیا۔ صدر سرکوزی کے ساتھ ان کی ملاقات میں سیاسی، اقتصادی اور سلامتی تعاون کو وسعت دینے پر اتفاق کیا گیا۔

سپیکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے اپنے ہم منصب کی دعوت پر دسمبر 2009ء میں پارلیمانی وفد کی قیادت کرتے ہوئے فرانس کا دورہ کیا۔ وزیرمملکت برائے اقتصادی امور حنا ربانی کھر کے جنوری 2010ء میں فرانس کے دورے کے دوران مشترکہ اعلامیہ برائے اقتصادی تعاون کو حتمی شکل دی گئی جس پر جلد دستخط متوقع ہیں۔

فرانس نے سوات کے IDPs کے لئے 12.3 ملین یورو کا حصہ ڈالا۔ پاکستان اور فرانس نے 11 دسمبر 2009ء کو ایک پروٹوکول پر دستخط کئے جس کے تحت فرانس لاہور میں واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ کی تعمیر کے لئے 70 ملین یورو کا قرضہ مہیا کرے گا۔ اسلام آباد کو فراہمی آب اور فیصل آباد میں صفائی کے انفراسٹرکچر کی تعمیر کے 2 منصوبوں کے بارے میں بھی بات چیت جاری ہے۔

جرمنی

جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے 24 اکتوبر 2008ء کو بیجنگ میں ایشیا، یورپ سربراہ اجلاس (ASEM) کے موقع پر وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی سے ملاقات کی۔ وزیرخارجہ شاہ محمود قریشی نے میونخ سکیورٹی کانفرنس (3 تا 8 فروری 2009ء) کے موقع پر جرمن وزیرخارجہ سے ملاقات کی۔ وزیرخارجہ اور وائس چانسلر نے 28 اکتوبر 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا اور دوطرفہ وعلاقائی امور پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی اور جرمن چانسلر انجیلا مرکل اول الذکر کے دورہ جرمنی کے دوران پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔

سفارتی تحرک کی بحالی

جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے جون 2009ء میں برسلز میں EU سربراہ اجلاس کے موقع پر صدر آصف زرداری سے ملاقات میں پاکستان کے لئے اپنی حمایت کا اظہار کیا اور یورپی کمیشن کے ساتھ پاکستان کے لئے وسیع تر مارکیٹ تک رسائی کے معاملہ کی پیروی کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے 30 نومبر تا 2 دسمبر 2009ء وفاقی جمہوریہ جرمنی کا سرکاری دورہ کیا۔ وزیر اعظم کے دورے سے مختلف شعبوں خاص طور پر معیشت، تجارت اور سرمایہ کاری کے میدان میں دوطرفہ تعلقات آگے بڑھانے کا موقع ملا۔ وزیر اعظم نے پاکستان جرمن دوطرفہ سرمایہ کاری معاہدہ پر دستخط کی 50 سالہ تقریبات کے سلسلہ میں سرمایہ کاری کانفرنس سے خطاب کیا۔ چانسلر انجیلا مرکل نے پاکستان کی تزویراتی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے وزراء خارجہ کی سطح پر سٹریٹجک ڈائیلاگ کے قیام کی پاکستانی تجویز سے اتفاق کیا۔ وزیر اعظم کے دورہ کے دوران ایک نئے دوطرفہ سرمایہ کاری معاہدے پر دستخط کئے گئے جس نے 1959ء کے پرانے دوطرفہ معاہدے کی جگہ لی۔ نئے معاہدے نے دوطرفہ اقتصادی تعلقات میں نیا باب کھولا ہے۔ جرمن حکومت نے پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے والی کمپنیوں کے لئے سرمایہ کاری ضمانتیں فراہم کرنا شروع کر دی ہیں۔ جرمنی نے پاکستان کے لئے ترقیاتی امداد 64 ملین یورو سے بڑھا کر 125 ملین یورو کر دی ہے۔

وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے 45ویں میونخ سکیورٹی کانفرنس میں شرکت کے لئے 6 تا 8 فروری 2009ء میونخ کا دورہ کیا۔ وزیر مملکت نے فروری 2010ء میں 46ویں میونخ سکیورٹی کانفرنس میں شرکت کی۔ وزیر خارجہ نے پاکستان، جرمن پارٹنرشپ کا روڈ میپ وزیر خارجہ سٹیمر کے 28 اکتوبر 2008ء کے دورۂ اسلام آباد کے دوران ان کے حوالے کیا۔ جرمنی کی جانب سے اس دستاویز کا مثبت جواب ملا اور جرمن حکام نے اس کو بہترین عملی دستاویز قرار دیا جس سے پاکستان کی دلچسپی کے شعبوں پر توجہ مرکوز کرنے اور دوطرفہ تعاون کو آگے بڑھانے میں مدد ملے گی۔

اٹلی

صدر آصف علی زرداری نے 28 ستمبر تا یکم اکتوبر 2009ء اٹلی کا دورہ کیا جس کے دوران دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعاون کے شعبہ میں مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کئے گئے۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران پاکستان اور اٹلی کے درمیان دوطرفہ تعلقات کو فروغ ملا۔ عالمی امور میں دونوں ممالک کی پارٹنرشپ اور



صدر آصف علی زرداری اور اطالوی وزیر اعظم سلویو برلسکونی اول الذکر کے دورہ اٹلی کے دوران گارڈ آف آنر کا معائنہ کر رہے ہیں۔

اقتصادی سرگرمیوں میں اضافہ سے باہمی تعلقات کو تقویت ملی۔

اٹلی زیتون کے تیل کے شعبہ میں شجرکاری اور تیل کی پیداوار میں پاکستان کے ساتھ اپنی مہارت کا تبادلہ کر رہا ہے۔ ثقافتی شعبہ میں اس نے ملتان کے قدیم شہر میں اہم ترقیاتی اقدامات اٹھائے ہیں۔ اس ضمن میں ملتان اور روم کو جڑواں شہر قرار دینے کی تجویز زیر غور ہے۔ اٹلی، برطانیہ اور جرمنی کے بعد یورپ میں پاکستان کی تیسری بڑی مارکیٹ ہے۔ اٹلی کے وزیر اعظم کو پاکستان کے دورے کی دعوت دی گئی ہے۔

روس

2008ء میں عوامی حکومت کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سے پاکستان اور روس کے درمیان تعلقات میں نمایاں بہتری آئی ہے۔ کئی امور پر یکساں دلچسپی پائی جاتی



صدر آصف علی زرداری روس کے صدر دمتری میدویدف کے ساتھ ملاقات کر رہے ہیں۔

ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ اور افغانستان میں استحکام کی خواہش نے دونوں ممالک کے درمیان تعاون کو فروغ دیا ہے۔ تیل و گیس کے شعبہ، ریلوے، فوجی فرٹیلائزر اور AZOT کیمیکلز کے درمیان کھاد کے شعبہ میں تعاون کی کوششوں کو تقویت حاصل ہوئی ہے۔

یکم مئی 2008ء کو پاک روس دوطرفہ تعلقات کی 60ویں سالگرہ منائی گئی۔ گزشتہ ایک سال کے دوران دونوں ممالک کی قیادت کے درمیان اعلیٰ سطح پر رابطوں نے دوطرفہ تعلقات کو تقویت دی ہے۔ صدر آصف علی زرداری نے اپنے روسی ہم منصب کے ساتھ جون 2009ء کو کیتھرائن برگ میں شنگھائی تعاون تنظیم کے سربراہ اجلاس کے موقع پر اور بعدازاں دوشنبے میں چہار فریقی سربراہ اجلاس میں ملاقات کی۔ وزیراعظم نے اکتوبر 2009ء میں بیجنگ میں شنگھائی تعاون تنظیم کے سربراہانِ حکومت کے اجلاس اور جنوری 2009ء میں ڈیووس میں عالمی اقتصادی فورم میں روسی وزیراعظم پیوٹن کے ساتھ ملاقات کی۔ وزیرخارجہ نے شنگھائی تعاون تنظیم کے زیراہتمام افغانستان کے بارے میں کانفرنس میں شرکت کے لئے 27 مارچ 2009ء کو ماسکو کا دورہ کیا اور روسی ہم منصب کے ساتھ دوطرفہ ملاقات بھی کی۔ تزویراتی استحکام کے بارے میں مشاورت کا پانچواں دور اور انسداد دہشت گردی کے بارے میں مشترکہ ورکنگ گروپ کا چوتھا دور 2009ء میں ماسکو میں منعقد ہوا۔

جاپان

صدر آصف علی زرداری نے جاپان کے وزیراعظم تارو آسو کے ہمراہ FoDP اور ڈونر کانفرنس کے اجلاس کی مشترکہ صدارت کے لئے 16، 17 اپریل کو ٹوکیو کا دورہ کیا۔ جاپان نے نہ صرف اجلاس کے انعقاد کے لئے لاجسٹک سپورٹ فراہم کی بلکہ مالیاتی وسائل متحرک کرنے کے لئے معاون کوششیں بھی کیں۔

جاپان نے کانفرنس کے دوران 5 ارب ڈالر کے مجموعی وعدوں کے سلسلہ میں ایک ارب ڈالر کا وعدہ کیا۔ پاکستان کے ساتھ تعلقات کی اہمیت کے مدنظر وزیرخارجہ کاتسویا اوکادا نے اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد 11،12 اکتوبر 2009ء کو پاکستان کا اپنا پہلا بیرونی دورہ کیا۔ انہوں نے صدر اور وزیراعظم سے ملاقات اور وزیرخارجہ سے مذاکرات کئے جن میں اقتصادی اصلاحات اور ترقی کے میدان میں پاکستان



ٹوکیو میں مشترکہ پریس کانفرنس میں صدر آصف علی زرداری اور جاپانی وزیراعظم تارو آسو مصافحہ کر رہے ہیں۔

کی کوششوں کے لئے نئی جاپانی حکومت کی مسلسل حمایت کا اعادہ کیا گیا۔

جاپان کی حکومت نے 2009ء میں 5 ارب ین کی غیر منصوبہ جاتی گرانٹ فراہم کی۔ یہ امداد تیل، ادویات، کھاد، ٹریکٹر وغیرہ جیسی اشیاء اور مشینری کی درآمد کے لئے استعمال کی جائے گی۔ پاکستان میں جاپانی کمپنیوں اور کاروباری اداروں کے لئے خصوصی صنعتی زون کا قیام اگلے مرحلہ میں ہے۔ یہ اقدام پاکستان کی مینوفیکچرنگ اور صنعتی استعداد کار بڑھانے کے لئے عوامی حکومت کے وژن کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ حکومت جاپان نے IDPs کے لئے اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کو 33.5 ملین ڈالر کی امداد فراہم کی ہے۔

کینیڈا

افغانستان بارے امور میں کینیڈا کے ساتھ تعلقات میں اضافہ ہوا ہے۔ کینیڈا، پاکستان اور افغانستان کی بارڈر مینجمنٹ (دوبئی پراسیس) میں معاونت کر رہا ہے۔ پسماندہ سرحدی علاقوں کی ترقی کے لئے پاکستان کی ضروریات کے جواب میں کینیڈا نے ''افغانستان، پاکستانی سرحدی علاقہ خوشحالی اقدام'' اٹھانے پر اتفاق کیا ہے۔ کینیڈا کے عالمی ترقی کے ادارے (سیڈا) نے بھی پاکستان کے لئے اپنی امداد 2009ء میں 55 ملین کینیڈین ڈالر سے بڑھا کر 2010ء میں 66 ملین کینیڈین ڈالر کر دی ہے۔

یورپی یونین

2008-10ء کا عرصہ جمہوریت کی جانب کامیاب تبدیلی اور دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں کردار کی وجہ سے یورپی یونین کے ساتھ تعلقات کے حوالہ سے پاکستان کے لئے بہت نمایاں اور اہم رہا۔ پاکستان کے لئے سیاسی اور اقتصادی گنجائش بڑھانے کے لئے دوطرفہ سطح پر اور یورپی یونین میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے پاکستان کی توجہ یورپ میں اقتصادی سفارت کاری پر بھرپور مرکوز رہی۔

یورپی ممالک نے اقتصادی اور انسانی نقصانات کے حوالے سے دہشت گردی کے خلاف کوششوں میں پاکستان کی مشکلات کا ادراک کیا ہے لہٰذا یورپی دارالحکومتوں میں پاکستان کے لئے عزم اور حمایت پائی جاتی ہے۔ اب عوامی



صدر آصف علی زرداری برسلز میں یورپی یونین کے صدر دفاتر کا دورہ کر رہے ہیں۔



صدر آصف علی زرداری برسلز میں نیٹو ہیڈکوارٹرز میں نیٹو کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل کلاڈیو بوگیرو سے ملاقات کر رہے ہیں۔

حکومت یورپی یونین اور دیگر یورپی ممالک کے ساتھ تزویراتی تعاون کے اگلے مرحلہ میں ہے۔

پہلا یورپی یونین پاکستان سربراہ اجلاس 17 جون 2009ء کو برسلز میں منعقد ہوا۔ جمہوریہ چیک کے صدر واکلاو کلاس نے یورپی یونین اور صدر آصف علی زرداری نے پاکستان کی نمائندگی کی۔ سربراہ کانفرنس کے نتیجہ میں ترقی، تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی، سلامتی، انسداد دہشت گردی، جمہوریت کے استحکام، انسانی حقوق اور تجارت میں اضافہ کے مشترکہ عزم کے بارے میں تزویراتی مذاکرات کا آغاز کرکے باہمی رابطوں کو تقویت دینے کے لئے ٹھوس اقدامات پر اتفاق پایا گیا۔ یورپی یونین نے IDPs کے لئے 52 ملین یورو اور 72 ملین یورو کی انسانی ہمدردی امداد کا اعلان بھی کیا۔ دوسرا سربراہ اجلاس 21 اپریل 2010ء کو برسلز میں منعقد ہونا طے پایا ہے۔

پاکستان نے مختلف شعبوں میں پاک یورپی یونین تعاون کو وسعت دینے کے لئے 2008ء میں یورپی یونین کے سامنے روڈ میپ پیش کیا ہے جس کی یورپی یونین نے توثیق کی۔ اپریل 2009ء میں ٹوکیو ڈونرز کانفرنس میں یورپی یونین نے سماجی شعبہ کی ترقی کے لئے آئندہ چار برسوں میں 640 ملین ڈالر کے امدادی پیکج کا اعلان کیا۔ یورپی یونین نے حال ہی میں جولائی 2010ء میں برسلز میں آئندہ FoDP کا اجلاس منعقد کرنے بارے اپنے ارادے کا اعلان کیا ہے۔ یورپی یونین پاکستان کی مجموعی برآمدات کے 27 فیصد اور مجموعی درآمدات کے 17 فیصد کے ساتھ پاکستان کا واحد سب سے بڑا تجارتی پارٹنر ہے۔ اکتوبر 2008ء میں پاکستان نے دیگر آپشنز کے علاوہ GSP Plus سکیم میں شمولیت کے ذریعے وسیع تر مارکیٹ تک رسائی کی درخواست دی ہے۔

دولت مشترکہ

نومبر 2008ء میں پورٹ آف سپین میں منعقدہ دولت مشترکہ سربراہان حکومت سمٹ (CHOGM) میں پاکستان کی شرکت جمہوریت کی بحالی کے بعد دولت مشترکہ میں اس کی واپسی سے عبارت تھی۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے اس کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن (نیٹو)

''نیٹو'' کے ساتھ جاری بات چیت کے سلسلے میں متعدد دوطرفہ تبادلے ہوئے ہیں۔ 22 جنوری 2009ء کو نیٹو کے سیکرٹری جنرل جاپ ڈی ہوپ شیفر نے علاقائی امور پر صدر آصف علی زرداری کے ساتھ اسلام آباد میں گفت وشنید کی۔ انہوں نے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی، وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی اور وزیر دفاع احمد مختار سے بھی ملاقات کی۔ اس بات چیت کا مقصد عسکری سطح پر بہتر تعاون کے لئے مضبوط سیاسی ڈائیلاگ استوار کرنا ہے۔ صدر آصف علی زرداری نے 12 جون 2009ء کو نیٹو ہیڈکوارٹرز کا دورہ اور نارتھ اٹلانٹک کونسل سے خطاب کیا۔ سفیروں نے کونسل سے خطاب کرنے والے پاکستان کے پہلے منتخب صدر کی حیثیت سے صدر آصف زرداری کا خیر مقدم کیا۔ ملاقات کے دوران اتحادیوں نے نوٹ کیا کہ پاکستان اور نیٹو افغانستان سمیت پورے خطہ اور پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کرنے کے لئے انتہاپسندوں کے یکساں خطرہ کے خلاف متحد ہیں۔ صدر آصف زرداری نے نارتھ اٹلانٹک کونسل کو انتہاپسندی کے خلاف پاکستان کی کوششوں سے آگاہ کرتے ہوئے نیٹو اتحادیوں کی حمایت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی اور وزیر داخلہ رحمان ملک بھی صدر مملکت کے ہمراہ تھے۔

چیئرمین سینیٹ نے 22 تا 26 مئی 2009ء اوسلو میں نیٹو پارلیمانی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے 19 نومبر 2008ء کو نیٹو صدر دفاتر کا دورہ کیا۔ انہوں نے نیٹو کے سیکرٹری جنرل جاپ

ڈی ہوپ شیفر سے ملاقات کی۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے 12 جون 2008ء کو پیرس انٹرنیشنل کانفرنس کے موقع پر نیٹو کے سیکرٹری جنرل سے ملاقات کی جس میں انسداد دہشت گردی، افغانستان اور سلامتی کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ وزیر خارجہ نے ستمبر 2008ء میں بھی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر سیکرٹری جنرل سے ملاقات کی۔

جنوب مشرقی اور مشرقی ایشیاء

صدر آصف علی زرداری نے 23 ستمبر 2008ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے موقع پر جمہوریہ کوریا کے وزیر اعظم ہان سیونگ سو سے ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ جمہوریہ کوریا نے اپریل 2009ء میں ٹوکیو میں FoDP میں شمولیت کی اور 200 ملین ڈالر کا وعدہ کیا۔ 24 فروری 2010ء کو 1996ء ایئر ٹریفک سروسز سمجھوتہ کے تحت آمدورفت کے حقوق کے بارے میں مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کئے گئے جس سے دونوں ممالک کے درمیان براہ راست پروازیں شروع کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔

پاکستان اور انڈونیشیا جو دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک ہے، کے درمیان تاریخی طور پر خوشگوار تعلقات استوار ہیں۔ جنوب مشرقی ایشیائی اقوام کی تنظیم (ASEAN) کے ساتھ تعلقات مضبوط کرنے کی پاکستان کی پالیسی کے آغاز سے انڈونیشیا مشرقی ایشیائی خطہ میں پاکستان کے مفادات کے فروغ کے حوالہ سے معاون رہا ہے۔ اس نے "ASEAN" کے چیئرمین کی حیثیت سے تنظیم میں پاکستان کی شمولیت اور دوستی اور تعاون کے معاہدہ میں شامل ہونے کے لئے سہولت پیدا کرتے ہوئے نہایت تعمیری کردار ادا کیا ہے۔ انڈونیشیا کے طلباء پاکستان کے مختلف اداروں میں وظائف حاصل کر رہے ہیں۔

ملائیشیا اور پاکستان کے درمیان دو طرفہ تعلقات دوستانہ رہے ہیں۔ D-8 اور ASEM کے موقع پر دونوں ممالک کے وزراء اعظم کے درمیان ملاقاتیں ہوئیں۔ ملائیشیا کو جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کے ساتھ قریبی تعلقات کے فروغ کے تناظر میں پاکستان کی خارجہ پالیسی میں اہم ملک کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تنظیم اسلامی کانفرنس کا اہم ملک ہے۔ اس نے ASEAN کی مکمل پارٹنر شپ اور اے آر ایف، ایشیا تعاون ڈائیلاگ اور ASEM کی رکنیت کیلئے



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی ملائیشیا میں منعقدہ ASEM Summit کے اجلاس میں جاپانی وزیراعظم تارو آسو سے ملاقات کر رہے ہیں۔

پاکستان کی کوششوں کے حوالے سے قابل قدر حمایت کرتے ہوئے پاکستان کی ''وژن ایسٹ ایشیا، پالیسی'' کو مزید تقویت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ملائیشیا 2009،2008ء کی پہلی ششماہی میں ایک ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کے ساتھ پاکستان میں غیرملکی سرمایہ کاری کے ضمن میں سرفہرست ہے۔

پاکستان اور فلپائن کے درمیان دوطرفہ تعلقات میں بہتری آئی ہے۔کاروباری تعلقات اور عوامی سطح پر روابط کو نمایاں وسعت ملی۔دونوں ممالک نے عالمی فورموں پر ایک دوسرے کے امیدواروں کی حمایت کی۔صدر آصف علی زرداری اور صدر گلوریا میکاپگل آرویا نے 12 ستمبر 2008ء کو نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے موقع پر ملاقات کی اور سیاست،معیشت،تجارت اور دیگر شعبوں میں تعلقات کو مزید وسعت دینے پر اتفاق کیا۔

پاکستان اور فلپائن نے مشترکہ طور پر''امن کے لئے بین المذاہب اور بین الثقافتی مکالمے اور افہام وتفہیم اور تعاون کے فروغ'' کے بارے میں قرارداد پیش کی۔ پاکستان اور فلپائن کے درمیان دوطرفہ تجارت جنوری سے ستمبر 2008ء تک 125.072 ملین ڈالر کی ریکارڈ حد تک پہنچ گئی جبکہ تجارتی توازن پاکستان کے حق میں رہا۔ پاکستان نے 32.238 ملین ڈالر کی درآمدات کے مقابلے میں 92.833 ملین ڈالر کی برآمدات کیں۔

پاکستان اور تھائی لینڈ کے درمیان دوستانہ تعلقات موجود ہیں۔ 9/11 کے واقعات کے بعد تھائی لینڈ کے ساتھ دوطرفہ تعلقات کو نمایاں فروغ حاصل ہوا۔ جون 2002ء میں ایشیا تعاون ڈائیلاگ (ACD) میں پاکستان کی شمولیت اور ASEAN ریجنل فورم کی رکنیت کیلئے پاکستان کی کوششوں کیلئے تھائی لینڈ کی ٹھوس حمایت سیاسی خیر سگالی کی مظہر ہے۔تھائی لینڈ پاکستان کا اہم تجارتی پارٹنر ہے۔2008ء میں پاکستان سے تھائی لینڈ کو برآمدات میں 34.3 فیصد اضافہ ہوا جو 2007ء میں 68.08 ملین ڈالر سے بڑھ کر 91.43 ملین ڈالر ہوگئی۔

2008-2010ء کے دوران ویتنام سے تعلقات،دونوں اطراف سے دوروں کے باعث خوشگوار اور دوستانہ رہے۔ ویتنام دنیا میں اہمیت حاصل کر رہا ہے اور ممتاز ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ پاکستان کی سینیٹ کی امور خارجہ کمیٹی کے ایک وفد نے 30 جون سے 5 جولائی 2008ء تک ویتنام کا دورہ کیا اور ویتنام کے مختلف رہنماؤں سے ملاقاتیں کی۔

کمبوڈیا کے ساتھ پاکستان کے دوطرفہ تعلقات خوشگوار رہے۔کمبوڈیا نے 1998ء میں ASEAN میں شمولیت اختیار کی۔اس نے مئی 2003ء میں نوم پنھ میں منعقد ہونے والے ARF اجلاس میں پاکستان کے امیدوار کی حمایت کی۔اپریل 2004ء میں پاکستان کے وزیراعظم کا دورہ دوطرفہ تعلقات کا نکتہ عروج تھا۔

پاکستان اور لاؤس کے درمیان روایتی طور پر پرجوش اور دوستانہ تعلقات استوار رہے ہیں۔ASEAN کے تناظر میں لاؤس،پاکستان کے لئے ایک اہم ملک ہے۔دونوں ممالک کثیرالجہتی شعبوں میں تعلقات کو وسعت دینے کے خواہاں ہیں۔

پاکستان اور میانمار کے تعلقات بھی پرجوش رہے ہیں۔عوامی حکومت نے مئی 2009ء میں تباہ کن سمندری طوفان سے متاثرہ میانمار کے لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے دو طیاروں پر مشتمل امدادی سامان کا عطیہ دیا۔ پاکستان کی طرف سے تعمیراتی مشینری کی مرمت و دیکھ بھال، بینکاری، ریلوے اور مالیاتی اکاؤنٹنگ،کاسٹنگ اور ریٹ فکسنگ سے متعلق کورسز کے لئے فراہم کئے گئے 6 وظائف سے میانمار کے شرکاء نے استفادہ کیا۔

سنگاپور اور پاکستان کے درمیان دوطرفہ تعلقات فروغ پذیر رہے ہیں۔ان کے درمیان دوستانہ تعلقات وسیع تر سیاسی اور اقتصادی رابطوں سے مضبوط ہو رہے ہیں۔ دونوں ممالک نے کئی مواقع پر عالمی اداروں میں ایک دوسرے کے امیدواروں کی حمایت کی ہے۔ 2004ء میں سنگاپور نے ARF اور دوستی اور تعاون کے معاہدہ (TAC) میں پاکستان کی شمولیت کی حمایت کی جبکہ اس نے ستمبر 2006ء میں ''ASEM'' کی رکنیت کے حصول میں بھی پاکستان کی حمایت کی۔

برونائی کے ساتھ پاکستان کے تعلقات دوستانہ، پرجوش اور تعاون سے عبارت ہیں۔ دونوں ممالک اہم علاقائی اور عالمی امور پر یکساں موقف رکھتے ہیں۔ان کے درمیان تعلقات مفاہمت کی یادداشتوں پر دستخط سے مزید مضبوط ہوئے ہیں۔ برونائی ASEAN میں مکمل ڈائیلاگ پارٹنر شپ کے لئے پاکستان کی بھرپور حمایت کرتا ہے۔

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ

21 ویں صدی میں جنوبی ایشیاء میں آسٹریلیا کے بڑھتے ہوئے مفادات، دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فعال شرکت اور گلوبلائزیشن کے تقاضوں کی بناء پر پاکستان اور آسٹریلیا کے درمیان رابطوں میں اضافہ ہوا۔ آسٹریلیا کے وزیر خارجہ سٹیفن سمتھ نے 16 تا 18 فروری 2009ء پاکستان کا دورہ کیا جبکہ چیف آف

ڈیفنس فورسز کے ایئر چیف مارشل اینگس ہوسٹن نے دوسرے سٹریٹجک ڈائیلاگ کے سلسلہ میں 7 اور 8 مئی 2008ء کو پاکستان کا دورہ کیا۔ آسٹریلیا نے آئندہ چار برسوں میں پاکستان کو 500 وظائف پیش کئے ہیں۔ 10-2008ء کے عرصہ میں آسٹریلیا میں پاکستان کے طالب علموں کی دلچسپی مسلسل بڑھی ہے اور ان میں سے متعدد طلباء کو داخلہ ملا ہے۔

نیوزی لینڈ کے ساتھ پاکستان کے دوطرفہ تعلقات 10-2008ء کے دوران فروغ پذیر ہوئے۔ نیوزی لینڈ خطہ میں امن و ہم آہنگی کے لئے پاکستان کی کوششوں کو سراہتا ہے۔ نیوزی لینڈ نے ARF میں پاکستان کی شمولیت کی حمایت کی۔ اس وقت تقریباً 200 پاکستانی طالب علم ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے وظائف پر نیوزی لینڈ کی مختلف یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں۔

افریقہ

پاکستان نے افریقہ میں آزادی کی تحریکوں کی حمایت کی ہے، وہاں کی افرادی قوت کو تربیت دی، مسلح افواج کی تیاری میں مدد دی، امن مشنز کے لئے افواج بھیجیں اور عالمی فورموں پر حمایت فراہم کی۔ پاکستان نے افریقہ میں خصوصی تکنیکی معاونت پروگرام کو وسعت دی اور متعدد افریقی ممالک کو مختلف شعبوں میں وظائف بھی پیش کر رہا ہے۔

افریقی ممالک ایتھوپیا اور تنزانیہ میں 2 پاکستانی مشنز کا قیام اس سمت میں قدم ہے۔ اس وقت افریقہ میں پاکستان کے 14 ریذیڈنٹ مشنز ہیں جبکہ 39 ممالک کنکرنٹ ایکریڈیشن کے ذریعے وابستہ ہیں۔ دوسری جانب پاکستان میں 11 افریقی ممالک کے ریذیڈنٹ مشنز ہیں۔

پاکستان تجارتی میلوں، نمائشوں اور سنگل کنٹری نمائشوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتا ہے۔ پاکستان پبلک ایڈمنسٹریشن، سفارتکاری، زراعت بینکاری اور انسانی وسائل کی ترقی کے شعبوں میں تکنیکی معاونت فراہم کرتا ہے اور اس نے اب تک 47 ممالک کے 1500 سے زائد شہریوں کو تربیت دی ہے۔ صرف فارن سروس اکیڈمی نے خصوصی کورسز میں تقریباً 350 افریقی سفارتکاروں کو تربیت فراہم کی ہے۔

لاطینی امریکہ

پاکستان اور لاطینی امریکہ کے ممالک کے درمیان باہمی طور پر مختلف شعبوں میں اشتراک کار کو فروغ دینے کے وسیع امکانات ہیں۔ پاکستان MERCOSUR کے ساتھ ترجیحی تجارتی سمجھوتے کا خواہاں ہے جس سے لاطینی امریکہ کے خطہ میں تجارت اور سرمایہ کاری کے فروغ کے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔ 09-2008 میں عوامی حکومت نے اہم لاطینی امریکی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور معاون تعلقات کے فروغ پر توجہ مرکوز کی چنانچہ ارجنٹائن، برازیل، کیوبا اور میکسیکو کے ساتھ سرکاری اور سیاسی وفود کے تبادلے ہوئے۔ بین الاقوامی طور پر پاکستان نے اقوام متحدہ اور دیگر کثیر الجہتی فورموں پر لاطینی امریکہ کے ممالک کے ساتھ مشاورت اور تعاون کی پالیسی جاری رکھی۔ دوطرفہ سطح پر کیوبا اور میکسیکو کے ساتھ اعلیٰ سطح کے سیاسی صلاح مشورے ہوئے۔

پاکستان اور ارجنٹائن کے درمیان پر جوش اور خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ وزیراعظم کی طرف سے رائے ونڈ لاہور میں فیروز سنز اینڈ باگو انڈسٹریز کا افتتاح ارجنٹائن کے ساتھ تعلقات کو دی جانے والی اہمیت کا مظہر ہے۔ پاک ارجنٹائن مشترکہ کمیٹی برائے سائنس وٹیکنالوجی تعاون کا دوسرا اجلاس 3 تا 8 مارچ 2008 بیونس آئرس میں منعقد ہوا۔ پاکستان اور ارجنٹائن کے درمیان سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں تعاون کو مزید تقویت دینے کیلئے مسلسل پیروی اور ٹھوس نتائج درکار ہیں۔ ڈینیئل لوپی کی قیادت میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف انڈسٹریل ٹیکنالوجی ارجنٹائن کے وفد نے جنوری 2009ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ ارجنٹائن چیمبر آف ڈپٹیز میں پاکستان کے ساتھ پارلیمانی گروپ برائے دوستی تشکیل دیا گیا ہے۔ فیڈریکی پانڈو کو گروپ کا چیئرمین مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح 31 اکتوبر 2008 میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں پاک ارجنٹائن پارلیمانی فرینڈ شپ گروپ قائم کیا گیا۔

ارجنٹائن میں اقتصادی بحران کی وجہ سے پاکستان کی ارجنٹائن کے لئے برآمدات میں نمایاں کمی آئی جو 03-2002 میں 7 ملین ڈالر تک گر گئیں تاہم بعد کے برسوں میں بحالی دیکھنے میں آئی اور دوطرفہ تجارت 09-2008 میں 100 ملین ڈالر سے تجاوز کر گئی۔ عالمی بحران کے باوجود پاکستان اور ارجنٹائن کے درمیان تجارت کا یہ رجحان جاری رہا۔ 2008ء میں گندم اور مکئی کی بہت زیادہ درآمد کی بناء پر پاکستان کیلئے ارجنٹائن کی برآمدات میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

پاکستان اور برازیل کے درمیان 09-2008 میں باہمی تعلقات کو فروغ ملا۔ برازیل دنیا کی آٹھویں بڑی معیشت کے ساتھ پانچواں سب سے بڑا ملک ہے جو عالمی سطح پر نمایاں مقام حاصل کر رہا ہے۔ اس عرصہ میں پاکستان نے برازیل کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی تعلقات کو بہت زیادہ ترجیح دی۔ برازیل نے مالیاتی بحران کے دوران دنیا کیلئے سیاسی اور اقتصادی طور پر برمحل ہونے کی بناء پر عالمی سطح

پر اثر چھوڑا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی بڑی تعداد برازیل کے ساتھ اپنے سیاسی اور تجارتی تعلقات کو فروغ دے رہی ہے۔ ''جنوب۔ جنوب تعاون'' کے تناظر میں پاکستان اس کے تعلقات سے استفادہ کر سکتا ہے۔ برازیل ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے۔ چیف آف برازیلین ائیر فورس لیفٹیننٹ بریگیڈیر جوآر پالو رابرٹو روہرگ ڈی بریٹو نے برازیل ائیر فورس کے تین رکنی وفد کے ہمراہ پاکستان کا دورہ کیا اور 24 تا 28 نومبر 2008ء، آئیڈیاز 2008ء نمائش میں حصہ لیا۔

برازیل کی حکومت کی دعوت پر وزیر دفاع چوہدری احمد مختار نے 12 تا 18 اپریل 2008ء دو سالہ دفاعی نمائش ''LAAD 2009 '' کی افتتاحی تقریب میں شرکت کیلئے برازیل کا دورہ کیا۔ وائس چیف آف ائیر سٹاف ائیر مارشل حفاظت اللہ خان اور کمانڈر کوسٹل کمانڈ ایڈمرل محمد شفیع بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پاکستان کے آٹھ رکنی اعلیٰ سطح کے وفد نے 25 تا 31 جولائی 2009ء کو برازیل کا دورہ کیا۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی نمائندگی کرتے ہوئے وفد نے بہایہ ریاست کے دیہی علاقوں کا دورہ کیا تا کہ برازیل کی حکومت کی طرف سے متعارف کردہ ''بولسا فیمیلیا پروگرام'' اور سیفر از رعی پروگرام پر عملدرآمد کا جائزہ لیا جا سکے۔ برازیل نے جون 2009ء میں IDPs کیلئے 50 ہزار ڈالر فراہم کئے۔ برازیل کی وزارت خارجہ نے سوات میں قانون کے نفاذ کی سرگرمیوں اور IDPs کی حمایت میں بیان بھی جاری کیا۔

پاکستان اور چلی کے درمیان دوستانہ تعلقات استوار ہیں۔ جولائی 2008ء میں سانتیا گو میں پاکستان سفارتخانے کے قیام کے بعد سے یہ تعلقات مزید مستحکم تر ہو رہے ہیں۔ دونوں ممالک کئی عالمی اور علاقائی امور پر یکساں موقف رکھتے ہیں۔ اقوام متحدہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ چلی کے فوجی اہلکار بھارت اور پاکستان کے کشمیر ریجن میں اقوام متحدہ کے متعین فوجی مبصر گروپ کے ساتھ آغاز سے ہی انتہائی لگن کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دونوں ممالک نے کئی مواقع پر عالمی اداروں میں ایک دوسرے کے امیدواروں کی حمایت کی ہے۔

چلی امریکہ کے خطے میں امریکہ اور کینیڈا کے بعد پاکستان کا تیسرا بڑا برآمدی ملک ہے۔ چلی کیلئے پاکستان کی زیادہ تر برآمدات میں ٹیکسٹائل مصنوعات کھیلوں کا سامان، قالین، آلات جراحی اور چمڑے کی مصنوعات شامل ہیں جبکہ پاکستان کی درآمدات میں کیمیکلز اور خشک دودھ شامل ہے۔ چلی میں پاکستانی مشن اس وقت آم، مالٹے اور چاول جیسی زرعی مصنوعات کو وسعت دے کر تجارت کو متنوع بنانے کیلئے کوشاں ہے۔ 09-2008ء کے عرصہ میں چلی کیلئے پاکستان کی برآمدات 66 ملین ڈالر اور درآمدات 6 ملین ڈالر تھیں۔ چلی کی تانبا کان کنی کی ایک ممتاز کمپنی ''میسرز اینٹو فگاستا منرلز'' اور اس کی کینیڈین پارٹنر میسرز ''بیرک گولڈ'' بلوچستان حکومت کے ساتھ ایک معدنیاتی معاہدے پر بات چیت کر رہی ہے جو حتمی شکل اختیار کرنے پر پانچ برسوں میں 5 ارب ڈالر مالیت کی سرمایہ کاری لائے گا اور اس سے بلوچستان کے عوام کو خاطر خواہ فوائد بھی حاصل ہونگے۔

09-2008ء کے دوران کیوبا کے ساتھ تعلقات میں اضافہ ہوا۔ اس عرصہ میں پاکستان اور کیوبا نے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال اور مشاورت کیلئے پہلی مرتبہ مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کئے۔ کیوبا کے وزیر خارجہ برونو راڈ ریگیوز پاکستان کو اپنا دوسرا گھر تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے 2005ء کے زلزلہ کے بعد امدادی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے کیوبا کے دستے کی قیادت کی اور چھ ماہ سے زائد عرصہ پاکستان میں قیام کیا۔

2008ء میں سمندری طوفانوں سے کیوبا کی معیشت کو تقریباً 10 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ پاکستان نے متاثرین کیلئے ایک ملین ڈالر کا عطیہ دیا۔ 2008ء میں کیوبا نے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کیلئے انسانی حقوق کا یو این پرائز حاصل کرنے میں فراخدلی کے ساتھ حمایت کی۔ اسی طرح پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پابندیوں کے خلاف کیوبا کی قرارداد کی حمایت کی۔ یہ قرارداد 2008ء میں متواتر 17 ویں مرتبہ متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اپریل، مئی 2009ء میں وزیر مملکت امور خارجہ نے ہوانا کا دورہ کیا اور غیر وابستہ تحریک کے وزارتی اجلاس میں شرکت کی۔ کیوبا وظائف پروگرام سے استفادہ کرتے ہوئے 933 پاکستانی طلباء اس وقت کیوبا میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

میکسیکو کے ساتھ پاکستان کے تعلقات 10-2008ء کے دوران خوشگوار اور تعاون پر مبنی رہے۔ دو طرفہ شعبوں میں پاکستان اور میکسیکو کے درمیان باہمی دلچسپی کے امور پر تیسرے مشاورتی نظام کا اجلاس 16 جون 2009ء کو میکسیکو سٹی میں ہوا۔ 23 جولائی 2008ء کو پاکستان سے میکسیکو کیلئے چاول کی برآمد کے سلسلہ میں مفاہمت کی یادداشت پر میکسیکو کے سیکرٹری (وزیر) برائے زراعت نے دستخط کئے۔ 21 اگست 2008ء کو دونوں ممالک کے سرکاری پاسپورٹ رکھنے والے افراد سمیت ویزا معاہدے میں تبدیلی عمل میں آئی۔

المختصر خطے اور دنیا میں پاکستان کا مقام اور مرتبہ بلند ہوا ہے۔ اسی طرح خود کو اور ملک کو امن، ہم آہنگی اور خوشحالی کے تابناک مستقبل سے ہمکنار کرنے کیلئے پاکستان کے عوام کے عزم، حوصلہ اور ولولہ کا اعتراف بھی ہوا ہے۔



بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام

"۔۔۔سب سے بڑھ کر تو میں چاہوں گی کہ میری یاد کا حوالہ میرا کام ہو جو میں نے عورتوں کے لئے کیا۔ آخر ایک عورت ہونے کے ناطے ہی سے میری پہچان ہے اور پھر میں نے محسوس کیا کہ میرے جینے سے دوسری عورتوں کی زندگی میں تبدیلی آنی چاہیئے۔ لہٰذا خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام ہو یا گھریلو تشدد کو بے نقاب کرنا یا پھر اپنا کاروبار شروع کرنے کے لئے خواتین کی قرضوں تک آسان رسائی، میں نے ہمیشہ اپنی بہترین کوشش کی کہ عورت کو کامیاب کیا جائے"[1]۔

شہید محترمہ بے نظیر بھٹو

خواتین کے عدم تحفظ کی تلافی

بدقسمتی سے یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان جیسے معاشروں میں خواتین سماجی تفاوت و امتیاز کے حوالے سے زیادہ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ یہ امتیاز اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہیں توازن بگڑ جائے[2]۔ ہمارے سماجی تحفظ کے نظام میں صنفی تعصب اور خواتین کے عدم تحفظ کی بنا پر بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) کی بنیاد رکھی گئی ہے تاکہ ضرورت مند خواتین اور ان کے خاندانوں کو براہ راست اور باقاعدگی کے ساتھ نقد مالی امداد فراہم کی جائے[3]۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے ہمیشہ اپنی پارٹی اور عوامی حکومت کو راہ دکھائی کہ غریبوں، کمزوروں، اور امتیازی سلوک کا شکار افراد کے سماجی تحفظ کو اپنی ترجیحات میں نمایاں رکھیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا 2008 کا منشور واضح طور پر تسلیم کرتا ہے کہ امیر و غریب کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج ختم کرنے کیلئے غیر مراعات یافتہ، پسے ہوئے اور امتیاز کا شکار لوگوں کی امداد کی جائے[4]۔ اپنے قول کی حفاظت کرتے ہوئے عوامی حکومت نے ملک بھر میں ضرورتمند خواتین کی مدد کیلئے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام شروع کیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں بے وسیلہ خواتین اور ان کے خاندانوں کو بڑے پیمانے پر براہ راست نقد زر فراہم کرنے کا یہ پہلا منصوبہ ہے[5]۔

بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کا آغاز 2008-09 کے بجٹ میں 34 ارب روپے کی ابتدائی رقم مختص کرنے سے ہوا جو اگلے سال دگنی کر کے 70 ارب روپے کر دی گئی۔ اس طرح 2008-09 کے بجٹ میں یہ تیسری بڑی مد ہے جو کل قومی پیداوار کا 0.3 فیصد ہے[6]۔

یہ پروگرام غریب ترین گھرانوں کی قوت خرید پر بڑھتی ہوئی مہنگائی کے اثرات کو جزوی طور پر کم کرنے کے لیے شروع کیا گیا ہے۔ 2005-2007 کے دوران افراط زر کی شرح غذائی افراط زر کی 13 سے 15 فیصد شرح کے ساتھ تقریباً 10 فیصد رہی۔ سال 2007-2008 کے دوران عالمی و مقامی منڈیوں میں تیل اور اس کی مصنوعات کی قیمتوں میں تیزی سے ہونے والے اضافے کے نتیجے میں افراط زر کی شرح دو ہندسی ہوگئی جس نے عوام کی قوت خرید کو تقریباً نصف کر دیا[7]۔ اس لئے معاشرے کے غریب طبقوں کی فوری و براہ راست امداد ہنگامی ضرورت بن گئی جسے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام بطریق احسن پورا کرتا ہے۔ اس پروگرام کے ذریعے کل آبادی کے 15 فیصد کو ہدف بنایا گیا ہے جو خط غربت سے نیچے آبادی کا 40 فیصد ہے[8]۔ ایک ہزار روپے ماہانہ فی خاندان ادائیگی سے پانچ ہزار روپے ماہانہ کمانے والے خاندان کی آمدن میں 20 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوگا۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کا اطلاق چاروں صوبوں کے علاوہ وفاقی دارالحکومت، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان میں ہوگا۔

بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت "وسیلۂ حق" کے عنوان سے برقی قرعہ اندازی کے ذریعے غریب خاندانوں کو تین لاکھ روپے فی خاندان فراہم کئے جا رہے ہیں

1۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی پروفائل، بی بی سی اردو سروس۔ http://www.bbc.co.uk/worldservice/people/features/wiwp/dymcon/bhutto.shtml

2۔ صنفی امتیاز، ... 15 مارچ 2008، http://www.shvoong.com/humanities/1746727-gender-discrimination-pakistan/

3۔ ... 8 فروری 2010

4۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور، 2008، صفحہ نمبر 2

5۔ ...

6۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام www.bisp.gov.pk/

7۔ ... www.bisp.gov.pk/

8۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام www.bisp.gov.pk



19 جنوری 2010ء۔ صدر آصف علی زرداری "وسیلہ حق پروگرام" کی اسناد تقسیم کر رہے ہیں۔

جو 15 برس میں بغیر کسی اضافی مارک اپ کے واپس ہوں گے۔ یہ رقم خاندان کی عورت کو ملے گی جبکہ ان کے خاوند، بیٹے یا بھائی اُن کے کاروبار میں شریک ہو سکتے ہیں۔ یعنی دولت سے آنے والی طاقت میں بھی عورت کو نمایاں مقام دیا گیا۔

ادا کی جانے والی رقوم کی شفاف اور فوری ترسیل کے لئے "سمارٹ کارڈز" جاری کئے جا رہے ہیں جبکہ پندرہ اضلاع میں غربت سروے مکمل کیا جا چکا ہے۔ جن اضلاع میں سروے مکمل کر لیا گیا ہے وہاں سمارٹ کارڈز کے ذریعے ادائیگیاں کی جائیں گی۔ جلد ہی اِس کا دائرہ پورے ملک میں وسیع کر دیا جائے گا۔

سوات و مالاکنڈ کے 318000 متاثرین کے لئے یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ کے کارڈز جاری کئے جا رہے ہیں۔ یو بی ایل نے ان کارڈز کی تقسیم کے لئے 300 اسٹیشنز قائم کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے تا کہ استفادہ کرنے والوں کو کارڈز اور رقوم کی وصولی میں رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ باجوڑ ایجنسی اور فاٹا کے نقل مکانی کرنے والوں میں اس پروگرام کے 2 کروڑ 80 لاکھ روپے پہلے ہی تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت سوات و مالاکنڈ سے نقل مکانی کرنے والے 318000 سے زائد افراد کو رجسٹر کیا جا چکا ہے جبکہ 3729 زلزلہ زدگان کو بھی اس پروگرام میں شامل کیا گیا ہے۔

اس پروگرام کی ساکھ، کارکردگی اور موزونیت کو تسلیم کرتے ہوئے ورلڈ بینک نے 20 کروڑ ڈالر بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی بجٹ اور 6 کروڑ ڈالر تکنیکی امداد کے لئے فراہم کئے ہیں۔

بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے اہم نکات[9]

اہداف:

- ☆ کم آمدن والے خاندانوں کی قوتِ خرید میں کمی کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے ازالہ کے لئے اقدامات کرنا
- ☆ ہر دو ماہ بعد دو ہزار روپے نقد امداد کی فراہمی
- ☆ صرف ایک فائدہ فی خاندان
- ☆ خاندان کی خاتون سربراہ یا خاندان کی بالغ خاتون وصولی کر سکتی ہے۔

کوریج:

- ☆ سال 2009-20008 کے لئے 34 ارب روپے کی تخصیص۔
- ☆ مجموعی قومی پیداوار کا 0.3 فیصد۔
- ☆ آبادی کے 15 فیصد یعنی 35 لاکھ افراد ہدف۔
- ☆ 2010-2009 کے لئے 70 ارب روپے کی تخصیص۔
- ☆ 2010-2009 میں 50 لاکھ غریب خاندانوں کی کفالت کا عزم۔
- ☆ سال 2011-2010 تک 70 لاکھ خاندانوں کو استفادہ پہنچانا۔

شرائط: 1

- ☆ معیارِ اہلیت
- ☆ ماہانہ آمدن 6 ہزار روپے سے کم ہو۔
- ☆ خاندان کا کوئی فرد سرکاری ملازم نہ ہو۔
- ☆ 3 مرلہ رہائشی یا 3 ایکڑ زرعی زمین سے زیادہ کا مالک نہ ہونا۔
- ☆ کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ کا حامل ہو۔
- ☆ کسی اور امدادی پروگرام سے استفادہ کرنے والا نہ ہو۔
- ☆ کسی غیر ملکی بینک میں اکاؤنٹ نہ رکھتا ہو۔
- ☆ پاسپورٹ یا سمندر پار پاکستانی شناختی کارڈ کا حامل نہ ہو۔

شرائط: 2

- ☆ پارلیمان میں منتخب ہونے والے جمہوری نمائندوں کے ذریعے درخواست گزار/وصول کنندہ کی شناخت
- ☆ تمام نمائندوں میں درخواست فارموں کی مساوی تقسیم
- ☆ مقامی سطح پر ارکانِ پارلیمان اور یونین کونسلرز سے تصدیق

9۔ عمر بن ضیاء، ڈپٹی سیکرٹری، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام حکومت پاکستان، ایشین ڈویلپمنٹ بینک ہیڈکوارٹرز، ریجنل ورکشاپ میں سوشل سیفٹی نیٹس اور کنڈیشنل کیش ٹرانسفر پر پیش کی جانے والی دستاویز، 23-24 جنوری، 2009

- ☆ بنیادی/ابتدائی معیار کی "نادرا" کے ذریعے چھان بین اور تصدیق۔
- ☆ غرباء کی شناخت کا سستا اور تیز ترین طریقہ

فوائد کی سطح:

- ☆ ہر دو ماہ بعد نقد 2 ہزار روپے کی مالی امداد
- ☆ ایک ہزار روپے ماہانہ امداد کا مطلب پانچ ہزار روپے ماہانہ آمدن والے خاندانوں کی آمدنی میں 20 فیصد اضافہ
- ☆ ایک ہزار روپے ماہانہ امداد موجودہ قیمتوں کے تحت 5 سے 6 افراد پر مشتمل کنبے کی 20 سے 25 دن کے آٹے کی ضروریات کے لئے کافی ہے۔
- ☆ محنت سے جان چھڑوانے کے لیے نہیں بلکہ ایک ہزار روپے ماہانہ خاندان کی صرف خاتون رکن وصول کر سکے گی۔

ادائیگی کا طریقہ کار:

- ☆ پاکستان پوسٹ کے ذریعے ہر دو ماہ بعد 2 ہزار روپے بذریعہ منی آرڈر
- ☆ ڈاکخانے کی ہر علاقے میں پہنچ ہے اور یہ کم خرچ بالانشین انتظام کا حامل ہے
- ☆ محفوظ و قابل بھروسہ نظام

ادائیگیوں کی نگرانی/مانیٹرنگ

- ☆ پاکستان پوسٹ کا اندرونی مانیٹرنگ نظام
- ☆ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے صوبائی اور ریجنل دفاتر کے ذریعے بیرونی نگرانی
- ☆ پاکستان پوسٹ ہر ماہ ادا کی گئی رقوم، وصول کنندگان کی فہرست، مکان کا پتہ اور رقوم پہنچانے والے ڈاکیے کا نام بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کو بذریعہ کمپیوٹر فراہم کرتا ہے۔
- ☆ اہلیت اور ادائیگیوں کی صورتحال بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی ویب سائٹ www.bisp.gov.pk پر معلوم کی جا سکتی ہے۔

عملدرآمد کی صورتحال[10]

نادرا میں فارم پروسیسنگ کی صورتحال

☆ کل فارمز جن پر کام ہوا	3,736,914
☆ کل مستحقین	2,122,038
☆ کل غیر مستحقین	496,927
☆ فارمز کی کل تعداد جن پر کام جاری ہے	50,600
☆ فارمز کی کل تعداد جن پر کام روک دیا گیا ہے	1,067,349



15 ستمبر 2009ء۔ صدر آصف علی زرداری ایوان صدر میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت "وسیلہ حق" پروگرام کی افتتاحی تقریب سے خطاب کر رہے ہیں۔

10۔ اس سیکشن میں دیا جانے والا ڈیٹا 13 جولائی 2009ء کو شائع ہوا۔

بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے خصوصی اقدامات:

دہشت گردوں کے خلاف آپریشنز کی وجہ سے فاٹا اور سوات سے نقل مکانی کرنے والوں، صوبہ بلوچستان کے زلزلے سے متاثرہ اضلاع اور بم دھماکوں اور دہشت گردی کا شکار افراد کے لئے ایمرجنسی ریلیف پیکیج جاری کیا گیا

بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام اصلاحاتی منصوبہ

- ☆ غربت سکور کارڈ سروے / ٹیسٹ فیز
- ☆ ملک گیر عوامی سروے
- ☆ مستحقین میں مرحلہ وار مالی وسائل کی تقسیم
- ☆ دور دراز دیہات تک پروگرام کا پھیلاؤ اور غربت کے خاتمے کیلئے مزید نئے اقدامات
- ☆ اخراج کی حکمت عملی

ٹیسٹ فیز سروے۔۔۔ بہتر اہداف

- ☆ سکور کارڈ برائے غربت کو اپنانا
- ☆ سروے کے لئے تین ادارے
- ☆ تقریباً 25 لاکھ مستفید خاندان
- ☆ نادرا کے ذریعے ڈیٹا انٹری اور تصدیق
- ☆ سائنسی بنیادوں پر منتخب شدہ افراد کی تصدیق
- ☆ چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے 16 اضلاع میں گھرانوں کا سروے
- ☆ غربت کے تناسب، سروے تنظیموں کی موجودگی، رسائی اور امن وامان کی صورتحال کی بنا پر اضلاع کا انتخاب
- ☆ کام کا معیار یقینی بنانے کے لئے طریق کار کی جانچ اور موقع پر حقائق معلوم کرنے کیلئے مشیروں کا تقرر
- ☆ استفادہ کرنے والوں کے غربت سے نکل آنے کی حکمت عملی بنانا

ٹیسٹ فیز۔۔۔۔ نفاذ کی صورتحال

- ☆ اعداد و شمار / ڈیٹا اکٹھا کرنا
- ☆ پہلے شراکت دار کی طرف سے جون 2009 میں پانچ اضلاع میں تکمیل
- ☆ دوسرے شراکت دار کی طرف سے جولائی 2009 تک پانچ اضلاع میں تکمیل
- ☆ تیسرے شراکت دار کی طرف سے وسط اگست 2009 تک چھ اضلاع میں تکمیل



وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی اور صدر آصف علی زرداری بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت "وسیلہ حق پروگرام" سے استفادہ کرنے والوں میں چیک تقسیم کر رہے ہیں۔

- ☆ نئے اہداف کے تحت پائلٹ اضلاع میں ستمبر 2009 سے ادائیگیوں کا آغاز
- ☆ ڈیٹا پروسیسنگ کے عمل کی اگست کے آخر تک تکمیل
- ☆ نئے اہداف کے تحت پائلٹ اضلاع میں ادائیگیوں کا عمل ستمبر 2009 سے شروع کیا گیا

ملک گیر سطح پر عوامی سروے

- ☆ ہدف: ملک بھر میں 2010 تک سروے کی تکمیل
- ☆ ادائیگیوں کا نیا جامع طریق کار متعارف کروانا
- ☆ ٹیسٹ فیز سے حاصل کئے گئے تجربات کی بنیاد پر قومی سطح پر عوامی سروے کا منصوبہ تیار کرنا۔



بینظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم

> انصاف معاشی آزادی اور سماجی برابری کا نام ہے۔[1]
>
> شہید محترمہ بے نظیر بھٹو

اپنے سماجی جمہوریت کے پالیسی ایجنڈا پر عمل کرتے ہوئے غیر مراعات یافتہ طبقوں کو سماجی و اقتصادی برابری دینے کیلئے عوامی حکومت نے بینظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم متعارف کروائی تا کہ مزدوروں کو اپنے اداروں کی ترقی میں حصہ دار بنایا جا سکے۔ 14 اگست 2009 کو وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے مزدوروں کو مالک بنانے کی اس تاریخی سکیم کا افتتاح کیا جس کے تحت سرکاری صنعتی اور کاروباری اداروں کے 12 فیصد حصص انہی اداروں کے مزدوروں میں مفت تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ (دیکھئے باکس: بینظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے اہم پہلو)

''یہ میرے لئے فخر کا باعث ہے کہ آج مجھے شہید ذوالفقار علی بھٹو کا خواب شرمندۂ تعبیر کرنے اور پاکستانی مزدوروں کی بہتری کیلئے شہید محترمہ بینظیر بھٹو کے مشن کی تکمیل کا موقع ملا ہے''۔ وزیراعظم نے اس اسکیم کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا[2] ''مجھے امید ہے کہ اپنے اداروں میں حصہ دار بننے کے بعد ورکرز زیادہ ایمان داری اور لگن کے ساتھ اپنا کام سرانجام دیں گے اور اپنے اداروں کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرنے اور انہیں زیادہ موثر اور منافع بخش بنانے میں دلچسپی لیں گے۔''[3]

اس سکیم کے ذریعے محنت کشوں کو صنعتوں کے انتظامی بورڈ میں شامل کرنے کے شہید چئیرمین ذوالفقار علی بھٹو کے تصور کو آگے بڑھایا گیا ہے جسے پہلی بار 1972 میں متعارف کروایا گیا اور جس کی بنا پر پاکستان میں مزدوروں کیلئے قانون (صنعتی تعلقات کا قانون) میں بھی تبدیلیاں کی گئی تھیں۔[4] حالانکہ بھٹو صاحب کے بعد آنے والی مزدور دشمن اور عوام دشمن حکومتوں نے قانون میں بہت سی مزدور دشمن ترامیم کر لیں لیکن پھر بھی وہ مزدور کے بھٹو کا بنایا ہوا انتظام مکمل طور پر ختم کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔[5]

اس سکیم کو وفاقی حکومت کے تمام کاروباری اور صنعتی اداروں میں نافذ کیا جا رہا ہے جس سے 80 اداروں میں 500,000 مزدوروں کو کارخانوں کا مالک بنایا جا رہا ہے۔ ان 80 کمپنیوں میں 16 پبلک لمیٹڈ، 33 ان لسٹڈ پبلک لمیٹڈ، 17 پرائیویٹ لمیٹڈ اور 14 کمپنیز ایکٹ 1984 کے تحت رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ (دیکھیں باکس: بینظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم میں شامل ادارے) بینظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے ذریعہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار 100 ارب روپے کے سرکاری صنعتوں کے شیئرز ورکرز میں مفت تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو کمپنی کے بورڈ میں بھی نمائندگی ملے گی تا کہ وہ فیصلہ سازی میں شریک ہو سکیں۔

بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم پر عملدرآمد نجکاری کمیشن اور متعلقہ وزارت کے باہمی تعاون سے ہو گا جس کے لیے نجکاری کمیشن میں ایک سیل قائم کر دیا گیا ہے۔ یاد رہے یہ وہی نجکاری کمیشن ہے جس کی پالیسیوں کے خلاف مزدور کئی دہائیوں سے احتجاج کرتے آئے ہیں۔ اب اسی نجکاری کمیشن کیلئے مزدور دوستی کا مشن تلاش کر لینا ذوالفقار علی بھٹو شہید کی پارٹی کو ہی زیبا ہے۔ 31 دسمبر 2008 کو جب نجکاری کمیشن کے ماہرین ایوان صدر میں بریفنگ کیلئے پہنچے تو یقیناً انہیں امید نہیں ہو گی کہ ستر اداروں کی نجکاری کی منظوری ملنے کی بجائے

1۔ [illegible]
2۔ ڈیلی ٹائمز، 15 اگست 2009۔
3۔ ایضاً
4۔ [illegible] 10 مارچ 2010
5۔ ایضاً



14 اگست 2009ء۔ وزیرِاعظم سید یوسف رضا گیلانی، وزیرِاعظم سیکرٹریٹ میں بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کی افتتاحی تقریب میں کارکنوں میں حصص تقسیم کر رہے ہیں۔

آگے سے مزدوروں کی فلاح کا ایک اور منصوبہ تھما دیا جائے گا۔ ملاحظہ فرمایئے پیپلز پارٹی کی نظریاتی تربیت اور عوامی رابطے کی بنا پر عوام دوست سیاسی قیادت شیریں مقال ماہرین کی چرب زبانی سے کیسے صاف بچ نکلتی ہے۔ صدرِ مملکت جناب آصف علی زرداری نے واضح طور پر کہہ دیا کہ سکیم پر فوری عملدرآمد ہونا چاہئے۔ اور یوں ایک نئے دور کا آغاز ہوا جس میں صنعتیں ریاست کی نہیں بلکہ مزدوروں کی ملکیت ہوں گی کیونکہ ریاست بھی تو انہیں کی ملکیت ہے۔

اس سکیم کی تیاری عالمی سطح پر تسلیم شدہ اس اُصول پر رکھی گئی ہے کہ ادارے اُسی وقت ترقی کرتے ہیں جب ملازمین کا اداروں کی ترقی سے براہِ راست مفاد وابستہ ہو اور اُن میں مضبوط سطح کا احساسِ ملکیت موجود ہو۔ لہٰذا اس سکیم کا ایک مقصد تو سرکاری اداروں کے ملازمین میں کئی برسوں کی مسلسل نظرانداز ی سے پیدا ہونے والی بے دلی کا خاتمہ کرنا ہے جبکہ دوسرا مقصد انتظامی و مالی معاملات بہتر بنانے کے ذریعے انہیں نجی اداروں کی طرح منافع بخش اور کامیاب بنانا ہے۔

منصفانہ لیبر پالیسی بنانا اور ملکی ترقی کیلئے نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کرنا پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے دو اہم نقاط ہیں جنہیں بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے ذریعے یکجا کر دیا گیا ہے۔[6] پاکستان میں نجکاری پہلی بار 1988 میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے پہلے دورِ حکومت میں شروع ہوئی۔ مختلف حکومتیں اس پالیسی پر کسی نہ کسی طور عمل کرتی رہی ہیں مگر شفافیت اور ملازمین کے حقوق کی پامالی اس کے بڑے مسئلے رہے ہیں۔

موجودہ عوامی حکومت کو یقین ہے کہ بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم جیسے اقدامات کے ذریعے سرکاری صنعتوں کی کارکردگی بہتر بناتے ہوئے اُن کو منافع بخش بنایا جا سکتا ہے اور یوں نجکاری کے وقت اُن کی بولی بھی اچھی لگ سکتی ہے۔ عوامی حکومت سرکاری صنعتوں کی کارکردگی بہتر بنا کر ملکی معیشت اور مزدوروں کی فلاح کیلئے اُن کے اصل معاشی امکان سے مستفید ہونا چاہتی ہے۔ (دیکھئے باکس، نجکاری پالیسی)۔

اِس طرح نہایت شفاف انداز میں مزدور اپنے اداروں کی بحالی اور اُن کی کامیابی میں مرکزی حیثیت حاصل کر جائیں گے جس کی بنا پر نجکاری کا عمل بھی اطمینان بخش انداز میں تکمیل پذیر ہو سکتا ہے۔ تاہم حکومت نے پورے پورے ادارے بیچ دینے کی پالیسی تبدیل کر دی ہے اور اب اگر نجکاری ہوتی بھی ہے تو صرف 26 فیصد حصص نجی شعبے کے پاس جائیں گے، بارہ فیصد مزدوروں کے پاس رہیں گے اور باقی حکومت کے پاس۔ نئی نجکاری پالیسی کے تحت مزدوروں کو اُن کی نوکریوں سے فارغ نہیں کیا جائے گا۔

''بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم عوامی حکومت کی مزدور دوست پالیسیوں کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ اس عمل کے ذریعہ صنعتوں کی استعدادِ کار، پیداوار اور مصنوعات و خدمات کے معیار میں اضافہ ہوگا جس کی بنا پر کمپنی کا منافع بڑھ جائے گا۔''[7] وفاقی وزیر برائے نجکاری سینیٹر وقار احمد خان نے اپنے اخباری بیان میں کہا ''اس سے مزدور اپنے اداروں کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کریں گے اور بورڈ پر نمائندگی کے ذریعے وہ ادارے کی ترقی کیلئے خود فیصلے کر سکیں گے۔''[8]

14 اگست 2009 سے لیکر اب تک 18 اداروں میں بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے تحت ملازمین کے ٹرسٹ بنائے جا چکے ہیں۔ اِن میں ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا، آئل اینڈ گیس ڈیویلپمنٹ کمپنی، ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس، پاکستان اسٹیٹ آئل، نیشنل پاور کنسٹرکشن کمپنی، جام شورو پاور جنریشن کمپنی، نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ، پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن، سوئی ناردرن گیس پائپ لائن، لاکھڑا کول ڈیویلپمنٹ کمپنی، نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹڈ، پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائن، سوئی سودرن گیس کمپنی، نیشنل ٹیلی کمیونیکیشن کارپوریشن، پاکستان ری انشورنس کمپنی لمیٹڈ اور سوئی سودرن گیس پائپ لائن لمیٹڈ شامل ہیں۔ ان میں سے پندرہ کمپنیوں کے ملازمین میں حصص کی تقسیم مکمل ہو چکی ہے جبکہ بقیہ کمپنیوں کے ملازمین میں بھی عنقریب حصص تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

6۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور، 2008، صفحہ نمبر 6
7۔ پریس ریلیز آف 7 جنوری، 2010، www.privatization.gov.pk
8۔ ایضاً

"یہ پیسہ اور طاقت نہ رکھنے والوں کو طاقتور بنانے کا عمل ہے تا کہ اُن کی محنت سے خود اُن کو بھی فائدہ ہو نہ کہ سب کچھ سرمایہ دار کی جیب میں ہی پہنچتا جائے۔" پاکستان ورکرز کنفیڈریشن کے جنرل سیکرٹری جناب خورشید احمد نے بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم شروع ہونے پر رائے دی۔[9] ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے مطابق اُنہوں نے ملال کے ساتھ اظہار کیا کہ "مزدور ادارے کی بہتری کے لیے اپنی زندگی قربان کر دیتے ہیں مگر ریٹائرمنٹ کے بعد انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تاہم بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے آنے سے امید ہو چلی ہے کہ اب مزدوروں کو اپنی توقع سے کہیں بڑھ کر فائدہ مل سکے گا۔"



یکم اکتوبر 2009ء۔ وزیرِاعظم سید یوسف رضا گیلانی کارکنوں میں احساس ملکیت اور انہیں بااختیار بنانے کے لئے بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے باضابطہ آغاز پر کارکنوں میں پی پی ایل کے حصص تقسیم کر رہے ہیں۔

9۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان۔ 18 نومبر 2009ء

لیبر پالیسی، مزدور دوستی کا ورثہ

عوامی حکومت نے اپنے مزدور دوست منشور کو اُس کی اصل روح کے مطابق نافذ کرنے کے لیے انصاف پرمبنی لیبر پالیسیاں بنائیں جن کی بدولت سماجی برابری اور معاشی استحکام آئے گا۔ بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے ساتھ ساتھ عوامی حکومت نے ان دو برسوں میں مندرجہ ذیل اہم لیبر اصلاحات بھی متعارف کروائی ہیں۔

- ☆ مزدوروں کی کم از کم تنخواہ بڑھا کر 6000 روپے مقرر کرنا
- ☆ مزدور دشمن قانون صنعتی تعلقات کے آرڈیننس مجریہ 2000 کی صنعتی تعلقات کے ایکٹ مجریہ 2008 کے ذریعے تبدیلی
- ☆ موجودہ لیبر قوانین کا انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے کنونشن کے مطابق جائزہ
- ☆ ملازمت سے برخواستگی (خصوصی اختیارات) آرڈیننس 2000 کا خاتمہ اور سروسز ٹریبونل ایکٹ 1973 کی متنازعہ دفعہ 2A کا خاتمہ اور سروسز ٹریبونل (ترمیمی) ایکٹ 2010 کی منظوری۔
- ☆ کام کی جگہ پر عورتوں پر تشدد کے خاتمہ کا ایکٹ 2010 منظور کرنا۔
- ☆ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز میں ٹریڈ یونین کی معطلی ختم کرنے کیلئے قانون سازی

نجکاری پالیسی

کابینہ کمیٹی برائے نجکاری نے 17 فروری 2009 کو مندرجہ ذیل نجکاری پالیسی کی منظوری دی۔

1- بطور پالیسی نجکاری 26 فیصد حصص کی فروخت کے ذریعے سرکاری اور نجی شعبے کے اشتراک کے اصول پر ہوگی۔

2- اگر کسی ادارے کی نجکاری 26 فیصد حصص کی فروخت کے ذریعے ممکن نہ ہو تو نجکاری کمیشن واپس کابینہ کمیٹی برائے نجکاری سے رجوع کرے گا۔

3- اداروں کا انتظام چلانے کی دلچسپی رکھنے والے نجی اداروں کی اہلیت جانچنے کیلئے ایک جامع نظام لایا جائے گا جس کے تحت ادارے کو چلانے کا قانونی طور پر قابلِ نفاذ منصوبہ، اور انتظامی امور، نادہندگی، معاہدے کے خاتمے، جرمانے، اور تنازعات کے خاتمہ وغیرہ پر پیشگی اتفاق ضروری ہوگا۔

4- خریدار کو ادارے کی منتقلی یقینی بنائی جائے گی۔ جب نجی شراکت دار اپنے حصص بیچ کر جانا چاہے تو حکومتِ پاکستان کو ان حصص کی خریداری کا پہلا حق ہوگا۔

5- بورڈ میں حکومت کی مناسب نمائندگی کو یقینی بنایا جائے گا۔

6- حکومت کے باقی ماندہ حصص کی نجکاری کا فیصلہ ادارے کی کارکردگی اور مارکیٹ کے حالات دیکھ کر کیا جائے گا۔ جہاں ممکن ہو وہاں اداروں کو نجکاری سے قبل سٹاک ایکسچینج پر درج کروایا جائے گا تاکہ دیگر فوائد کے علاوہ سٹاک ایکسچینج کے قیمت متعین کرنے کے طریقہ سے استفادہ کیا جاسکے۔

7- وفاقی سطح پر نجکاری کمیشن سرکاری اور نجی شعبے کی شراکت پر مبنی نجکاری کے سودوں کیلئے مرکزی ادارہ ہوگا۔

8- نجکاری کے عمل میں شامل کسی بھی ادارے کے 12 فیصد حصص ورکرز کے لیے مختص ہوں گے۔ جن اداروں کی ابھی نجکاری نہیں کی جارہی، اُن میں بھی مزدوروں کو 12 فیصد حصص منتقل کر دیئے جائیں گے۔

بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے اہم پہلو

- ☆ ایسے تمام مستقل یا عارضی ملازمین جن کی مدت ملازمت کم از کم 5 سال ہے اس سکیم میں شامل ہونے کے اہل ہیں اور اپنی ریٹائرمنٹ یا کسی اور وجہ سے ملازمت چھوڑ دینے تک ٹرسٹ کے رکن ہونگے۔
- ☆ ملازمین کو مدتِ ملازمت کے تناسب سے سرکاری حصے میں سے 12 فیصد حصص بالکل مفت دیئے جائیں گے۔
- ☆ ہر ملازم کو ایک سال ایک یونٹ کے حساب سے حصص ملیں گے۔ تاہم زیادہ سے زیادہ بیس یونٹ مل سکتے ہیں۔
- ☆ حصص دیتے ہوئے افسران اور مزدوروں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں کیا جائے گا۔
- ☆ حکومت کے ملکیتی ہر صنعتی و کاروباری ادارے میں تھوڑی سی ابتدائی رقم کے ذریعے ملازمین کا ایک ٹرسٹ تشکیل دیا جا رہا ہے جس کے بورڈ آف ٹرسٹیز میں ملازمین کے نمائندے اور حکومت کے نامزد کردہ افراد شامل ہوں گے۔
- ☆ ادارے کے حصص ٹرسٹ کو منتقل کئے جائیں گے۔
- ☆ ٹرسٹ ملازمین کو ان کی مدتِ ملازمت کے تناسب سے حصص جاری کریں گے۔
- ☆ ملازمین کو دیئے گئے یہ حصص ناقابل انتقال ہوں گے تاہم اُن کو گروی رکھا جا سکے گا۔
- ☆ ریٹائرمنٹ یا ملازمت چھوڑ دینے پر ملازم اپنے سرٹیفکیٹ ٹرسٹ کے حوالے کر دے گا۔
- ☆ ٹرسٹ ان سرٹیفکیٹ/ووچرز کے عوض ملازمین کو ادائیگی کرے گا۔
- ☆ دست بردار شیئرز کو ٹرسٹ اس کے حقیقی مالکان کو منتقل کرے گا۔
- ☆ حکومت مندرجہ ذیل بنیادوں پر حصص واپس خریدنے کی گارنٹی دے گی (1) سٹاک مارکیٹ میں اندراج کروانے والی کمپنی کے حصص کی قدر سٹاک مارکیٹ میں ان کی تازہ ترین قیمت کے مطابق ہوگی (2) ایسی پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی جو سٹاک مارکیٹ میں اندراج نہ رکھتی ہو اس کے آخری آڈٹ کئے ہوئے حسابات کو بنیاد بنا کر ان کی قیمت لگائی جائے گی۔ (3) خصوصی قانون کے ذریعے بنائی جانے والی کمپنی کی قیمت کا تعین بھی آخری سالانہ آڈٹ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔
- ☆ کمپنی کے بورڈ پر ملازمین کے نمائندے کا تقرر حکومت ٹرسٹ کی سفارش پر متعلقہ وزارت کے ذریعے کرے گی۔ اس نمائندگی کے لیے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، مالیاتی وکیل یا اعلیٰ پیشہ ورانہ مہارت اور پندرہ سالہ تجربہ ضروری ہوگا۔
- ☆ ٹرسٹ منافع حاصل کرنے کے حق دار ہوں گے۔
- ☆ مستقبل میں ملنے والے منافع سے ایک فنڈ قائم کیا جائے گا تاکہ انتقال شدہ سرٹیفکیٹ/ووچرز کی ادائیگی کو ممکن بنایا جا سکے۔
- ☆ نجکاری کمیشن متعلقہ وزارت کے ساتھ مل کر خصوصی قانون کے ذریعے بنائی جانے والی کمپنیوں کی کارپوریٹائزیشن کا اہتمام کرے گا۔

بینظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم میں شامل ادارے

لسٹڈ پبلک لمیٹڈ کمپنیاں

1- پاکستان پیٹرولیم لمیٹڈ
2- پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ
3- پاکستان ری انشورنس کمپنی لمیٹڈ
4- پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی لمیٹڈ
5- ماڑی گیس کمپنی لمیٹڈ
6- پاکستان انجینیئرنگ کمپنی لمیٹڈ
7- یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ
8- نیشنل بینک آف پاکستان
9- آئل اینڈ گیس ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ
10- حبیب بینک لمیٹڈ
11- کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
12- سوئی ناردرن گیس پائپ لائن لمیٹڈ
13- سوئی سدرن گیس پائپ لائن لمیٹڈ
14- پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائن کارپوریشن
15- پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن
16- کوٹ ادو پاور کمپنی لمیٹڈ

غیر لسٹڈ پبلک لمیٹڈ کمپنیاں

1- پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن لمیٹڈ
2- لاہور الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
3- ملتان الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
4- لاکھڑا پاور جنریشن کمپنی لمیٹڈ
5- نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ
6- گوجرانوالہ الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
7- شالیمار ریکارڈنگ اینڈ براڈ کاسٹنگ کارپوریشن
8- فرسٹ ویمن بینک لمیٹڈ
9- نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹڈ
10- پاک عرب ریفائنری لمیٹڈ
11- ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن
12- اسلام آباد الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
13- حیدرآباد الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
14- کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینیئرنگ ورکس لمیٹڈ
15- ریلوے کنسٹرکشن پاکستان لمیٹڈ
16- ایسوسی ایٹ موٹل آف پاکستان لمیٹڈ
17- ٹرائبل الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
18- انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بینک
19- سنٹرل پاور جنریشن کمپنی لمیٹڈ
20- سیندک میٹلز لمیٹڈ
21- پشاور الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
22- کوئٹہ الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
23- زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ
24- فیصل آباد الیکٹرک سپلائی کمپنی لمیٹڈ
25- جامشورو پاور جنریشن کمپنی لمیٹڈ
26- نیشنل کنسٹرکشن لمیٹڈ
27- ایس ایم ای بینک لمیٹڈ
28- لاکھڑا کول ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ
29- پاکستان ٹورازم ڈیولپمنٹ کارپوریشن
30- نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسپیچ کمپنی لمیٹڈ
31- ناردرن پاور جنریشن کمپنی لمیٹڈ
32- پاکستان ریلوے ایڈوائزری اینڈ کنسلٹنسی سروسز لمیٹڈ
33- پاکستان ایگریکلچر سٹوریج اینڈ سپلائی کارپوریشن

پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیاں

1- پاکستان مشین ٹول فیکٹری (پرائیویٹ) لمیٹڈ
2- سندھ انجینیئرنگ (پرائیویٹ) لمیٹڈ
3- پاکستان سٹیل فکسڈ کارپوریشن (پرائیویٹ) لمیٹڈ
4- نیشنل پاور کنسٹرکشن کارپوریشن (پرائیویٹ) لمیٹڈ
5- اوورسیز ایمپلائمنٹ کارپوریشن پرائیویٹ لمیٹڈ
6- ٹیلی فون انڈسٹری آف پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ
7- پاکستان ٹورز پرائیویٹ لمیٹڈ

8- ہیوی میکینیکل کمپلیکس پرائیویٹ لمیٹڈ
9- پاکستان الیکٹرک پاور کمپنی لمیٹڈ
10- ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس پرائیویٹ لمیٹڈ
11- پاکستان سیکیورٹی پرنٹنگ کارپوریشن پرائیویٹ لمیٹڈ
12- نیشنل انجینیرنگ سروسز آف پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ
13- پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پرائیویٹ لمیٹڈ
14- پاکستان منرل ڈیویلپمنٹ کارپوریشن پرائیویٹ لمیٹڈ
15- یوٹیلیٹی سٹورز کارپوریشن پرائیویٹ لمیٹڈ
16- پی ٹی ڈی سی موٹلز نارتھ پرائیویٹ لمیٹڈ
17- پاکستان سٹیل فیبریکیٹنگ کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ

کمپنی آرڈیننس 1984 کے تحت غیر رجسٹرڈ کمپنیاں

1- پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن
2- کراچی پورٹ ٹرسٹ
3- نیشنل لاجسٹک سیل
4- پاکستان ریلوے
5- گوادر پورٹ اتھارٹی
6- ایکسپورٹ پراسسنگ زون اتھارٹی
7- واٹر اینڈ پاور ڈیویلپمنٹ اتھارٹی
8- نیشنل ٹیلی کیمونیکیشن کارپوریشن
9- پاکستان پوسٹ آفس
10- نیشنل ہائی ویز اتھارٹی
11- پورٹ قاسم اتھارٹی
12- سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان
13- سول ایوی ایشن اتھارٹی
14- ہائیڈروکاربن ڈیویلپمنٹ انسٹیٹیوٹ آف پاکستان

حصہ سوم

شعبہ جاتی کارکردگی

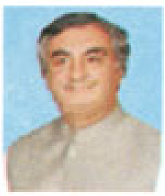
وفاقی کابینہ

وفاقی وزراء

مخدوم امین فہیم — تجارت



ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان — مواصلات



چوہدری احمد مختار — دفاع



عبدالقیوم خان جتوئی — دفاعی پیداوار



حمید اللہ جان آفریدی — ماحولیات



نذر محمد گوندل — خوراک وزراعت



مخدوم شاہ محمود قریشی — امور خارجہ



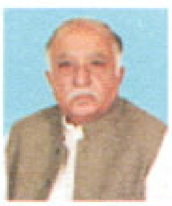
وفاقی وزراء



مخدوم شہاب الدین — صحت



رحمت اللہ کاکڑ — ہاؤسنگ اینڈ ورکس



سید ممتاز عالم گیلانی — انسانی حقوق



میر ہزار خان بجرانی — صنعت و پیداوار



قمر زمان کائرہ — اطلاعات و نشریات

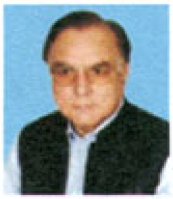
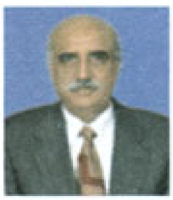
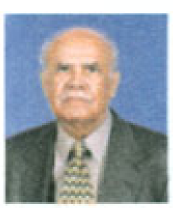


پیر آفتاب حسین شاہ جیلانی — بین الصوبائی رابطہ

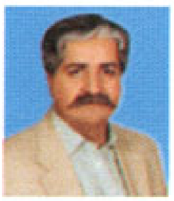
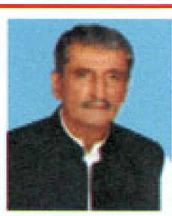


اے۔ رحمٰن ملک — داخلہ

وفاقی وزراء

نام	وزارت	
میاں منظور احمد وٹو	امور کشمیر و گلگت بلتستان	
سید خورشید احمد شاہ	محنت و افرادی قوت	
ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان	قانون، انصاف اور پارلیمانی امور	
میر ہمایوں عزیز کرد	لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ	
جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالعزیز اے۔ تھہیم	مقامی حکومت و دیہی ترقی	
شہباز بھٹی	اقلیتی امور	

وفاقی وزراء

نام	وزارت	تصویر
ڈاکٹر محمد فاروق ستار	سمندر پار پاکستانیز	
سید نوید قمر	پیٹرولیم اور قدرتی وسائل	
ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان	بہبود آبادی	
بابر خان غوری	پورٹس اینڈ شپنگ	
میر اسرار اللہ زہری	پوسٹل سروسز	
وقار احمد خان	نجکاری	
حاجی غلام احمد بلور	ریلوے	

وفاقی وزراء

سید حامد سعید کاظمی — مذہبی امور



محمد اعظم خان سواتی — سائنس و ٹیکنالوجی



ثمینہ گھرکی — سماجی بہبود و خصوصی تعلیم



لال محمد خان — خصوصی اقدامات



میر اعجاز حسین جاکھرانی — کھیل



نجم الدین خان — ریاستی اور سرحدی علاقہ جات

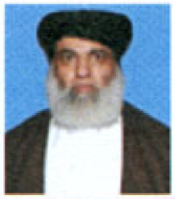


رانا محمد فاروق سعید خان — ٹیکسٹائل انڈسٹری



وفاقی وزراء

عطاء الرحمٰن — سیاحت



راجہ پرویز اشرف — پانی و بجلی



شاہد حسین بھٹو — امورِ نوجوانان



نور الحق قادری — زکوٰۃ و عشر



وزرائے مملکت

چوہدری امتیاز صفدر وڑائچ — مواصلات



ارباب محمد ظاہر — دفاع



سردار سلیم حیدر خان — دفاعی پیداوار



غلام فرید کاٹھیا — تعلیم



حنا ربانی کھر — خزانہ، اقتصادی امور وشماریات



رفیق احمد جمالی — خوراک وزراعت



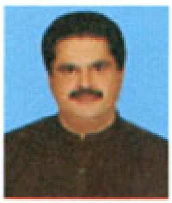
نوابزادہ ملک عماد خان — امور خارجہ



وزرائے مملکت

نام	وزارت	تصویر
محمد طارق انیس	ہاؤسنگ اینڈ ورکس	
آیت اللہ درانی	صنعت و پیداوار	
سید صمصام علی شاہ بخاری	اطلاعات ونشریات	
تسنیم احمد قریشی	داخلہ	
عبدالرزاق	امور کشمیر وشمالی علاقہ جات	
مہرین انور راجہ	قانون انصاف اور پارلیمانی امور	
محمد جدام منگریو	لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ	

وزرائے مملکت

نام	وزارت	تصویر
مسعود عباس	مقامی حکومت و دیہی ترقی	
سردار نبیل احمد گبول	بندرگاہ و جہاز رانی	
محمد افضل سندھو	ریلوے	
شگفتہ جمانی	مذہبی امور	

مشیران

نام	شعبہ	تصویر
سردار آصف احمد علی	تعلیم	
نوابزادہ غضنفر علی گل	سیاسی امور	
میاں رضا ربانی	وزیراعظم کے مشیر	
ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ	خزانہ، محاصل، منصوبہ بندی و اقتصادی امور	
سردار محمد لطیف خان کھوسہ	مشیر برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ٹیلی مواصلات	
بیگم شہناز وزیر علی	سماجی شعبے کے حوالے سے وزیراعظم کی خصوصی معاون	



تعلیم

بنیادی طور پر تعلیم صوبائی معاملہ ہے اور وفاقی وزارت تعلیم پالیسی، نصاب اور رابطہ کی ذمہ دار ہے۔ آمرانہ ادوار کو پاکستان میں تعلیمی ڈھانچے کی اس وفاقی ہیئت کی وجہ سے تعلیمی شعبہ میں قومی مقاصد کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم پی پی پی کے وفاقی نظام کے اندر کام کے تجربہ اور مختلف آرار رکھنے والوں کے ساتھ کام کر کے اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے اس کی قیادت کی بصیرت سے صوبائی سطح پر عمل درآمد اور وفاقی سطح پر پالیسی سازی کا ہونا ایک مثبت پہلو کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

قومی تعلیمی پالیسی کے لئے پالیسی سازی کا عمل اس بات کی ایک اور مثال ہے کہ جو کام آمریت نہیں کر سکتی وہ جمہوریت انجام دے سکتی ہے۔ گزشتہ آمرانہ دور میں ملک سے ناخواندگی کے خاتمے کے بلند بانگ دعوے کئے گئے لیکن ان کو کبھی عملی شکل نہیں دی جا سکی کیونکہ اپنی مرضی کی صوبائی حکومتیں ہونے کے باوجود وہ کام کی وفاقی نوعیت کو نہیں سمجھتے تھے۔ اگر چہ اس دور میں ایک دہائی قبل نئی تعلیمی پالیسی پر کام شروع کیا گیا تاہم یہ آمرانہ دور "تعلیمی شعبہ کی اصلاحات" اور "تعلیم سب کے لئے" جیسے نعروں سے آگے نہیں بڑھ سکا۔

نئی قومی تعلیمی پالیسی 2009ء

عوامی حکومت نے 2008ء میں پالیسی سازی کے عمل کو فعال بنایا۔ پالیسی کو فروری 2009ء میں بین الصوبائی وزرائے تعلیم اجلاس کے ایجنڈے پر رکھا گیا جس سے پالیسی کے بارے میں وفاقی اکائیوں کی رائے معلوم ہوئی۔ اس اجلاس میں تعلیمی شعبہ کے مستقبل کی سمت کے حوالے سے اہم فیصلے کئے گئے۔ حقیقی قومی جذبے کے تحت تعلیمی پالیسی کے مسودہ کی تمام وفاقی اکائیوں کے وزرائے تعلیم نے منظوری دی۔ اس کے بعد تعلیمی پالیسی وفاقی کابینہ کی منظوری کے لئے پیش کی گئی۔

کابینہ نے 8 اپریل 2009ء کو اپنے اجلاس میں پالیسی پر غور کیا اور وزارت تعلیم کو ہدایت کی کہ صوبائی وزرائے تعلیم، ہائیر ایجوکیشن کمیشن، پاکستان انجینئرنگ کونسل، پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل سمیت مختلف متعلقہ حلقوں کی آرا حاصل کی جائیں جبکہ داخلہ اور مذہبی امور کی وزارتوں کو دینی مدارس کو مرکزی دھارے میں لانے کے لئے وسیع تر پالیسی اقدامات وضع کرنے کے لئے کہا گیا۔

قومی تعلیمی پالیسی کی تجاویز پر غور کے لئے صوبائی حکومتوں کو مناسب وقت دینے کے بعد وزیر اعظم نے 8 جولائی 2009ء کو اسے بین الصوبائی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں پیش کیا۔ صوبوں کی تجاویز شامل کرنے کے بعد حتمی پالیسی دستاویز کابینہ کی منظوری کے لئے پیش کی گئی اور 9 ستمبر 2009ء کے وفاقی کابینہ کے اجلاس میں تفصیلی غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر اس کی منظوری دی گئی۔

یہ دستاویز گزشتہ دستاویزات کے دو کلیدی نقائص کا ازالہ کرتی ہے۔ اس پالیسی میں گورننس اصلاحات اور شفاف مانیٹرنگ نظام کا حامل عملدرآمد کا فریم ورک موجود ہے جس کی بنا پر یہ محض باتوں کی حد سے اٹھ کر تعلیم کے شعبے میں بامعنی تبدیلی لانے کا باعث بن سکتی ہے۔ پالیسی پر عمل درآمد کیلئے وفاقی اکائیوں کی مرکزیت کا ادراک کیا گیا ہے جبکہ وفاقی وزارت تعلیم کا کردار رابطہ کار اور سہولت کنندہ کا ہوگا تاکہ قومی سطح پر تعلیمی مقاصد کے حصول کے لئے شعبہ جاتی اور جغرافیائی ہم آہنگی کو یقینی بنایا جا سکے۔ گذشتہ سے ہٹتے ہوئے اس بار ایک شعوری فیصلہ کیا گیا کہ تعلیمی پالیسی محض وفاقی حکومت کا کام نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس میں وفاقی اکائیوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ پالیسی کو صحیح معنوں میں قومی بنانے کیلئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ بین الصوبائی وزرائے تعلیم کانفرنس تمام وفاقی اکائیوں کی نمائندگی کے ساتھ ملک میں تعلیم کی پیش رفت کے جائزہ کے لئے اعلیٰ ترین ادارہ ہوگا۔

قومی تعلیمی پالیسی 2009ء کے نمایاں خدوخال

گورننس کے مسائل اور عمل درآمدی فریم ورک پر مناسب توجہ مرکوز کرنے کے علاوہ پالیسی کی چند نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(i) تعلیم سے متعلق ڈاکار EFA کے مقاصد اور MDGs کو 2015ء تک حاصل کیا جائے گا۔

(ii) اوائل بچپن کی تعلیم (3 سے 5 سال) متعارف کرانا اور اطفال دوست تعلیم کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(iii) پرائمری تعلیم کے لئے باضابطہ عمر 6 سے 10 سال ہوگی۔

(iv) تعلیم میں برابری (صنفی، جغرافیائی، علاقائی، شہری، دیہی) کو فروغ دیا جائے گا۔

(v) گریڈ 11 اور 12 کالج کی تعلیم کا حصہ نہیں ہوں گے اور انہیں سکول کی تعلیم میں ضم کیا جائیگا۔

(vi) حکومتیں غریب طالب علموں کو مفت معیاری تعلیم کی فراہمی کے لئے ہر

صوبہ میں "اپنا گھر" رہائشی سکولوں کا قیام کریں گی۔

(vii) ہر بچے کو گریڈ 1 میں داخلہ پر ایک منفرد شناختی نشان دیا جائے گا جو اس کی پوری تعلیم کے دوران اُس کی پہچان کیلئے استعمال ہوگا۔

(viii) "مفت تعلیم" کی تعریف میں تعلیم سے متعلق تمام اخراجات شامل ہوں گے۔

(ix) ضلع اور تحصیل کی سطح پر تکنیکی اور ووکیشنل تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔ اس پیشہ ورانہ تعلیم کا لیبر مارکیٹ سے رابطہ یقینی بنایا جائے گا۔

(x) اعلیٰ تعلیم کے شعبہ میں اندراج کو 2015ء تک 4.7 فیصد اور 2020ء تک 15 فیصد کیا جائے گا۔

(xi) تعلیم میں سیکٹر پلاننگ کو فروغ دیا جائے گا۔ وفاقی حکومت صوبائی محکمہ ہائے تعلیم کو سیکٹر پلان بنانے میں مدد دے گی۔

(xii) تعلیم کے ضمن میں ملنے والی بیرونی امداد کو بے ہنگم طور پر استعمال ہونے سے بچانے کیلئے مختلف ڈونر پروگراموں کو آپس میں مربوط کیا جائے گا اور ترقیاتی شراکت کاروں اور حکومت کے درمیان بہتر رابطے کے ذریعے اس رقم کا بہترین استعمال ممکن بنایا جائے گا۔

(xiii) خواندگی سمیت وفاقی اور صوبائی سطحوں پر تعلیم کے محکموں کو ایک ادارہ کے تحت لایا جائے گا۔

(xiv) خصوصی تربیتی اور اہلیتی معیارات کے ساتھ الگ تدریسی اور انتظامی کیڈرز متعارف کرائے جائیں گے۔

(xv) سرکاری اور نجی شعبہ کے فرق کو ختم کرنے کیلئے مشترک معیارات، کوالٹی اور ریگولیٹری نظام کے ذریعے ہم آہنگی پیدا کی جائے گی۔

(xvi) عصری علوم اور معیاری مذہبی تدریسی کتب کے ذریعہ دینی مدارس کو مرکزی دھارے میں شامل کیا جائے گا۔

(xvii) تعلیمی عوامل اور نتائج کے لئے کم سے کم قومی معیارات قائم کئے جائیں گے۔

(xviii) وفاقی اور صوبائی حکومتیں 2015ء تک تعلیم کے لئے جی ڈی پی کا 7 فیصد مختص کرنے کا عزم کریں گی اور اس مقصد کے لئے ضروری قانونی کارروائی کی جائے گی۔

(xix) بین الصوبائی وزرائے تعلیم فورم کو قومی تعلیمی پالیسی پر عمل درآمد کے لئے قانونی اختیار حاصل ہوگا۔ حسب ضرورت اس میں ترامیم کے ساتھ ادارہ جاتی شکل دی جائے گی۔

(xx) اساتذہ کی تربیت کے انتظامات، ایکریڈیشن اور سرٹیفکیشن کے طریقہ کار کو معیاری اور ادارہ جاتی شکل دی جائے گی۔

(xxi) حکومتیں اساتذہ کی بھرتی، پیشہ ورانہ مہارت اور ترقی و تعیناتی کے بارے میں صرف میرٹ کو مدنظر رکھنے کیلئے اقدامات اٹھائیں گی۔

(xxii) خواتین اساتذہ کو حسب ضرورت بھرتی کے لئے عمر کی زیادہ سے زیادہ حد میں رعایت دی جائے گی۔

(xxiii) نصاب کی تیاری اور جائزہ کے عمل کو معیاری بنایا جائے گا۔

(xxiv) تعلیم میں انفارمیشن کمیونیکیشن ٹیکنالوجیز کے استعمال کو فروغ دیا جائے گا۔

(xxv) وزارت تعلیم کا نصاب ونگ اور صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈز درسی کتب سے ہر قسم کے صنفی امتیازات کے خاتمہ کو یقینی بنائیں گے۔ تمام نصابی اور درسی کتب کمیٹیوں میں خواتین کی مناسب نمائندگی یقینی بنائی جائے گی۔

(xxvi) تدریسی کتب اور علمی مواد کی مسابقانہ اشاعت کا باقاعدہ نظام متعارف کرایا جائے گا۔

(xxvii) مختلف بورڈ امتحانات میں حصہ لینے والے طالب علموں میں تفریق کو کم کرنے کے لئے امتحانات کا معیاری نظام متعارف کرایا جائے گا۔

(xxix) ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح پر کیریئر کونسلنگ کا آغاز کیا جائے گا۔

(xxx) میٹرک ٹیک نظام دوبارہ متعارف کرایا جائے گا اور سکیم آف سٹڈیز کا از سر نو جائزہ لیا جائے گا۔

(xxxi) سیکنڈری، ہائیر سیکنڈری، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر کھیلوں کی سرگرمیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔

(xxxii) لیبر مارکیٹ کے مطابق صنعت، جدت اور تحقیق و ترقی کے کلچر کا فروغ قومی تعلیمی پالیسی 2009ء کا طرۂ امتیاز ہیں۔

(xxxiii) یہ پالیسی تبدیل شدہ پروگرام سٹرکچر کے ساتھ نیشنل کوالیفکیشن فریم ورک (NQF) تجویز کرتی ہے جو تدریسی اور ووکیشنل/ٹیکنیکل دونوں لحاظ سے ملک میں تمام جملہ اہلیت کا احاطہ کرتا ہے۔

ترقیاتی منصوبے

2008-09ء کے دوران تعلیمی شعبہ کے 17 منصوبے مکمل کئے گئے جبکہ 20 نئے منصوبے منظور کئے گئے اور 2009-2010ء میں پی ایس ڈی پی میں شامل کئے گئے۔ منصوبوں کی مجموعی تعداد 101 ہوگئی ہے جن کے لئے 8097.613 ملین روپے کی مجموعی رقم مختص کی گئی جس میں سے 16 منظور شدہ اور 15 غیر منظور شدہ ہیں۔ پہلی اور دوسری سہ ماہی کے دوران اب تک 1944.898 ملین روپے کی رقم کا اجراء کیا گیا ہے۔

صدر کا تعلیمی شعبہ کی اصلاحات (PESR) منصوبہ:

وزارت تعلیم کے پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ نے صدر کے تعلیمی شعبہ کی اصلاحات منصوبہ کے تحت عدم دستیاب سہولیات کی فراہمی کا آغاز کر دیا ہے۔ 2008ء سے درج ذیل پیش رفت ہوئی ہے۔

نمبر شمار	صوبہ/علاقہ/اضلاع/ایجنسیاں	2008ء میں مجوزہ کل سکول	مکمل شدہ سکول	کام پر پیش رفت	کام ابھی شروع نہیں ہوا
1	سندھ۔6	1052	-	202	850*
2	سرحد۔5	1497	358	68	1071
3	بلوچستان۔6	631	387	-	244*
4	فاٹا۔6	333	22	138	173
5	آزاد کشمیر۔5 @	258	149	109	-
6	گلگت بلتستان۔4 @	449	110	-	339
7	آئی سی ٹی	81	81	-	-
	کل	4301	1107	517	2677

@ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے اعداد و شمار میں 2006-07 کے اعداد و شمار شامل ہیں۔
*2165 سکولوں میں ٹینڈر اور ٹھیکہ دینے کا عمل جاری ہے۔

وزارت تعلیم کے دیگر منصوبے

☆ 26 کیڈٹ کالجوں کا قیام: 15 منظور شدہ کالج: گھوٹکی، اوکاڑہ، پنجگور، ژوب، پسرور، چوآ سیدن شاہ، جعفر آباد، میانوالی، نوشکی، کوہلو، صوابی، چالاس، کنڈ کوٹ، مظفر آباد اور ملتان۔ 11 غیر منظور شدہ کالج: چارسدہ، چترال، لکی مروت، سوات، کیوبہ، گوادر، بولان، زیارت، پشین اور شنگر۔

☆ گوادر انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی گوادر (بلوچستان) کا قیام

☆ وفاقی کالج برائے ہوم اکنامکس، اسلام آباد کا قیام

☆ بنیادی تعلیمی کمیونٹی سکولز کا قیام اور فعالیت۔ آزاد کشمیر، فاٹا اور گلگت بلتستان سمیت تمام پاکستان۔

☆ گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ پشین، قلعہ عبداللہ، تربت اور گلگت

اصلاحاتی منصوبہ کے تحت 288 دینی مدارس میں ان کے اساتذہ کی تنخواہوں کے لئے 50.3 ملین روپے کی رقم تقسیم کی گئی۔ درجنوں مدارس کی نگرانی اور جائزہ لیا گیا اور انہیں مرکزی دھارے میں لانے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے۔

2009-10ء کے دوران 22 نئے ضلعی دفاتر قائم کئے گئے جن میں سے تین گلگت بلتستان میں تھے۔ گلگت بلتستان میں ایک ہزار سے زائد سوشل ایکشن پروگرام کے سکولوں کو اپنایا گیا۔ ملک بھر میں 4200 نئے بنیادی تعلیمی کمیونٹی سکولوں کو کھولنے کے لئے ایک فیلڈ سروے جاری ہے۔ حکومت نے 8 اکتوبر کے زلزلے سے تباہ ہونے والے درجنوں سکولوں کی جگہ آزاد کشمیر میں کمیونٹی سکولوں کی تعمیر کے لئے 121.691 ملین روپے کی لاگت کے 3 سالہ منصوبہ کی منظوری دی ہے۔ 2008-09ء کے دوران آزاد کشمیر میں 3 سکول مکمل کئے گئے جبکہ 17 سکول تکمیل کے قریب ہیں۔

حکومت نے ماسٹر ڈگری اور ڈاکٹریٹ پروگراموں کے لئے وظائف کو 300 ڈالر سے 400 ڈالر ماہانہ تک بڑھا دیا ہے۔ اسلام آباد میں وفاقی نظامت تعلیمات نے 2009-10ء میں 1687 اساتذہ بھرتی کئے جبکہ کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے 615 ملازمین کو مستقل کیا۔ طالب علموں کو مزید تعلیم کے لئے سیکنڈری اور ہائیر سیکنڈری سکول کی سطحوں پر تعلیمی اہلیت کے مساوی ہونے کی اسناد جاری کی گئیں۔ 98905 سیکنڈری سکول سرٹیفکیٹس، ہائیر سیکنڈری سکول اسناد اور درخواست گزاروں کے ڈپلوموں کی بیرون ممالک مزید تعلیم کے لئے تصدیق کی

2008ء سے کئی انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ پارٹنرز نے پاکستان میں تعلیمی شعبہ کی ترقی کے لئے بیرونی معاونت فراہم کی۔ ''تعلیمی پالیسی معاون پراجیکٹ میں صنف'' کے منصوبہ پر شعبہ برائے بین الاقوامی ترقی (DFID) کی طرف سے 3.5 ملین پاؤنڈ کے فنڈ سے عمل درآمد جاری ہے، جس کے لئے یونیسف کی معاونت حاصل ہے۔ یو ایس ایڈ نے ''پاکستان میں ٹیچر ایجوکیشن کے استحکام'' کے منصوبہ میں 2.138 ملین ڈالر کی معاونت کی ہے تاکہ ٹیچر سرٹیفکیشن اینڈ ایکریڈیشن کے لئے قومی معیارات اور حکومت کی استعداد کار، پالیسی فریم ورک اور رابطہ کو بہتر بنایا جا سکے۔

یو ایس ایڈ نے ''ٹیچرز پروفیشنل ڈویلپمنٹ، طالب علم اور کامیابیاں، سندھ، بلوچستان، اسلام آباد اور فاٹا میں گورننس'' کے بارے میں 90 ملین ڈالر کی لاگت سے ''ایڈلنکس'' پروگرام میں معاونت کی۔ یو ایس ایڈ نے 75 ملین ڈالر مالیت سے شروع کردہ ''پری سروس ٹیچرز ایجوکیشن پروگرام'' کے لئے فنڈ فراہم کئے۔ سٹریٹجک مقاصد کے لئے گرانٹ معاہدہ کے تحت یو ایس ایڈ نے سال 2009ء کے دوران بنیادی تعلیم کے لئے 121 ملین ڈالر کی اضافی رقم مختص کی۔

پاکستان کے تین امیدواروں کو پولینڈ میں تحقیقی تعلیم کے لئے یونیسکو/ پولینڈ مشترکہ سپانسر فیلوشپ پروگرام کے لئے منتخب کیا گیا۔ پاکستان کی ایک امیدوار کو گزشتہ برس حیاتیاتی سائنسز میں یونیسکو، لاریل کو سپانسرڈ فیلوشپ برائے نوجوان خواتین کے لئے چنا گیا۔ پاکستان کے ایک امیدوار کو ہارورڈ گریجویٹ سکول آف ایجوکیشن، امریکہ میں تعلیم کے میدان میں پوسٹ گریجویٹ تعلیم کے لئے یونیسکو فیلوشپ دی گئی۔ صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈز، نصاب کے بیوروز، قومی نصاب اور قومی درسی کتب کے بارے میں ٹیچر ٹریننگ اداروں کے 40 سبجیکٹ سپیشلسٹس کو تربیت دی گئی۔

تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم وتربیت

تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم اور تربیت اقتصادی ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ عوامی حکومت نے ہنر مندی اور مہارت یافتہ افرادی قوت کی فراہمی کو ترجیح دی ہے۔ وسط مدتی فریم ورک حکومت کی تکنیکی تعلیم کے فروغ اور پیشہ ورانہ تربیت کے نظام کے پالیسی مقصد کو اجاگر کرتا ہے، جس کے تحت ساڑھے 9 لاکھ افرادی قوت تیار کی جائے گی۔ 2008ء سے قومی کمیشن برائے پیشہ ورانہ تعلیم وتربیت نے مندرجہ ذیل اصلاحات کا آغاز کر کے نظرانداز کئے گئے شعبوں کو ترجیح دی ہے۔

- ☆ قومی پالیسیاں اور حکمت ہائے عملی
- ☆ قوانین اور ضوابط
- ☆ ایکریڈیٹیشن، سرٹیفکیشن، مہارت کے معیارات اور نصاب
- ☆ انسٹرکٹر ٹریننگ
- ☆ کارکردگی جائزہ کا نظام
- ☆ قومی اور بین الاقوامی رابطے
- ☆ لیبر مارکیٹ انفارمیشن سسٹم
- ☆ نیشنل کوالیفکیشن فریم ورک
- ☆ تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے لئے جدید پروگرام
- ☆ تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کی ترقی بذریعہ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ
- ☆ فنڈز کو یقینی بنانا
- ☆ روڈ شو، مشترکہ کانفرنسوں، سمپوزیم، دوروں، ورکشاپوں اور نمائشوں کا اہتمام۔

قومی حکمت عملی برائے ہنرمندی

''نیوٹک'' نے ہنرمندی کی قومی حکمت عملی برائے 13-2009ء مرتب کی ہے۔ یہ حکمت عملی نصاب کی بجائے اہلیت پر مبنی تربیت کی طرف منتقلی پر زور دیتی ہے۔ یہ عمل درآمد کے مرحلہ میں تدارک کے اقدامات اختیار کر کے تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو ادارہ جاتی شکل دینے کی حامل ہے۔ یہ حکمت عملی ایسا فریم ورک متعین کرتی ہے جو ہنرمندی کے نظام کی اصلاح کے لئے عالمی معیارات اور حکومت کے متعین کردہ درج ذیل مینڈیٹ کے حصول میں معاون ہوگا:۔

- ☆ اہلیت پر مبنی تربیت
- ☆ نجی شعبہ کا وسیع تر کردار
- ☆ مراکز فضیلت
- ☆ Entrepreneurship کی حوصلہ افزائی
- ☆ پالیسی سازی کو صحیح خطوط پر استوار کرنا
- ☆ اندراج اور ایکریڈیشن ادارے
- ☆ تربیتی اداروں کی انتظامی اصلاحات

☆ تحقیق و ترقی
☆ خواتین کے لئے ہنر
☆ کارکنوں کی غیر رسمی معیشت کی ہم آہنگی
☆ کیریئر رہنمائی
☆ سکولوں میں ووکیشنل تعلیم
☆ ہنر سکھانے کی صورتحال بہتر بنانا

ہنرمند پاکستان پروگرام

وزیراعظم کی ہدایت کی روشنی میں ''نیوٹک'' نے سرکاری شعبہ کے تربیتی اداروں کی معاونت سے ہنر سکھانے کے قلیل مدتی پروگرام شروع کئے ہیں جن میں سے بیشتر پروگرام 6 ماہ کے کورسز پر مبنی ہیں۔ یہ تعمیرات، زراعت، آئی ٹی اور ٹیلی مواصلات و خدمات سمیت 4 ترجیحی شعبوں پر محیط ہے جبکہ دیگر شعبوں میں ہلکی انجینئرنگ، خدمات، روایتی تجارت اور ٹیکسٹائل پر بھی توجہ دی جارہی ہے۔

قومی کمیشن برائے انسانی ترقی

قومی کمیشن برائے انسانی ترقی پاکستان بھر کے 134 اضلاع اور فاٹا، گلگت بلتستان اور آزاد جموں و کشمیر میں سرگرم عمل ہے۔

بنیادی پروگرام

- ☆ تعلیم
- ☆ صحت
- ☆ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے لئے رضا کار
- ☆ گلوبل ریسورس موبلائزیشن
- ☆ خصوصی منصوبہ جات

تعلیم

تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق اور ریاست کی ذمہ داری ہے۔ حکومت پاکستان نے کم سے کم ممکنہ وقت میں "تعلیم سب کے لئے" فراہم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے لیکن ابھی تک تقریباً 50 ملین افراد ناخواندہ ہیں۔ MDGs اور "تعلیم سب کے لئے" کے مقاصد کے حصول میں حکومت کی مدد کرنا NCHD کے تعلیمی پروگرام کی



بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کمیشن نے "تعلیم سب کے لئے" کو ترجیح دی ہے اور اس حوالہ سے دو جہتی حکمت عملی اختیار کی ہے۔

- ☆ سکولوں میں تمام بچوں کے اندراج اور انہیں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہونے سے پہلے سکول نہ چھوڑنے کو یقینی بناتے ہوئے ناخواندہ افراد کی تعداد میں سالانہ اضافہ کو روکنا۔
- ☆ مقامی آبادیوں میں خواندگی پروگراموں پر عملدرآمد سے بالغ ناخواندہ افراد کی تعداد کو کم کرنا۔

NCHD یقین رکھتا ہے کہ ہر انسان کو معیاری تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے اور حکومت سب کو حتی کہ نا قابل رسائی افراد کو بھی تعلیم فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے۔ ان حالات میں NCHD یونیورسل پرائمری ایجوکیشن (UPE) پروگرام اساتذہ کی تربیت، اضافی اساتذہ کی فراہمی اور فیڈر سکولوں کے ذریعے وزارت تعلیم/محکمہ تعلیم کو تقویت دے رہا ہے۔ یہ پروگرام مسلسل اور پائیدار بہتری کے حصول کے لئے مضبوط اور بامقصد کمیونٹی رابطوں کو استوار کر کے تعلیمی نظام میں سہولت پیدا کرتا ہے اور اس طرح حکومت کو ملک کے ہر بچے کو معیاری پرائمری تعلیم فراہم کرنے کے چیلنج سے نبرد آزما ہونے میں مدد ملتی ہے۔

NCHD کے UPE پروگرام کے مقاصد

- ☆ 100 فیصد اندراج (عمر 5-7 سال)
- ☆ سکول چھوڑنے کی شرح کو 50 فیصد سے نیچے لا کر 10 فیصد سے بھی کم کرنا۔
- ☆ اساتذہ کی تربیت کے ذریعے معیاری تعلیم کو یقینی بنانا

UPE پروگرام کی حکمت عملی

- o 9 سال تک کی عمر کے بچوں کا گھر گھر شماری سروے اور 5 سے 7 سال تک کی عمر کے سکول نہ جانے والے بچوں کے لئے بنیادی سطح کے ڈیٹا کی تیاری۔
- o سکولوں میں بچوں کے اندراج کو فروغ اور سکول چھوڑنے کی شرح میں کمی کے لئے مقامی آبادی کو متحرک کرنا۔
- o سرکاری سکول نہ رکھنے والے علاقوں میں اساتذہ کے ساتھ 5 سے 7 سال کی عمر کے بچوں کے لئے "فیڈر سکول" کا قیام۔
- o UPE میں پرائمری سکول اساتذہ کی تربیت اور معیاری تعلیم۔
- o زیادہ اندراج کے لئے سرکاری سکولوں کو "فیڈر اساتذہ" کی فراہمی۔

پروگرام کے کوائف

- o احاطہ شدہ اضلاع: 134 اضلاع
- o 17500 کمیونٹی پر مبنی فیڈر سکولوں کا قیام
- o 21000 فیڈر اساتذہ کی تربیت اور سرکاری سکولوں میں تعیناتی
- o UPE میں 296276 پرائمری اساتذہ کو تربیت دی گئی۔
- o 9 سال تک کی عمر کے بچوں کے بارے میں اعداد و شمار کے لئے 16.3 ملین گھرانوں پر مشتمل گھر گھر سروے۔
- o سکول نہ جانے والے 8.2 ملین بچوں کا اندراج۔
- o مجموعی شرح اندراج میں 54 فیصد سے 85 فیصد تک اضافہ۔
- o سکول چھوڑنے والے بچوں کی شرح میں 50 فیصد سے 18 فیصد تک کی کمی (کچی / پکی جماعتوں میں)
- o 21000 سے زائد فیڈر اساتذہ کی تربیت اور پرائمری سکولوں میں تعیناتی۔
- o 30 ہزار دیہات میں 40 ہزار رضا کاروں کو متحرک کرنا۔



تعلیم بالغاں

معیارِ زندگی کو بہتر بنانے اور انسانی وسائل کی ترقی میں تعلیم بالغاں کی کلیدی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے NCHD، 2015ء تک شرح خواندگی کو 86 فیصد تک بڑھانے کے مشن کے ساتھ اپنے پروگرام پر عمل پیرا ہے۔ تعلیم بالغاں کا پروگرام ماضی کی ناکامیوں سے سبق سیکھتے ہوئے وضع کیا گیا۔

NCHD نے 11 سے 45 سال کی عمر کے ایسے افراد بالخصوص خواتین جو کبھی سکول نہیں گئے یا سکول چھوڑ گئے تھے، کو بنیادی خواندگی امور سے آگاہ کرنے کے لئے مقامی آبادیوں میں مراکز تعلیم بالغاں قائم کئے۔

آسان پڑھائی کے لئے نصاب اور تدریسی کتب تیار کی گئیں اور عملی طور پر مقامی آبادیوں کو متحرک کیا گیا کہ وہ اساتذہ اور جگہ فراہم کریں۔

ان مراکز میں خواتین کی شرکت کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

6 ماہ کا کورس مکمل ہونے کے بعد ایسے افراد یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ:

- o تیسری جماعت کے مساوی بنیادی تعلیم کا حصول۔
- o اردو کی آسان تحریر پڑھ سکتے ہیں۔
- o آسان خط لکھ سکتے ہیں۔
- o جمع نفی، تقسیم اور ضرب کی استعداد کے ساتھ چار ہندی اعداد و شمار کا فہم رکھتے ہیں۔

پروگرام کے کوائف

- o احاطہ شدہ اضلاع: 134
- o 120263 تعلیم بالغاں مراکز کا قیام
- o 2.5 ملین بالغ افراد خواندہ بنے جن میں سے 90 فیصد خواتین تھیں۔
- o 150000 سے زائد اساتذہ کی تعلیم بالغاں تدریسی مہارتوں کی تربیت۔
- o خواندگی مراکز کے انتظام میں 12000 سپروائزر کی تربیت
- o پروگرام پر عملدرآمد اور اس کے انتظام کے حوالہ سے 2 ہزار پیشہ وارانہ عملہ اور 100 سول سوسائٹی تنظیموں کی تربیت۔
- o 3750 مراکز کے قیام سے بعد از خواندگی پروگرام کا پائلٹ منصوبہ کے طور پر نفاذ جس میں اردو/سندھی زبان پر عبور کی سطح بڑھانا اور نئے خواندہ افراد کو انگریزی سکھانا شامل ہے۔
- o پنجاب میں آزمائشی سرگرمی کے طور پر 4 کمیونٹی لرننگ سنٹرز (CLCs) کا قیام اور این ڈبلیو ایف پی ڈویلپمنٹ آف آئی سی ٹی بیسڈ لٹریسی کٹ (پاکستان میں پہلی آئی سی ٹی کٹ) 2 کمیونٹی لرننگ سنٹرز میں آزمائش۔

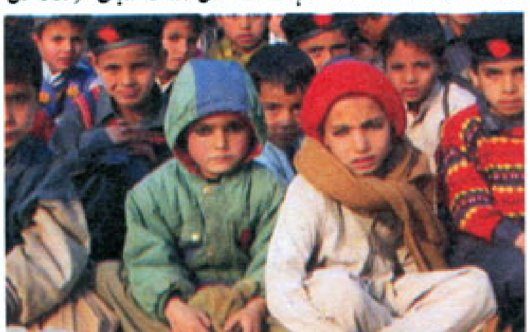
قومی کمیشن برائے انسانی ترقی کا عبوری مرحلہ

پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کی طرف سے NCHD کے بارے میں خصوصی کمیٹی کی تشکیل:

عوامی حکومت نے NCHD کے معاملات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ جس کا مقصد NCHD کے مستقبل کے کردار کا فیصلہ کرنا تھا۔

اس کمیٹی نے درج ذیل اہم فیصلے کئے جو NCHD کے تعلیمی پروگرام کو جاری رکھنے کے فیصلہ پر منتج ہوئے۔

- ☆ NCHD نے UPE کے ہدف کے حصول اور ناخواندہ بالغ افراد کو خواندگی



کی مہارت سے روشناس کرنے کے لئے صوبائی حکومتوں کے لئے ٹھوس عملدرآمدی ماڈل تیار کئے تھے۔
- ☆ NCHD نے UPE کے حصول اور بالغوں کی شرح خواندگی بہتر بنانے کے لئے متعلقہ صوبائی محکمہ جات تعلیم کی مدد کے لئے بہت زیادہ کام کیا تھا۔
- ☆ کمیشن ملک کے 122 اضلاع میں سہولیات سے آراستہ دفاتر کے نیٹ ورک کے ساتھ تربیت یافتہ ماہرین کی سب سے بڑی ٹیم کا حامل ہے جو "تعلیم سب کے لئے" (EFA) مقاصد کے تیز تر حصول کے لئے معاون ہے۔
- ☆ NCHD واحد وفاقی ادارہ ہے جو ملک کی 100 فیصد آبادی تک سب سے زیادہ رسائی کے ساتھ تکنیکی، انسانی اور عملی وسائل رکھتا ہے۔
- ☆ تمام صوبوں نے اپنے اپنے صوبے اور علاقوں میں EFA/MDGs کے تیز تر حصول کے لئے NCHD کی معاونت طلب کی۔

خصوصی کمیٹی نے NCHD کو MDGs کے حصول کے لئے صوبوں کی

ضروریات کے پیشِ نظر تفصیلی غور و خوض اور ہر صوبے کے لئے مربوط منصوبہ وضع کرنے کے لئے صوبائی فریقین کے ساتھ بامقصد اجلاس کرنے کی بھی ہدایت کی۔

قومی مشاورتی ورکشاپ

خصوصی کمیٹی کے فیصلوں کے مطابق NCHD نے آزاد کشمیر سمیت صوبائی ٹیموں کے ساتھ اجلاس کئے۔ تعلیمی پروگرام کے تمام فریقین کے ساتھ ابتدائی مشاورت اور تبادلہ خیال کے بعد NCHD نے 17 اور 18 فروری 2009ء کو اسلام آباد میں پلاننگ کمیشن میں ایک قومی مشاورتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ اس کا مقصد ایک یکساں، معیاری اور قومی خواندگی پالیسی وضع کرنے کے لئے اتفاق رائے پیدا کرنا اور NCHD کے آئندہ خواندگی پروگراموں اور اس کے کردار کے بارے میں شرکاء سے قابل قدر آراء اور تجاویز حاصل کرنا تھا۔ شرکاء نے سفارش کی کہ NCHD کو تعلیم بالغاں کے لئے نئے اعلیٰ ادارے کی تشکیل جس کی عالمی وعدہ کردہ اہداف کے حصول کے لئے اشد ضرورت ہے، تک رہنما ادارہ کے طور پر اپنا خواندگی پروگرام جاری رکھنا چاہیے۔

NCHD پی سی۔1، 2009-12ء اور نئی چیئرپرسن

NCHD کے بارے میں خصوصی کمیٹی کی سفارش پر صوبوں کے ساتھ مکمل مشاورت سے پی سی 1 مرتب کیا گیا۔ مئی 2009ء میں سنٹرل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی نے 3 سالہ منصوبہ منظور کیا۔ موجودہ حکومت نے محترمہ نفیسہ شاہ کو جولائی 2009ء میں NCHD کی نئی چیئرپرسن تعینات کیا اور 8.2 بلین روپے مالیت کے پی سی 1 کی منظوری دے دی۔

یہ اقدامات منفرد سرکاری و نجی شراکتی ادارہ، اس کے تربیت یافتہ انسانی وسائل اور جدت کے حامل پروگراموں و حکمت عملی کے ساتھ ملک بھر میں اس ادارہ کی موجودگی کے لئے معاونت جاری رکھنے کے لئے حکومتی آمادگی کے مظہر ہیں اور یہ ادارہ 2015ء تک MDGs کے حصول کے لئے صوبائی اور ضلعی محکمہ جات تعلیم کی معاونت کی بھرپور صلاحیت کا حامل ہے۔



NCHD تعلیمی منصوبہ 2009-12ء

پی سی 1 (2009-12ء) کے مطابق NCHD پاکستان کے 134 اضلاع میں عالمگیر پرائمری تعلیم اور خواندگی منصوبوں پر عملدرآمد کرے گا۔ وزیر اعظم جناب سید یوسف رضا گیلانی نے 8 ستمبر 2009ء کو اس منصوبہ کا افتتاح کیا۔

اہم خدمات	2009-2012ء
اعداد و شمار کی تدوین	22 ملین گھرانے
شریک عمل سرکاری اساتذہ	93185
اندراج میں معاونت	10 ملین
سکول چھوڑنے میں کمی	50 فیصد سے 20 فیصد تک کم کرنا
قائم کئے جانے والے تعلیم بالغاں مراکز	107040
سیکھنے کے لئے اندراج کرانے والوں کی تعداد	2676000

صحت

موجودہ اندازوں کے مطابق پاکستان میں مجموعی اموات کا 80 فیصد اور تمام بیماریوں کا تقریباً 90 فیصد ایسی بیماریوں کے نتیجہ میں ہوتا ہے جو قابل علاج سمجھی جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر 5 میں سے 4 اموات سے بچا جا سکتا ہے جبکہ علیل ہونے والے ہر 10 میں سے 9 افراد بیماری سے بچ سکتے ہیں۔

ان غیر ضروری اموات اور بیماریوں کے زیادہ تر اسباب یہ ہیں:۔

(الف) بالعموم صحت کے حوالے سے نامناسب رویہ جات

(ب) آبادی کے ایک بڑے حصہ کی بنیادی صحت نگہداشت خدمات تک عدم رسائی۔

NCHD کے صحت کے پروگرام بالخصوص معاشرے کے محروم ترین طبقات کو صحت کی بنیادی سہولیات کی فراہمی میں حکومت کی کوششوں میں معاونت کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ NCHD کے صحت اقدامات میں توجہ کا محور صحت کی نگہداشت تک رسائی میں اضافہ، موجودہ صحت کے نظام کو تقویت دینا اور تشکیل نو کرنا، عوام میں ان کی صحت کی بہتری کے لئے استعداد کار بڑھانا اور صحت سے متعلق تعلیمی رکاوٹوں پر توجہ دے کر پرائمری سکول کے طالب علموں کے لئے نظام استوار کرنا ہے۔

ہیلتھ پروگرام کے اجزاء

- ☆ پنجاب مربوط بنیادی صحت نگہداشت ماڈل پروگرام
- ☆ سکول ہیلتھ پروگرام
- ☆ قومی ORS مہم

پنجاب مربوط بنیادی صحت کی نگہداشت کا ماڈل پروگرام

اس پروگرام کا مقصد بنیادی صحت عامہ کے نظام کی مضبوطی اور تشکیل نو سے بنیادی علاج اور تمام احتیاطی ہیلتھ کیئر خدمات تک رسائی کو یقینی بنانا ہے۔ اس عمل میں مقامی آبادی کی صحت کی ضروریات، نظام کی استعداد کار کا تعین اور ضروریات کے مطابق خدمات کو ہم آہنگ کرنا شامل ہے۔ اس کے اہم اجزاء میں مقامی طبقوں کی شرکت، بنیادی مرکز صحت کی سطح پر تمام تر صحت سہولیات کی ہم آہنگی اور گھر سے لے کر اعلیٰ سطح کی صحت سہولیات تک Referral System کا قیام شامل ہے۔



پروگرام کے کوائف

- احاطہ شدہ اضلاع: 12
- احاطہ کردہ بنیادی مراکز صحت کی تعداد: 916
- استفادہ کرنے والے افراد کی تعداد: 22.7 ملین

سکول ہیلتھ پروگرام

یہ پروگرام پرائمری سکول کے طالب علموں میں کمزور نظر، کم سماعت، دانتوں اور جلد کے مسائل جیسے پڑھائی میں درپیش مشترکہ مسائل اور رکاوٹوں کی نشاندہی اور ان کے حل کے لئے استعداد پیدا کرنے کے لئے ضلع کی سطح پر نظام وضع کرنے کا حامل ہے۔ یہ پروگرام کم اندراج، غیر حاضری، کلاس میں ناقص کارکردگی اور جلد سکول چھوڑ دینے جیسے بنیادی عوامل پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔

سکول ہیلتھ پروگرام (SHP) 08-2005ء سے پاکستان بھر کے 16 اضلاع میں شروع کیا گیا۔ اس کی تفصیلات یہ ہیں:۔

این ڈبلیو ایف پی: مردان، مانسہرہ اور کرک

پنجاب: اٹک، نارووال، رحیم یار خان، راجن پور اور گجرات

سندھ: گھوٹکی، ٹھٹھہ، بدین اور نوشہرو فیروز

بلوچستان: مستونگ، پشین، قلعہ سیف اللہ اور جعفر آباد

اس عرصہ کے دوران بصری صلاحیت، سمعی استعداد، ڈینٹل ہیلتھ اور جلد کے مسائل کے حوالہ سے 1.8 ملین پرائمری سکول کے بچوں کا معائنہ کیا گیا۔ سکریننگ کے عمل کے لئے 60 ہزار سے زائد پرائمری اساتذہ کو تربیت دی گئی اور کمزور بصارت کے حامل 40 ہزار سے زائد طالب علموں کو نظر کی عینکیں فراہم کی گئیں۔

اس وقت سکول ہیلتھ پروگرام، پنجاب مربوط صحت کی نگہداشت ماڈل پروگرام کا حصہ ہے۔

پروگرام کے کوائف

- احاطہ کردہ اضلاع: 16
- احاطہ کردہ سرکاری پرائمری سکول: 23266
- سکول ہیلتھ پروگرام کے تحت تربیت یافتہ اساتذہ: 65446
- مستفید ہونے والے طالب علم: 1.86 ملین
- طالب علم جن کو نظر کی عینکیں فراہم کی گئیں: 43543

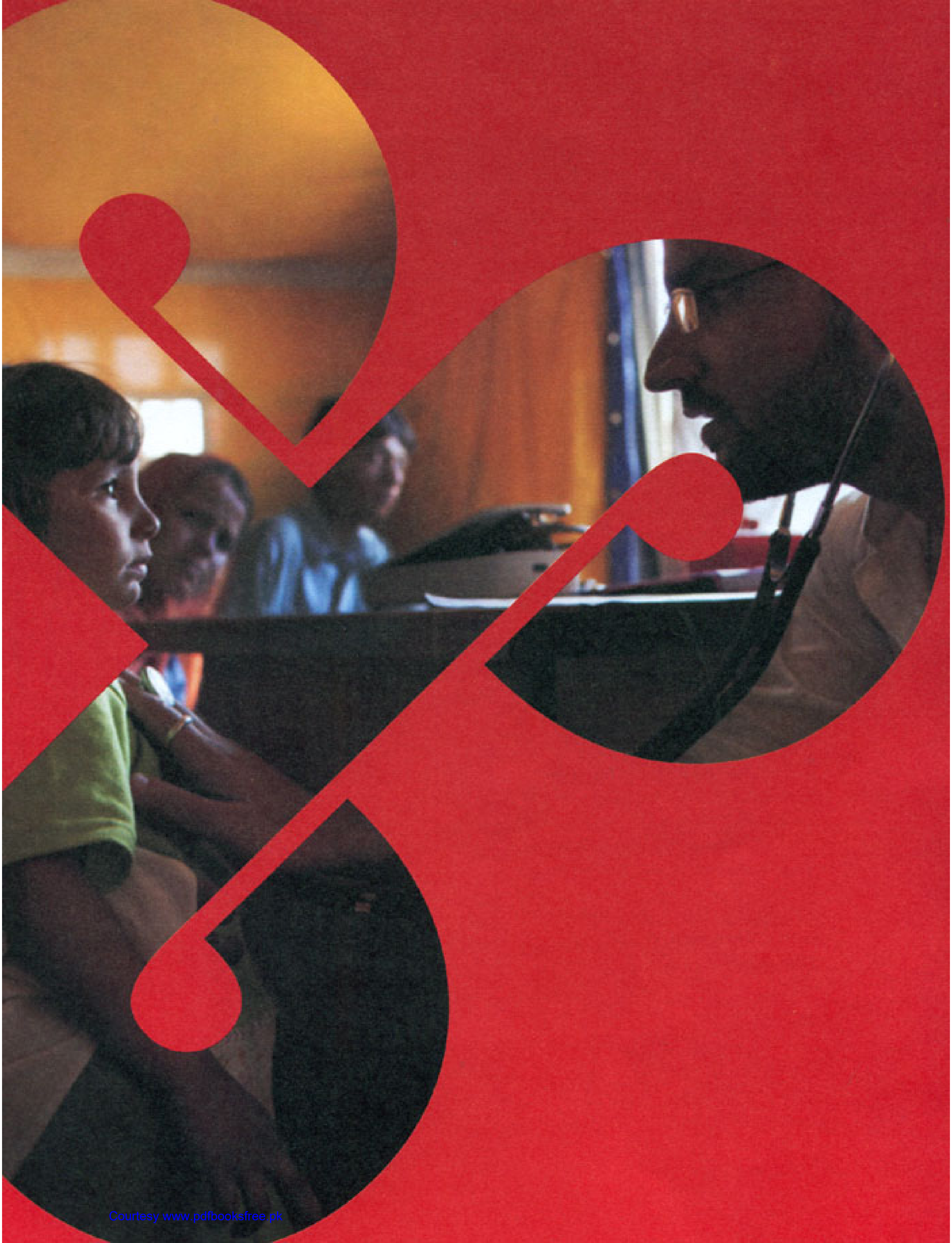
تمام پرائمری سکول طالب علموں (1.86 ملین) کی سال میں 2 مرتبہ سکریننگ کی گئی اور ایسے تمام طلباء کو جن کو صحت کے حوالہ سے مسائل درپیش تھے صحت عامہ کے مراکز کو بھیجا گیا اور درج ذیل اہم نتائج اخذ کئے گئے:۔

- کمزور بصارت کے حامل طالب علموں کی شرح فیصد: 3.31
- آنکھوں کی بیماریوں کے حامل طالب علموں کا تناسب: 1.31
- کمزور سماعت کے حامل طالب علموں کا تناسب: 1.04
- کانوں کی بیماریوں کے حامل طالب علموں کا تناسب: 1.2
- دانتوں کے مسائل کا شکار طالب علموں کا تناسب: 5.02
- جلد کے مسائل کا شکار طالب علموں کا تناسب: 2.94

قومی ORS مہم

پاکستان میں ہر منٹ کے بعد ایک بچہ مر رہا ہے اور ہر پانچویں موت اسہال یا اسہال سے متعلق اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اسہال ہر سال بچوں کی اموات کا 30 فیصد سبب بنتا ہے۔ اسہال میں موت کی بڑی وجہ جسم سے نمکیات یا پانی کی کمی ہوتی ہے جبکہ ORS پلا کر پانی یا نمکیات کی کمی بروقت آسانی سے دور کی جا سکتی ہے۔ یہ عالمی ادارہ صحت کی طرف سے 21ویں صدی کی واحد موثر ترین زندگی بچانے والی دوا (طریقہ) تسلیم کیا گیا ہے۔

NCHD نے ORS کی تیاری اور پلانے میں ہر گھرانے کی کم از کم ایک خاتون کو تربیت دینے کے مقصد کے ساتھ ORS مہم شروع کی۔ اس مہم کے ذریعے NCHD نے پاکستان کے 80 اضلاع میں کم و بیش 13.77 ملین خواتین کو تربیت دی۔



صحت

2008ء میں پیپلز پارٹی نے اقتدار سنبھالا تو صحت کے شعبے میں نہایت سنگین مسائل درپیش تھے۔ صحت کے اشاریے بعض افریقی ممالک سے بھی کم تھے۔ زچہ گان کی اموات کی شرح 260فی 100,000 تھی اور شیر خوار بچوں کی شرح اموات 78فی 1000 تھی جو نہایت خطرناک حد تک زیادہ تھی۔ بیماریوں سے بچاؤ کی باقاعدہ کوریج صحت عامہ کے لئے فنڈنگ، (جی ڈی پی کے ایک فیصد سے نیچے) غیر متعدی بیماریوں کا 38فیصد پھیلاؤ اور 454 فیصد اموات پر بیماریوں کا دباؤ ملک میں صحت کی بدانتظامی کی خبر دیتا ہے۔

وزارت صحت معاشرے کے نادار اور غیر مراعات یافتہ طبقات پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے صحت کے تمام اشاریوں کو بہتر بنانے کے لئے حکومت کے ایجنڈے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تمام تر کوششیں کر رہی ہے۔ حکومت کی حکمت عملی علاج سے احتیاط، شہری سے دیہی اور زیادہ تکنیکی لاگت سے بنیادی صحت کی خدمات کی جانب منتقلی ہے۔ صحتِ عامہ، خصوصاً خواتین اور بچوں کی صحت وعلم غذائیت پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے۔

نئی صحت پالیسی

ایک جامع صحت پالیسی کا نفاذ عوامی حکومت کے چند ابتدائی اقدامات میں سے تھا۔ یہ پالیسی برابری اور مساوات کے تصور پر مبنی ہے۔ جاری پروگراموں پر عملدرآمد کے لیے کلیدی قومی احتیاطی وپیشگی اقدامات میں توسیع کر کے صحت کی خدمات کو تقویت دی گئی ان میں ایمرجنسی ہیلتھ کیئر خصوصاً تولیدی صحت، ضروری علاجی خدمات کو بہتر بنانا، بڑی متعدی بیماریوں کی روک تھام، زچہ وبچہ کی صحت کا تحفظ اور خواتین کی صحت شامل ہے۔ 1994 میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی جانب سے شروع کی گئی پولیو کے خطرات سے آگاہی کی مہم کو دوبارہ بحال کیا گیا ہے۔ صحت کے علاوہ نیشنل ہائی ویز، موٹر ویز پولیس اور بڑے شہروں میں ٹریفک پولیس، نادرا، پی ٹی اے اور پاکستان پوسٹل سروسز جیسے شعبے صحت کے اہداف حاصل کرنے میں تعاون کر رہے ہیں۔ حکومت کا فوری اعلان 20,000 تک لیڈی ہیلتھ ورکرز (ایل ایچ ڈبلیوز) کا تقرر کرنا تھا جن میں سے تقریباً 50فیصد کو نوکریوں پر لے لیا گیا ہے۔ اس طرح ان کی کل تعداد 11,000 ہوگئی ہے۔ اگلے مرحلہ میں مزید 10,000 کا اضافہ کیا جائے گا۔

اسی طرح ملک بھر کے دیہی علاقوں کے لئے 12000 دائیوں کو تربیت دی جارہی ہے جبکہ دائیوں کے 20اسکول بھی قائم کیے گئے ہیں۔ نوزائیدگان کی چوبیس گھنٹے نگہداشت کے لئے بنیادی صحت کے تمام یونٹس کو ضروری آلات فراہم کیے گئے ہیں اور زچہ وبچہ کی زندگیاں بچانے کے لئے ڈاکٹر حضرات کو تربیت دی جارہی ہے۔ زچہ، نوزائیدگان اور چائلڈ ہیلتھ کیئر پروگرام کے لئے قومی پروگرام کے تحت 6,000 ولادت کے ماہر خدمت گاروں کو بھی تربیت دی جارہی ہے۔ پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام (پی ایس ڈی پی) کے تحت 77 منصوبوں کیلئے 23.156 ارب روپے کی رقم فراہم کی گئی ہے جو گذشتہ سال کیلئے مختص کردہ رقم سے تقریباً 66فیصد زیادہ ہے۔

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا ادارہ قائم کیا گیا ہے تاکہ اس شعبہ میں بے ضابطگیوں کو روکنے کے لئے بنائے گئے قانون پر عملدرآمد کے ذریعے انسانی اعضاء کی غیر قانونی فروخت کا سدِ باب کیا جائے۔ عوامی مقامات پر سگریٹ نوشی کی حوصلہ شکنی کے لئے ائیرپورٹ لاؤنجز اور ریستورانوں میں سگریٹ نوشی کے مخصوص مقامات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مئی 2010ء سے مؤثر ہونے والی پالیسی کے تحت سگریٹ کے تمام پیکٹوں پر باتصویر تنبیہ (وارننگ) طبع کی جائے گی۔ تمباکو کی صنعت کی جانب سے صارفین کو پیش کردہ ترغیبات پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ صحت کے شعبہ میں تعاون بڑھانے کیلئے چین کے ساتھ مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے گئے ہیں۔ حکومت نے صحت کی تعلیم کو بہتر بنانے اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ڈاکٹر حضرات کے اختصاص (اسپشلائزیشن) کا بھی بیڑا اٹھایا ہے۔ اس پالیسی کا مقصد پسماندہ علاقوں تک رسائی ہے اور وہاں کے نوجوانوں کو اپنے آبائی قصبوں میں میڈیکل اور پیرا میڈیکل کے مضامین میں علم حاصل کرنے کے قابل بنانا ہے۔ حکومت نے خضدار اور لورالائی (بلوچستان) میں میڈیکل کالجوں اور گوجرانوالہ میں بینظیر میڈیکل کالج کے قیام کا منصوبہ بنایا ہے۔

کوئٹہ میں ایم پی سی کمپلیکس اور کینسر ہسپتال کی توسیع اور ترقی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح آئندہ سال ٹراما سنٹر سیماڑی ٹاؤن کراچی اور بے نظیر آباد میں زچہ وبچہ کیلئے تین سو بستروں کے ہسپتال قائم کئے جائیں گے اور نشتر ہسپتال ملتان میں کینسر کے علاج کی سہولت کو بہتر بنایا جائے گا۔ علاوہ ازیں پلندری آزاد کشمیر میں 150 بستروں کے ضلعی صدر مقام ہسپتال کا قیام بھی عمل میں لایا جارہا ہے۔



محنت افرادی قوت اور روزگار

مزدوروں سے متعلق منصفانہ پالیسیاں

پاکستان پیپلز پارٹی نے 2008ء کے انتخابات کیلئے مزدور دوست منشور پیش کیا تھا جس میں مزدوروں کے ان تمام حقوق کی بحالی کا وعدہ کیا گیا تھا جو سابق دور آمریت میں غصب کر لیے گئے تھے۔ اس منشور میں مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کیلئے مندرجہ ذیل ایجنڈا پیش کیا گیا:۔

☆ پاکستان بھر کے مزدوروں کو پاکستان کے آئین اور مزدوروں کی بین الاقوامی تنظیم (ILO) کے کنونشنز میں دیئے گئے تمام حقوق دلانے کیلئے صنعتی تعلقات آرڈیننس 2002ء میں تبدیلیاں کی جائیں گی۔

☆ بڑھاپے میں مزدوروں کا خیال رکھنے کے ادارے (EOBI) اور مزدوروں کی فلاح کے دیگر پروگراموں کو بہتر اور مؤثر بنایا جائے گا۔ سرکاری اور نجی شعبے کی شراکت سے مزدوروں اور ان کے خاندانوں کو تعلیم اور صحت کی معیاری سہولتوں کا بندوبست کیا جائے گا اور سر ڈھانپنے کو چھت میسر کی جائے گی۔

☆ ملازمتوں سے برطرفی کے آرڈیننس 2000 کے ذریعے ٹریڈ یونین سرگرمیوں کی پاداش میں ملازمت سے نکالے جانے کے خصوصی صدارتی اختیار کو ختم کیا جائے گا۔

☆ بچوں کی مشقت اور جبری مشقت کو ختم کیا جائے گا۔ مزدوری سے فارغ کرائے گئے بچوں کی تعلیم اور معمول کی زندگی گذارنے کیلئے بندوبست کیا جائے گا۔

☆ مزدوروں کو آئین اور قانون کے تحت حاصل حقوق دلانے کیلئے قوانین کا مؤثر نفاذ یقینی بنایا جائے گا۔

☆ قومی سہ فریقی لیبر کانفرنس باقاعدگی سے منعقد کی جائے گی جس میں محنت ،اقتصاد اور سماج کیلئے پالیسی بنانے کے علاوہ عملدر آمد کا نظام وضع کیا جائے گا تا کہ سماجی انصاف، بہتر حالاتِ کار اور مزدور کی شان میں اضافے کو یقینی بنایا جا سکے۔

☆ کام کرنے والی جگہوں کو محفوظ بنایا جائے گا اور کام کے دوران حادثات سے بچاؤ اور مزدوروں کو پیشہ ورانہ بیماریوں سے بچانے کیلئے محفوظ ماحول کی فراہمی یقینی بنائی جائے گی۔

☆ مزدور کی اہم ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے اس کی کم سے کم اجرت میں اضافہ کیا جائے گا۔[1]

عوامی حکومت نے ان میں سے اکثر وعدوں کو پورا کر دیا ہے۔ حکومت شہید ذوالفقار علی بھٹو اور شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کے وژن کے مطابق مزدوروں کو ان کے اداروں میں حصہ دار بنانے کیلئے عملی اقدامات کر رہی ہے۔ مزدوروں کے حالات کار میں بہتری لانے کیلئے مندرجہ ذیل بنیادی اقدامات کیے گئے ہیں۔

☆ سابق آمر حکومت نے صنعتی تعلقات آرڈیننس 2002ء کے تحت مزدور یونینوں پر پابندی عائد کر دی تھی۔ مزدوروں کی حکومت نے صنعتی تعلقات ایکٹ 2008ء کے ذریعے ان پابندیوں کو ختم کر دیا ہے۔[2] چیف ایگزیکٹو آرڈر نمبر VI ,2001ء کے ذریعے پی آئی اے یونین پر عائد پابندی بھی ختم کر دی گئی ہے۔

☆ اس ایکٹ کے ذریعے مزدور تنازعات کو جلد نمٹانے کیلئے ٹریڈ یونینوں/ فیڈریشنوں کے مسلسل مطالبہ پر لیبر اپیلٹ ٹریبونلز بحال کر دیئے گئے ہیں۔

☆ عوامی حکومت نے سروسز ٹریبونل (ترمیمی) ایکٹ 2010ء کے ذریعے سرکاری شعبہ سے منسلک اداروں کے مزدوروں کو لیبر کورٹس، لیبر اپیلٹ ٹریبونلز اور قومی صنعتی تعلقات کمیشن تک رسائی کا حق واپس دے دیا ہے۔ مزدور رہنماؤں نے ایکٹ کی دفعہ (2A) کے خاتمہ کا خیر مقدم کیا ہے جس کے تحت لیبر کورٹس تک ان کی رسائی کا حق ضبط کر لیا گیا تھا۔ پاکستان بھر کے سرکاری کارخانوں اور اداروں میں کام کرنے والے مزدوروں نے اس پر سکھ کا سانس لیا ہے اور مزدور ٹریڈ یونینوں کی تحریک کے سینئر رہنماؤں نے سابقہ حکومت کے نافذ کردہ اس مزدور دشمن قانون کے خاتمہ کا خیر مقدم کیا ہے۔[3]

☆ غیر تربیت یافتہ مزدوروں کی کم سے کم اجرت فنانس ایکٹ 2008ء کے ذریعے 4,600 روپے سے بڑھا کر 6,000 روپے کر دی گئی جبکہ یکم مئی 2010 کو وزیر اعظم پاکستان نے اسے مزید بڑھا کر 7,000 روپے کر دیا۔

☆ سوشل سکیورٹی فوائد کی حد 5,000 روپے سے بڑھا کر 10,000 روپے کر دی گئی ہے۔

☆ کمپنیوں کے منافع میں مزدور کا حصہ 18,400 روپے سے بڑھا کر 24,000 روپے فی کس، فی سال کر دیا گیا ہے۔

1۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور، 2008

2۔ ایکٹ اور آرڈیننس میں فرق ملاحظہ کیجیے

3۔ ضیاء الرحمان، "مزدور دشمن قوانین کا خاتمہ"، ہم شہری، 12 مارچ 2010، صفحہ نمبر 27

- ☆ ورکرز ویلفیئر فنڈ کا دائرہ کار صنعتی مزدوروں کے علاوہ کمرشل اور خدمات کے شعبوں سے منسلک مزدوروں تک بڑھا دیا گیا ہے۔
- ☆ قبل ازیں ملازمت سے معطلی کے دوران مزدوروں کو نصف تنخواہ ملتی تھی لیکن حکومت نے اب معطلی کے دوران پوری تنخواہ کی ادائیگی کی اجازت دے دی ہے۔
- ☆ قبل ازیں مزدور صرف دو بیٹیوں کی شادی پر ورکرز ویلفیئر فنڈ سے 50,000 روپے کی میرج گرانٹ لے سکتے تھے۔ اب اس گرانٹ کو بڑھا کر 70,000 روپے کر دیا گیا ہے اور یہ گرانٹ تمام بیٹیوں کیلئے ہوگی۔
- ☆ پنشن کی سہولت ان چھوٹے اداروں کے مزدوروں کو بھی ملے گی جہاں پر پانچ ملازمین بھی کام کرتے ہونگے۔ اس ایکٹ کا اطلاق اب بینکوں اور کارپٹ انڈسٹری پر بھی ہوگا۔
- ☆ موت کی صورت میں ورکرز ویلفیئر فنڈ سے امداد 200,000 روپے سے بڑھا کر 300,000 روپے کر دی گئی ہے۔
- ☆ ای او بی آئی کے تحت کم از کم پنشن 1500 روپے سے بڑھا کر 2000 روپے کر دی گئی ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی الیکشن مہم 2008ء کے دوران مختلف سرکاری محکموں سے سیاسی بنیادوں پر نکالے گئے ملازمین کی بحالی کا وعدہ کیا تھا۔ اس ضمن میں صدر مملکت نے ان برخواست کردہ ملازمین کی بحالی کیلئے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت 6,000 سے زائد ملازمین اب تک اپنی ملازمتوں پر بحال ہو چکے ہیں۔ دیگر مزدور دوست اقدامات میں 80 سے زائد سرکاری کارخانوں اور کاروباروں میں بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم (BESOS) کے تحت مزدوروں کو بارہ فیصد حصص دینے اور بورڈ پر نمائندگی کا آغاز، چھوٹے کسانوں کیلئے بے نظیر گرین ٹریکٹر سکیم کا آغاز، یوٹیلٹی سٹوروں پر تقریباً 70 اشیاء پر سبسڈی کی فراہمی اور نیشنل انٹرنشپ پروگرام شامل ہیں۔ بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے تحت 110 ارب روپے سے زائد کے حصص ملازمین کو مفت دیئے گئے ہیں۔

یہ اعزاز بھی عوامی حکومت کو حاصل ہوا ہے کہ اس نے پچھلے دونوں بجٹ میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا۔ افراطِ زر اور مہنگائی کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعظم نے پے اینڈ پنشن کمیشن کو سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کا تفصیلی جائزہ لیکر سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کو نجی شعبہ کے برابر لانے کیلئے تجاویز پیش کرنے کی ہدایت کی ہے تاکہ سرکاری محکموں میں اعلیٰ صلاحیت کے حامل افراد کو لایا جا سکے۔ اسی طرح صدر پاکستان نے قوم سے خطاب کے دوران دشمن سے برسرِ پیکار فوجیوں کی تنخواہ دگنی کرنے کا اعلان کیا اور پھر جنوری 2010 سے باقی مسلح افواج کی تنخواہ بھی دگنی کر دی گئی۔ حکومت نے مزدوروں کیلئے 80,000 مکانات تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ وزیر اعظم کے اقدام کے تحت وفاقی حکومت کے سرکاری ملازمین اپنی ریٹائرمنٹ کے وقت اپنے مکان کے مالک بن جائیں گے۔ علاوہ ازیں وزیر اعظم ہاؤسنگ سکیم سے غریب اور کم وسیلہ افراد بھی مستفید ہونگے۔

روزگار کے مواقع

عوامی حکومت نے 2008ء میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد 60,000 ملازمت کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ ان میں ملازمت سے برخاست کردہ ملازمین کی بحالی، کنٹریکٹ ملازمین کو مستقل کرنا، ملازمت کے نئے مواقع، انٹرنشپ اور علاقائی اور صنف پر مبنی امتیاز کو ختم کرنے کے اقدامات شامل ہیں۔

برطرف ملازمین کی بحالی

سابقہ حکومتوں نے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور حکومت میں بھرتی کیے گئے ملازمین کو برطرف کر دیا تھا۔ ان میں سے اکثریت کا تعلق غریب خاندانوں سے تھا جو غیر متوقع طور پر سیاسی بنیادوں پر برطرف ہونے کے باعث پریشانی اور خوف میں مبتلا تھے۔ تقریباً 8,000 ملازمین کو معطل یا برخواست کیا گیا جو یکم نومبر 1993 تا 31 نومبر 1996 کے دوران بھرتی ہوئے۔ عوامی حکومت نے ان کو بحال کرنے کیلئے "برطرف ملازمین (بحالی) آرڈیننس، 2009ء" کو بطور قانونی وسیلہ متعارف کرایا تاکہ مستقبل کی کوئی حکومت انہیں دوبارہ برطرف نہ کر سکے۔ مذکورہ بالا قانون کے مطابق سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایک ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں ایک جائزہ بورڈ تشکیل دیا گیا۔ تمام کیسوں کی مفصل جانچ پڑتال کرنے کے بعد حکومت نے 6,000 ملازمین کو بحال کر دیا ہے اور باقی برطرف ملازمین کی بحالی کیلئے سفارشات کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔

عارضی ملازمین کو مستقل کرنا

سابقہ حکومتوں نے حکومت کے مختلف محکموں میں نوجوانوں کو کنٹریکٹ پر بھرتی کیا۔ کنٹریکٹ ملازمت کا مطلب مختصر عرصہ کی ملازمت ہوتا ہے۔ تاہم مختلف حکومتوں نے بھرتی کے اس طریقہ کو طویل المدت آسامیوں پر بھرتی کیلئے استعمال کیا۔ بریٹن ووڈز (آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک) کے مشوروں پر تعلیم اور صحت کے شعبوں میں تمام ملازمتیں کنٹریکٹ کی بنیاد پر فراہم کرنے کی پالیسی بنائی گئی جس سے بعد میں بریٹن ووڈز نے تو رجوع کر لیا لیکن اس سے بے خبر ہمارے سرکاری اداروں نے ایک عشرہ سے زائد کنٹریکٹ پر بھرتی جاری رکھی۔ ان ملازمتوں میں سے اکثر طویل مدت کیلئے تھیں۔ لہٰذا ہر سال کنٹریکٹ ختم ہوتا اور ہر سال اس میں توسیع ہوتی۔ بیچ میں بے شمار بابو آتے اور سُرخ فیتہ بھی جو کنٹریکٹ کی توسیع کی فائل تین تین ماہ بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ دیر لٹکائے رکھتے۔ اس طرح ملازمین جی لگا کر کام کرنے سے جاتے، وقت علیحدہ برباد ہوتا اور گاہکوں یعنی عوام کو سہولتوں کی فراہمی الگ متاثر ہوتی۔ عوامی حکومت نے اس مسئلہ کا ادراک کرتے ہوئے کم تنخواہ دار ملازمین کو ملازمت کا تحفظ فراہم کرنے کیلئے بنیادی پے سکیل 1 تا 15 کے تمام کنٹریکٹ ملازمین کو مستقل کرنے کا قدم اٹھایا۔

وفاقی حکومت میں نئی ملازمتوں کی فراہمی

حکومت نے وفاقی ملازمین کی مختلف کیٹگریز میں 60,000 سے زائد نئی اسامیاں پیدا کی ہیں۔ ان ملازمتوں پر بھرتی کے ذریعے 60,000 خاندانوں یعنی 600,000 کو روزگار زندگی میسر ہوگا۔

سی ایس ایس امتحان کے ذریعے آسامیوں کی تعداد میں 231 فیصد اضافہ

وفاقی حکومت کی اعلیٰ اسامیوں کو پر کرنے کیلئے ہر سال مقابلے کا امتحان منعقد ہوتا ہے۔ یہ امتحان سینئر آسامیوں پر بھرتی کے معیار کا بہترین طریقہ کار ہے۔ یہ طریقہ انتہائی قابل اعتماد ہے کیونکہ عام رائے کے مطابق اس امتحان میں کامیابی کیلئے قابلیت ہی واحد شرط ہے۔ اسی وجہ سے حکومت نے سی ایس ایس امتحان کے ذریعے پر کی جانیوالی آسامیوں میں 231 فیصد اضافہ کیا ہے۔ 445 آسامیوں کیلئے مارچ، اپریل 2008ء میں منعقدہ امتحانات میں کل 357 امیدواروں کو مختلف پیشہ ورانہ گروپس/ سروسز کیلئے منتخب کیا گیا۔ اس میں مختلف گروپس/ سروسز کیلئے مختص کردہ آسامیوں میں 57 خواتین امیدوار بھی شامل تھیں جس سے سول سروسز میں خواتین کی نمائندگی میں اضافہ کا اشارہ ملتا ہے۔ اضافی 30 آسامیوں میں 28 بلوچستان کے مختص کوٹہ کے تحت پر کی گئیں۔

اشتہار کے ذریعے بلوچستان کیلئے ملازمتوں کی فراہمی

بلوچستان کیلئے کوٹہ کے بھرپور استعمال کی حوصلہ افزائی کیلئے وقتاً فوقتاً تقریباً ایک ہزار آسامیاں مشتہر کی گئیں۔ اب تک 268 امیدوار تقرری کیلئے منتخب ہو چکے ہیں۔

روزگار کے ذریعے امتیاز کے شکار طبقہ کی حوصلہ افزائی

وفاقی کابینہ نے وفاقی ملازمتوں/ سروسز میں (غیر مسلم) اقلیتوں کی ملازمت کیلئے 5 فیصد کوٹہ مختص کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن نے وزارتوں/ ڈویژنوں کو مستقبل میں بھرتیاں کرتے وقت اس کوٹہ پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے۔ صنفی توازن کے فروغ کے ذریعے خواتین کی خود مختاری کو یقینی بنانے کی خاطر ان کیلئے 10 فیصد کوٹہ مختص کرنے کے فیصلہ پر من وعن عملدرآمد کیا جائے گا۔ سی ایس ایس 2008ء کے امتحان میں مختلف پیشہ ورانہ گروپس کیلئے منتخب کردہ خواتین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ دیکھنے میں آیا۔ ان خواتین امیدواروں نے اوپن میرٹ پر مقابلے میں حصہ لیا اور منتخب ہوئیں۔

پیشہ ورانہ ترقی

حکومت نے سرکاری شعبہ میں ملازمین کی پیشہ ورانہ ترقی کو اولین ترجیح دی ہے۔ اس شعبہ میں مندرجہ ذیل کامیابیاں نمایاں ہیں۔

بہبودی گرانٹس

تقریباً 561,000 ملازمین (بشمول اہل خانہ) مختلف اقسام کی ویلفیئر اور بنوولینٹ گرانٹس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ سال 2008-09ء کے دوران فلاح و بہبود کی مختلف سکیموں کے تحت مستحق ملازمین اور ان کے خاندانوں کو 1.3 ارب روپے ادا کیے گئے۔ اس کے علاوہ وفاقی ملازمین کے بچے ان سکیموں کے ذریعے وظائف بھی حاصل کر رہے ہیں۔

سول ملازمین کیلئے فلاح و بہبود کی سرگرمیاں

اسٹیبلشمنٹ ڈویژن نے ملازمین کیلئے فلاح و بہبود پر مبنی مختلف سرگرمیاں جاری کر رکھی ہیں۔ ان میں ایمبولینس سروسز کی فراہمی، کمیونٹی سینٹرز، ووکیشنل تربیتی مراکز، ڈے کیئر مراکز اور لیڈیز انڈسٹریل ہومز وغیرہ شامل ہیں۔ ان سکیموں

کے فوائد کی ایک مثال یہ ہے کہ زیر جائزہ عرصہ کے دوران لیڈیز انڈسٹریل ہومز کے ذریعے کل 11,569 خواتین کو مختلف فنون اور ہنر مندی میں تربیت فراہم کی۔

سمندر پار افرادی قوت

☆ قومی تاریخ میں پہلی مرتبہ قومی ایمیگریشن پالیسی تیار کی گئی ہے۔

☆ ایمیگریشن امور میں تعاون کو مربوط بنانے کیلئے اٹلی کی حکومت اور حکومت پاکستان کے درمیان مفاہمت کی یادداشت تکمیل کے مراحل میں ہے۔

☆ نیشنل حلال فوڈ گروپ (NHFG) برطانیہ اور اوورسیز ایمپلائمنٹ کارپوریشن (OEC) کے درمیان مفاہمت کی یادداشت پر 28 نومبر 2008ء کو دستخط ہوئے۔

☆ مزدوروں کی پیشہ ورانہ تربیت کے شعبہ میں بحرین کے ساتھ مفاہمت کی یادداشت کی تکمیل کا عمل حتمی مراحل میں ہے۔

☆ لیبیا کے ساتھ افرادی قوت کی فراہمی کیلئے مفاہمت کی یادداشت پر 2 مئی 2009ء کو دستخط ہوئے۔

☆ سال 09-2008ء کے دوران بیرون ملک ملازمت کیلئے بالترتیب 430,314 اور 374,386 مزدوروں کی رجسٹریشن ہوئی۔ پچھلے دو مالی سالوں کے دوران بالترتیب 758.78 ملین روپے اور 596.05 ملین روپے کا ریونیو حاصل ہوا۔

☆ مالی سال 08-2007ء اور 09-2008ء کے دوران بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں نے بالترتیب 6451.24 ملین ڈالر اور 7811.43 ملین ڈالر کی رقوم پاکستان بھیجیں۔

☆ مختلف ممالک میں ملازمت کے سلسلے میں 2,391 ورکر بھیجے گئے۔

☆ ڈیٹا بنک میں 17,695 ایسے امیدوار رجسٹر کیے گئے ہیں جو بیرونِ ملک ملازمت کے خواہش مند ہیں۔

☆ جنوبی کوریا میں ملازمت کے اہل بنانے کیلئے 1,022 ورکرز کو کے ٹی ایل (کورین لینگویج ٹیسٹ) میں شمولیت کیلئے تربیت فراہم کی گئی۔

☆ اپریل 2008ء سے 30 نومبر 2009ء کے دوران جنوبی کوریا میں ملازمت کیلئے 1,245 ورکر بھیجے گئے۔

☆ ملازمت کیلئے او ای سی (OEC) کو مختلف کیٹگریوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افرادی قوت کے 94,303 بائیو ڈیٹا فارم بھیجے گئے۔ ان میں سے 13800 افراد نے OEC کے توسط سے بیرون ملک ملازمتیں حاصل کیں۔

☆ بیرونی ممالک میں مقیم پاکستانیوں کی قابلیت سے استفادہ کرنے کیلئے ایک خصوصی پروگرام Visit Expatriate Pakistani Consultants (VEPCON) شروع کیا گیا ہے۔ اس کے تحت مختلف علوم اور جدید فنی مہارت کی فراہمی کیلئے 2 تا 12 ہفتوں کے قلیل المدتی کورس یا کام کیلئے ان پاکستانی ماہرین کی خدمات سے استفادہ کیا جارہا ہے۔

☆ VEPCON پروگرام کے تحت مختلف تعلیمی، سائنسی، فنی اور تحقیق سے منسلک اداروں میں 68 بیرون ملک مقیم پاکستانی ماہرین کو کام سونپا گیا ہے۔ ان کا کام پاکستان میں مختلف اداروں میں تربیت دینے اور استعداد بڑھانے کیلئے جدید علوم کی منتقلی ہے۔

☆ اس سلسلے میں ایک ڈیٹابیس اور ویب سائٹ www.vepcon.gov.pk بھی بنائی گئی ہے۔

☆ اعلیٰ تعلیم یافتہ اوورسیز پاکستانیوں کی دیکھ بھال کیلئے صدر کے پروگرام (PPQP) کا آغاز کیا گیا ہے تاکہ بیرون ملک اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانی ماہرین کی خدمات سے استفادہ کرنے کیلئے ان کو سہولتیں فراہم کی جاسکیں۔

☆ مندرجہ ذیل سرگرمیوں کیلئے این ٹی سی (NTC) کے ذریعے ایک ویب سائٹ www.ppqp.gov.pk تیار کی گئی ہے۔

☆ اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانیوں (بیرون ملک اور پاکستان میں) کے لئے آن لائن رجسٹریشن کی سہولت۔

☆ آجروں کیلئے آن لائن رجسٹریشن کی سہولت۔

☆ آجروں سے متعلق معلوماتی فارم۔

☆ ای۔معلومات کے جوابات بذریعہ ای میل۔

☆ او ای سی (OEC) پینل کے ساتھ ملازمت کی تلاش۔

☆ این ٹی پی وغیرہ کا موجودہ ڈیٹا بینک۔

☆ مندرجہ بالا ویب سائٹ کے تحت رجسٹرڈ افراد اور آجروں کے فائدے کیلئے تھری ویب بیسڈ نیٹ ورکنگ موڈلز کی فراہمی۔

☆ پروگرام کے تحت 5,496 اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانیوں کا اندراج کیا جا چکا ہے۔

سمندر پار پاکستانیوں کی وزارت اب پاکستانی سفارتخانوں کے تعاون سے ہر سمندر پار پاکستانی کی حفاظت کیلئے سمندر پار پاکستانیوں کا ایک مفصل ڈیٹا بیس مرتب کر رہی ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ 31 دسمبر 2008ء تک دنیا بھر میں پھیلے ہوئے پاکستانیوں کی تعداد 55 لاکھ ہے۔ وزارت نے ہوائی اڈوں پر سہولتوں کی فراہمی میں بہتری لانے کے اقدامات کیے ہیں تا کہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ ان پاکستانیوں کی وطن واپسی ہر قسم کی مشکلات سے مبرا ہو۔
ہاؤسنگ، تعلیم اور صحت کے شعبوں میں معقول سکیموں کی تیاری کیلئے ایک پالیسی بھی زیر غور ہے اور بیرون ملک پاکستانیوں کی وطن واپسی پر ان کی بحالی میں مدد کی فراہمی کے لئے ایک مفصل پلان تیار کیا گیا ہے۔ 15 ایسے ممالک جہاں پاکستانی برادری کی بڑی تعداد رہائش پذیر ہے، وہاں وزارت اب تک 18 پاکستانی سفارتخانوں میں کمیونٹی ویلفیئر اتاشی مقرر کر چکی ہے۔ ان کمیونٹی ویلفیئر اتاشیوں کا کام میزبان ممالک کے ساتھ قریبی رابطہ قائم رکھنا ہے تا کہ وہاں کے سربراہوں کو ہنرمند پاکستانی افرادی قوت کی زیادہ سے زیادہ تعداد ان ممالک میں درآمد کرنے پر رضامند کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ کمیونٹی ویلفیئر اتاشی ان ممالک میں حکام کے ساتھ قریبی رابطہ رکھتے ہیں تا کہ سمندر پار پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کو یقینی بنایا جا سکے اور اگر ان کے آجروں کے ساتھ تنازعات ہوں تو ان کو خوش اسلوبی سے طے کیا جا سکے۔

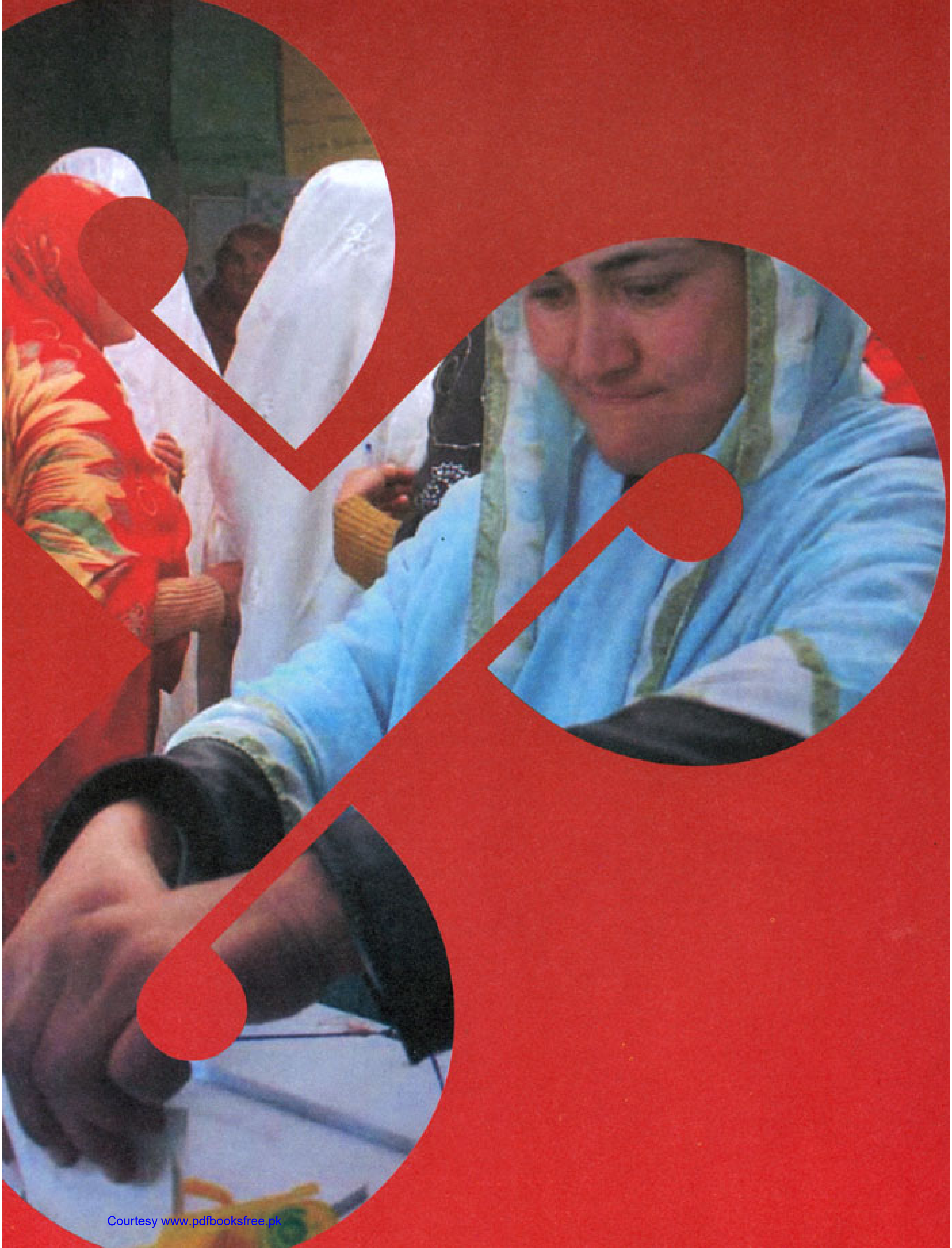
وزارت نے کمیونٹی ویلفیئر اتاشیوں کے دو نئے دفاتر نیو یارک (امریکہ) اور ٹورنٹو (کینیڈا) میں قائم کئے ہیں۔ سمندر پار پاکستانیوں کی اپنے گھروں کو واپسی پر واجبات کی ادائیگی کی سکیم پر بھی عملدرآمد ہو رہا ہے جس کے مطابق حکومت بذریعہ سٹیٹ بینک آف پاکستان ہر ایک سو ڈالر سے زاید کی ترسیل پر 25 سعودی ریال کے برابر رقم ادا کرے گی بشرطیکہ یہ ادائیگی اپنے ملک میں (فرد سے فرد تک) ہو۔ اس پالیسی کے مطابق رقم ادا کرنے والا اور رقم وصول کرنے والا ادائیگی فیس وصول نہیں کرے گا۔ ماضی میں تقسیم کار بینک اور ادائیگی کرنے والا باہمی معاہدے کی بنیاد پر رقم کی ادائیگی میں حصہ دار ہوتے تھے۔ یہ امر بڑا حوصلہ افزاء ہے کہ سمندر پار پاکستانیوں نے اس نئی سکیم کا خیر مقدم کیا ہے کیونکہ اب وہ اپنے خاندانوں کو بغیر فیس کے رقوم بھیج سکیں گے۔

زرمبادلہ ادائیگی کارڈ (FERC)

عام بینکنگ چینلز کے ذریعے سمندر پار پاکستانیوں کی رقم ملک کی اقتصادی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہنڈی اور غیر قانونی ذرائع سے رقوم بھیجنے کے عمل سے ملک زرمبادلہ کے نہایت ضروری ذخائر سے محروم رہتا ہے۔ وزارت خزانہ عام بینکنگ کے ذریعے رقوم کے نظام کو صحیح خطوط پر منظم کرنے کے لئے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ نئی سکیم کے آغاز کے بعد بیرون ملک سے بھیجی جانے والی رقوم میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔

سمندر پار پاکستانیوں کا پنشن ٹرسٹ (OPPT)

اوورسیز پاکستانی فاؤنڈیشن (OPF) نے ایک خودکار پنشن سکیم کا آغاز کیا ہے تا کہ بیرون ملک رہنے والے پاکستانی ورکروں کو پنشن کے فوائد پہنچائے جائیں۔ اس سکیم کے تحت مختلف پیکیج (15,10,5 سالہ پلان) پیش کئے گئے ہیں۔ سالانہ ادائیگی پلان کے تحت کم از کم حصہ 24,000 روپے مقرر کیا گیا ہے اور یکمشت ادائیگی پلان کے لئے 120,000 روپے مقرر کئے گئے ہیں۔ اب تک 88 پنشن کیس مکمل ہوئے ہیں جبکہ ہر ماہ 489,268 روپے ماہانہ پنشن ادائیگی بنتی ہے۔



پاکستان کی عورتوں کیلئے زیادہ اختیارات اور تحفظ

"ہم ایک ایسے پاکستان کا خواب دیکھتے ہیں جہاں مرد عورت ہر لحاظ سے مساوی ہوں جیسا کہ قرآنِ پاک میں ضمانت دی گئی ہے۔ ایک ایسا پاکستان جہاں لڑکی کی پیدائش پر ویسی ہی خوشی منائی جائے جیسی لڑکے کی پیدائش پر منائی جاتی ہے۔ یہ ہے وہ پاکستان جس کے لئے شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے جان دی اور یہی وہ پاکستان ہے جس کے لیے ہم زندہ رہیں گے"۔

صدر آصف علی زرداری
شریک چیئر پرسن پاکستان پیپلز پارٹی
کلیدی خطاب، سوشلسٹ انٹرنیشنل
ایتھنز، یونان (یکم جولائی 2008ء)

پاکستانی خواتین عرصہ دراز سے مذہبی اور ثقافتی روایت کی غلط تفہیم کی بنیاد پر امتیازی سلوک، ہراساں کئے جانے اور تشدد کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ 1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے جس پاکستانی ریاست کی بنیاد رکھی تھی اس میں عورتوں کو مردوں کے برابر مقام حاصل تھا۔ 1973ء کے آئین نے پاکستانی شہری کے طور پر ان کو یکساں حقوق دیئے۔ تاہم 1977-88 کے دوران ایک خود ہی منصف خود ہی حاکم بن بیٹھنے والے ڈکٹیٹر نے آئین، قانون اور ضابطوں کو بری طرح مسخ کرتے ہوئے پاکستانی خواتین کو طرح طرح کی مصیبتوں میں ڈال دیا۔ اُس نے پاکستانی خواتین پر ترقی کے تمام مواقع بند کر کے انہیں چار دیواری میں قید کرنے کی کوشش کی۔ عورتوں کو امتیازی قوانین کے تحت قید، تشدد، اور جانبدارانہ عدالتی کارروائی کا سامنا کرنا پڑا۔ آمر کی موت کے چند ماہ بعد ہی پاکستانی عوام نے مسلم دنیا کی پہلی وزیراعظم کے طور پر شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کو منتخب کر کے اپنی ترجیح واضح کر دی۔ شہید بی بی نے بہت جرأت مندی سے پاکستانی عورت کے حق کے لئے آواز اٹھائی اور انہیں پاکستانی سماج کے ہر شعبے میں آگے لانے کیلئے مواقع پیدا کیے۔ (دیکھئے بکس نمبر1: خواتین کو با اختیار بنانے میں شہید محترمہ بینظیر بھٹو کا کردار)

خواتین کے خلاف تشدد

خواتین کے خلاف تشدد معاشرے کی ہر سطح پر اور مختلف اقسام میں موجود ہے۔ گزشتہ کچھ برسوں کے دوران اس میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات اور اُن کے اثرات کے بارے میں عوامی شعور اجاگر ہو رہا ہے۔ پاکستانی عورت کئی طرح کے ذہنی، جذباتی اور جسمانی تشدد کا شکار ہے۔ ان میں بلا اجازت جسمانی تعلق، سرِ عام برہنہ کرنا، بیوی کو مارنا پیٹنا، خاوند کا بیوی کی مرضی کے بغیر وظیفۂ زوجیت ادا کرنا، تشدد، حراست میں تشدد، عزت کے نام پر قتل، آگ سے قتل، تیزاب پھینکنا، عورتوں کی خرید و فروخت، جبری قحبہ گیری، فحش فقرے اور جنسی طور پر ہراساں کرنا شامل ہے۔[1]

تشدد کی بعض اقسام ہماری ثقافت میں اس قدر سرایت کر گئی ہیں کہ انہیں یا تو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا پھر معاف کر دیا جاتا ہے۔[2] ہمارے معاشرے کے ایک بڑے طبقے کیلئے یہ قابلِ قبول تصور کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ سماجی رویہ کہ بیوی شوہر کی ملکیت ہے اور یہ کہ خاندان میں جو کچھ ہو وہ ذاتی اور گھریلو معاملہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ بیوی سے روا رکھا جانے والا سلوک اسے "درست رکھنے" کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ یہ تمام رویے خواتین کے خلاف تشدد اور بدسلوکی کی طرف جاتے ہیں۔[3]

1۔ Y. Hassan, "The Heaven Becomes Hell" پاکستان میں گھریلو تشدد پر کی جانے والی ایک سٹڈی، شرکت گاہ، 1995، لاہور
2۔ خواتین کے لیے انکوائری کمیشن کی رپورٹ: پاکستان، 1997، p.78
3۔ رخسانہ ضیاء، "Profile of Rural Women of Pakistan"، لاہور جرنل آف اکنامکس، Vol.3,No.1

عورتوں کے حقوق کے لئے سرگرم ایک تنظیم "عورت فاؤنڈیشن" کی رپورٹ "پاکستان میں خواتین کے خلاف تشدد کی صورتحال" کے مطابق 2009ء میں ملک میں خواتین کے خلاف تشدد کے 7571 واقعات رپورٹ ہوئے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی رپورٹ "2008ء میں انسانی حقوق کی صورتحال" کے مطابق مختلف وجوہات پر 1210 خواتین کو قتل کیا گیا، 800 سے زائد کو جنسی طور پر ہراساں کیا گیا، 350 کی آبروریزی کی گئی، 45 سے اجتماعی زیادتی کی گئی اور 13 کو سرِ عام بے لباس کیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق 185 خواتین گھریلو تشدد کے باعث ہلاک اور 138 دیگر زخمی ہوئیں۔[4]

گھریلو تشدد کی روک تھام کیلئے قانون سازی

گھریلو تشدد کی روک تھام بارے ایکٹ 2008ء، پاکستان پیپلز پارٹی کی سرگرم کارکن محترمہ یاسمین رحمان نے پارٹی کی سینئر کارکن محترمہ شکیلہ خانم رشید اور مسلم لیگ (ن) کے چوہدری محمد برجیس طاہر کے ہمراہ قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ اس قانون سازی کے ذریعے گھریلو تشدد کو مجرمانہ کارروائی قرار دیا گیا اور اس کو انفرادی امور سے نکال کر پبلک امور میں لایا گیا۔ اس قانون کے ذریعے اس جرم کے خاتمے کیلئے باقاعدہ فوجداری مقدمات قائم کرنے کے علاوہ عورتوں کو عدالتوں کے دھکوں سے بچانے کیلئے جلد از جلد سزائیں سنانے کا قانونی بندوبست کیا گیا ہے۔ پاکستانی عورتوں کی اپنی حکومت اُن کو اس ظلم سے بچانے کیلئے اس قانون کی پیروی میں حفاظتی کمیٹیاں اور محافظ افسران مقرر کرے گی۔

28 شقوں پر مشتمل اس جامع قانون کے مطابق گھریلو تشدد سے مراد کسی ملزم کا خواتین، بچوں یا ایسے کسی اور فرد پر دانستہ تشدد یا دیگر جسمانی اور نفسیاتی بدسلوکی کرنا ہے جو مجرم سے کسی گھریلو تعلق میں ہو۔ تاہم یہ اس حد تک ہی محدود نہیں ہے۔ تشدد میں ایسی کارروائیاں بھی شامل ہیں جن کی تعریف تعزیرات پاکستان میں حملہ، مجرمانہ طاقت کا استعمال، مجرمانہ طور پر ڈرانا دھمکانا، معاشی بدسلوکی، متاثرہ افراد کی رہائشگاہ میں ان کی مرضی کے بغیر داخل ہونا، ہراساں کرنا، مظلوم کی ملکیت کو نقصان پہنچانا، جسمانی تشدد، تکلیف دہ جملوں کا استعمال، جنسی بدسلوکی، زبانی اور جذباتی بدسلوکی، توہین کرنا، جانتے بوجھتے تشدد کے شکار فرد کو اس کے حال پر چھوڑ دینا، حبسِ بے جا میں رکھنا شامل ہیں جن کی بنا پر متاثرہ فرد کی صحت و سلامتی کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

یہ بل متاثرہ فرد کو ایک درخواست کے ساتھ ذاتی طور پر یا کسی اور مجاز شخص کے ذریعے مجسٹریٹ درجہ اول سے رجوع کرنے کا حق دیتا ہے۔ قانون کے مطابق عدالت تین روز کے اندر مقدمہ کی سماعت کی تاریخ مقرر کرنے اور 30 روز کے اندر فیصلہ کرنے کی پابند ہے۔[5] عدالتی حفاظتی احکامات کے ذریعے ملزم کو گھریلو تشدد کے ارتکاب یا معاونت یا ساز باز سے روکا جا سکے گا اور متاثرہ فرد کے نقصان کا ازالہ کرنے یا گزارے کیلئے مالی فوائد بھی دیئے جا سکتے ہیں۔

حفاظتی حکم کی پہلی خلاف ورزی پر چھ ماہ سے ایک سال تک سزا دی جا سکے گی اور کم سے کم ایک لاکھ روپے جرمانہ کیا جا سکتا ہے جو متاثرہ فرد کو وصول کرایا جائے گا۔ تاہم دوسری یا تیسری یا اس سے زائد مرتبہ خلاف ورزی پر دو سال قید اور کم از کم دو لاکھ روپے جرمانے کی سزا دی جا سکے گی۔ حفاظتی حکم کی خلاف ورزی کا جرم قابل دست اندازی، ناقابل ضمانت اور سنگین سمجھا جائے گا اور سزائیں سیشن کورٹ کے روبرو قابلِ اپیل ہونگی۔ اگر کوئی عادی مقدمے باز یہ جانتے ہوئے کہ تشدد کا کوئی واقعہ نہیں ہوا، کسی کے خلاف شکایت کرے گا تو اسے عدالت 6 ماہ تک سزا یا 50 ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دے سکے گی۔

اس قانون کے تحت وفاقی حکومت نئے قانون کی شقوں کو فعال بنانے کیلئے اقدامات اٹھائے گی۔ ہر صوبائی حکومت 2 پولیس افسران اور 2 خواتین کونسلروں پر مشتمل ایک حفاظتی کمیٹی بنائے گی اور ہر تحصیل میں حفاظتی افسران مقرر کی جائیں گی (کیے جائیں گے)۔ ان کے فرائض میں متاثرہ افراد کو ان کے قانونی حقوق سے آگاہ کرنا اور مقدمات کے اندراج میں ان کی مدد کرنا شامل ہیں۔[6]

عورتوں پر تشدد کے خلاف جدوجہد کرنے والی تنظیموں نے اس بل کی منظوری کو تاریخی اقدام قرار دیا۔ خواتین کے حقوق کی معروف تنظیم "شرکت گاہ وویمن ریسورس سنٹر" کی سربراہ محترمہ خاور ممتاز نے اس قانون کو انتہائی اہم پیش رفت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک تو یہ قانون گھریلو تشدد کے واقعات کا ہونا تسلیم کرتا ہے اور دوسرے اس بات کا بھی اقرار کرتا ہے کہ اب اس تشدد کو مخفی نہیں رکھا جا سکتا۔ ایک عرصے تک گھریلو تشدد کو نجی معاملے کے طور پر لیا جاتا رہا جس سے تشدد کرنے والے کو تحفظ ملا اور خواتین پر ظلم و ستم جاری رہا۔[7]

کام کی جگہ پر جنسی طور پر ہراساں کرنا

کام کی جگہ پر کسی کو ہراساں کرنا ایک انتہائی حساس معاملہ ہے۔ اگرچہ مرد اور خواتین دونوں کو ہراساں کیا جا سکتا ہے تاہم کام کرنے کی سرکاری اور نجی جگہوں پر عموماً خواتین کو ہراساں کیے جانے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے۔ عزت کے ساتھ رہنے کی آزادی ہر شخص کا آئینی حق ہے اور کسی کو ہراساں کرنا اس حق کی خلاف

ورزی ہے۔ عام طور پر عورتیں ہی اس جرم کا شکار ہوتی ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ اگر وہ اس کا ذکر کر بیٹھیں تو ان کی نوکری، عزت اور ساکھ جاتی ہے۔ اس سے خواتین کے معاشی مواقع محدود ہوتے ہیں اور ملکی ترقی کو بھی نقصان پہنچتا ہے کیونکہ اس وجہ سے خواتین کی افرادی قوت میں شمولیت رک جاتی ہے۔ اس مسئلہ کے تدارک کیلئے قانون موجود نہ ہونے کی بنا پر ہراسیت سے متاثر افراد کی مظلومیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

کام کی جگہ پر جنسی ہراسیت کے خلاف قانون سازی ضروری ہے کیونکہ اس سے فرد کے ایک محفوظ ماحول میں کام کرنے کے حق کا تحفظ ہوگا۔ ایسی قانون سازی ملکی افرادی قوت کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے قانونی ڈھانچہ فراہم کرسکتی ہے۔

کام کی جگہ پر جنسی ہراسیت کے سد باب کیلئے قانون سازی

وزارت ترقی خواتین نے قانون سازی کا جو مجموعہ تجویز کیا اور جسے پارلیمنٹ نے منظور کیا، کام کی جگہ پر ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ کے ایکٹ 2009ء کے ساتھ ساتھ تعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری ایکٹ میں ترامیم پر مشتمل ہے۔

ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ کا ایکٹ سول سوسائٹی بشمول خواتین کے حقوق کی تنظیموں، قانونی ماہرین، محنت کشوں کے حقوق کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے رہنماؤں کی جامع تجاویز پر مشتمل ہے۔ جنسی ہراساں کرنے کے متعلق قانون سازی کا پیکیج متعلقہ فریقین کے ساتھ مشاورت کے کئی مراحل سے گزرا۔ ابتدائی مرحلے سے ہی متعلقہ فریقوں کو شامل کرنے کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ مسودہ قوانین کا متن بالکل واضح ہو اور یہ مسئلہ کا جامع انداز میں حل پیش کرے۔ مسئلہ کے سدِ باب کیلئے کی جانے والی کسی بھی قانون سازی میں اداروں کیلئے ایک سیلف ریگولیٹری نظام کے قیام پر زور ہونا چاہئے۔ قانون میں متاثرہ فرد کے تحفظ کو یقینی بنانے اور اسے انصاف کی یقین دہانی ضروری ہے۔

قانون سازی کے ذریعے شکایت کنندہ کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے تا کہ باضابطہ طور پر پیروی کرنے کے لیے اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ متاثرہ فریق دادرسی کیلئے ایک سے زیادہ جگہ جا سکتی/سکتا ہے۔ قانون سازی میں شکایت کنندہ کی شکایت کے ازالے کیلئے جامع اندرونی اور بیرونی مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ یہ ایکٹ کام کی جگہ پر جنسی ہراساں کرنے کے متعلق قانون سازی کا ایسا ایکٹ ہے جس کا اطلاق ملک بھر میں تمام رجسٹرڈ تنظیموں/اداروں پر ہوگا۔

یہ ایکٹ صنفی اعتبار سے غیر جانبدار ہے اور اس میں مرد اور خواتین دونوں کو جنسی ہراساں کئے جانے کے خلاف تحفظ دیا گیا ہے۔ گویا اس میں متاثرہ فرد اور جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو جنسی امتیاز حاصل نہیں۔ ایکٹ تین عناصر پر مشتمل ہے۔ اس قانون کے تحت دفتروں اور کام کی جگہوں کے لیے ضابطۂ اخلاق کی تجویز دی گئی ہے اور شکایات کے ازالے کیلئے اداروں کے اندر انکوائری کمیٹی قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایکٹ میں جنسی ہراساں کرنے سے متعلق اپیلوں پر کارروائی کیلئے اپیلٹ اتھارٹی کیلئے بھی کہا گیا ہے۔ ایکٹ کے تحت آجروں کو ایکٹ پر عملدرآمد کرانا اور ضابطۂ اخلاق کو اپنی مینجمنٹ پالیسی میں شامل کرنا ہوگا۔ جنسی ہراسیت کے کیسوں کا جائزہ لینے کیلئے تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل ضروری ہوگی۔

ضابطۂ اخلاق

ضابطۂ اخلاق میں تمام ملازمین بشمول انتظامیہ اور مالکان کے لیے رویے کے حوالے سے ہدایات فراہم کی گئی ہیں تا کہ ہر قسم کے دباؤ اور ہراسیت سے پاک ماحول کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس میں جنس مخالف کے حوالے سے کام کی جگہ پر قابلِ قبول رویے کے معیار مقرر کیے گئے ہیں۔ اب تک تقریباً 300 نجی ادارے رضا کارانہ طور پر اس ضابطۂ اخلاق کو نافذ کر چکے ہیں۔

قانون کے عملی نفاذ کے لیے اداراتی بندوبست بھی ایکٹ میں فراہم کر دیا گیا ہے، ایکٹ کے مفاد کے لیے ضروری سٹرکچر، حکومتی ڈھانچے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ ضابطۂ اخلاق میں کام کی جگہ پر جنسی ہراساں کرنے کی تمام اقسام کی واضح تشریح کی گئی ہے۔ اس میں ملازمین، سینئر انتظامیہ اور آجروں کیلئے کردار اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا ہے تا کہ وہ کام کیلئے محفوظ ماحول اور ادارہ جاتی ڈھانچہ وضع کریں۔

ضابطۂ اخلاق میں جنسی طور پر ہراساں ہونے والے افراد کیلئے رہنمائی فراہم کی گئی ہے کہ وہ ازالے کیلئے کیا راستہ اختیار کریں۔ اس میں رسمی اور غیر رسمی سٹرکچر دیئے گئے ہیں جو جنسی ہراساں کئے جانے سے متعلق کسی بھی شکایت کے ازالے کیلئے متاثرین کی مدد کر سکتے ہیں۔

انکوائری کمیٹی

انکوائری کمیٹی میں سینئر مینجمنٹ کے تین ارکان شامل ہوں گے جن میں ایک خاتون بھی ہوگی۔ ایکٹ میں انکوائری کمیٹی کیلئے طریقہ کار وضع کیا گیا ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کمیٹی غیر جانبداری اور اچھی ساکھ کے معیارات کو قائم رکھے

گی۔ ایکٹ میں وفاقی اور صوبائی سطح پر ملک بھر میں محتسب سٹر کچرز کے قیام کیلئے بھی کہا گیا ہے تا کہ شکایت کنندگان کو انکوائری کمیٹی کی تشکیل یا نتائج سے مطمئن نہ ہونے کی صورت میں متبادل میسر ہو۔ محتسب کا قیام ایک بیرونی عمل ہے جس کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ متاثرین کی اپنے کیسز کی پیروی کیلئے حوصلہ شکنی نہ ہو۔

انکوائری کمیٹی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ملزم کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کیلئے مختلف سطحوں پر کام کی جگہ پر جنسی ہراساں کرنے کے الزامات کی باضابطہ تحقیقات کر سکے۔ انکوائری کمیٹی اپنے نتائج اور سفارشات انکوائری شروع ہونے کے 30 روز کے اندر مجاز حکام کو پیش کرے گی۔ اگر ملزم کے خلاف الزامات درست ثابت ہوں تو کمیٹی کو سزا کے بارے میں سفارشات دینے کا اختیار ہے۔ سزا کا انحصار جرم کی نوعیت اور شدت پر ہے۔ سزا میں ملزم کی ترقی پر پابندی، تنزلی، برطرفی وغیرہ شامل ہیں۔

اگر شکایت کنندہ اس سلوک کی بنا پر ذہنی صدمہ کی حالت میں ہو تو اس صورت میں اداروں کیلئے نفسیاتی مشاورت یا طبی علاج کا انتظام کرنا بھی ضروری ہوگا۔ قانون سازی میں معاملے کو صیغۂ راز میں رکھنے کا ڈھانچہ بھی فراہم کیا گیا ہے تا کہ تمام فریقوں کی ذاتی زندگی اور وقار کا احترام برقرار رہے۔

اپیلٹ اتھارٹی

ایکٹ انکوائری کمیٹی یا مجاز حکام کے نتائج سے عدم اطمینان کی صورت میں دوسرا راستہ اختیار کرنے کے خواہش مند کسی بھی فریق کی مدد کیلئے اپیلٹ اتھارٹی کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ یہ اپیلٹ اتھارٹی محتسب کا کردار ادا کرے گی۔

سرکاری ملازمین کیلئے اپیلٹ اتھارٹی ویسی ہوگی جو متعلقہ قوانین میں بیان کی گئی ہو۔ نجی اداروں کیلئے حکومت ہر صوبائی دارالحکومت میں ہائی کورٹ کے جج کی سربراہی میں ٹریبونلز تشکیل دے گی۔ اپیلٹ اتھارٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپیل اور اس کے حق میں پیش کی گئی دستاویزات پر غور کرے۔ اس کو مجاز اتھارٹی کے فیصلے کو مسترد کرنے، تبدیل کرنے یا اس فیصلہ میں بہتری لانے کا اختیار ہوگا۔

تعزیراتِ پاکستان 1860ء اور ضابطہ فوجداری 1898ء میں ترامیم

اگرچہ تعزیرات پاکستان کی بعض دفعات جنسی ہراسیت کے بارے میں بھی ہیں تاہم مبہم اصطلاحات کے مسائل ضابطے کے موثر عملدرآمد کو محدود کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر "violate the modesty of women" کی کچھ بھی تشریح کی جا سکتی ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 509 صرف پبلک مقامات پر جنسی ہراسیت کے متعلق کارروائی کے بارے میں ہے۔ کام کی جگہ کو ایک نجی مقام تصور کیا گیا ہے چنانچہ یہ شقیں وہاں پر قابلِ عمل نہیں۔

جنسی ہراسیت کے بارے میں موجودہ قانون سازی کے ذریعے تعزیرات پاکستان 1860ء اور ضابطہ فوجداری 1898ء کی دفعہ 509 میں ترامیم کی گئی ہیں جن کے تحت اس کا دائرہ کام کرنے کے مقام پر جنسی ہراسیت کرنے تک بڑھایا گیا ہے۔ ترامیم میں جنسی ہراسیت کی تشریح کی گئی ہے اور ایسی کارروائیوں کی سزا ایک سال سے بڑھا کر تین سال کر دی گئی ہے۔

ماضی میں اگر کوئی خاتون جنسی ہراسیت کی شکایت کرتی تو ملزم کیس واپس لینے کیلئے اس کو مزید دھمکاتے چنانچہ ردعمل اور مزید ہراساں کرنے کا خوف خواتین کو شکایات کرنے سے دور رکھتا۔ تعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری میں ترامیم سے یہ جرم اب قابلِ گرفت ہو گیا ہے اور ملزم کے انصاف کے کٹہرے سے بچ نکلنے کیلئے جبری سودے بازی کا امکان بھی کم سے کم ہو گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان اور ضابطہ فوجداری میں ترامیم سے کام کرنے کی جگہ اور پبلک مقامات پر خواتین کیلئے محفوظ ماحول میسر کرنے میں مدد ملے گی۔ ان دو ترامیم کے ذریعے کام کی جگہ پر جنسی ہراسیت کے تدارک کے لیے باضابطہ اداراتی بندوبست کیا گیا ہے جس سے ہماری افرادی قوت کو کام کرنے کیلئے محفوظ ماحول میسر آ سکے گا۔

یہ قانون سازی باضابطہ اداروں میں کام کرنے والی خواتین کا احاطہ کرتی ہے۔ اگلے مرحلہ پر حکومت تحفظ کا دائرہ بڑھائے گی تا کہ غیر رسمی شعبے میں کام کرنے والی خواتین کے ساتھ ساتھ ان خواتین کا بھی تحفظ کیا جائے جو کام سے باہر کی جگہوں پر جنسی طور پر ہراساں ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں قوانین پر کام کیا جا رہا ہے اور متعلقہ فریقین سے مشاورت کے بعد اس کو پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔

ایک عورت کا خواب

صدر آصف علی زرداری نے ایوان صدر میں خواتین کارکنوں، ارکان پارلیمنٹ اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کی اراکین کی موجودگی میں خواتین کو جنسی ہراساں کرنے سے متعلق تین قوانین پر دستخط کئے۔ اس موقع پر انہوں نے آئین کے مطابق

عورتوں اور مردوں کے لئے مساوی حقوق کو یقینی بنانے کے سلسلہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کے عزم کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ''ہمیں ایسا پاکستان قائم کرنا ہے جہاں آنے والی نسلیں، میری بیٹیاں، اس حقیقت پر فخر کر سکیں کہ وہ مساوی شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہی ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح مردوں اور خواتین کے لئے برابری کے حقوق کا نظریہ رکھتے تھے۔ ہم اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ وہ عناصر جو قائداعظم کے اس نظریہ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، وہ کامیاب نہ ہوں۔''[8] صدر مملکت نے وعدہ کیا کہ اس پارلیمنٹ کی مدت ختم ہونے تک خواتین کو بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو اس وقت صرف مردوں کو حاصل ہیں۔ ''آج کی بے امن دنیا کو عورتوں کی نرم گفتاری اور صلح جوئی کی ضرورت ہے۔ آیئے، ہم سب عورتوں کی اجتماعی طاقت کو کام میں لاتے ہوئے اپنے ملک، خطے، اور دنیا کو مزید متحمل مزاج اور محفوظ بنائیں۔''

سپیکر قومی اسمبلی محترمہ فہمیدہ مرزا پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر کسی بھی مسلمان ملک کی پہلی خاتون سپیکر منتخب ہوئیں جبکہ صدر نے معروف سوشل ورکر محترمہ شمع خالد کو گلگت بلتستان کا گورنر مقرر کیا ہے۔

بجٹ میں خواتین دوست اقدامات

حکومت نے بنیادی خدمت تک رسائی کے حصول میں مردوں اور خواتین کے درمیان فرق کو دور کرنے کے مقصد کے تحت وفاقی بجٹ 10-2009ء میں خاص طور پر خواتین کیلئے رقوم مختص کی ہیں۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں صحت اور تعلیم کے دو بنیادی سماجی شعبوں میں خواتین کے لیے خصوصی فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔ اس طرح ایک عورت کی سربراہی میں ایک عورت کے نام پر غربت کے خاتمے کا یہ اہم پروگرام پاکستانی عورتوں کو وسائل کے ذریعے مقتدر کرنے میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ سرکاری شعبے میں خواتین کیلئے جگہ پیدا کرنے کے لیے وفاقی حکومت نے تمام وفاقی ملازمتوں میں خواتین کا کوٹہ 5 فیصد سے بڑھا کر 10 فیصد کر دیا ہے۔ ملتان اور سکھر میں خواتین کیلئے یونیورسٹیاں قائم کی جا رہی ہیں۔ خواتین کے اقتصادی استحکام کیلئے پائلٹ پراجیکٹ شروع کئے گئے ہیں۔ حکومت نے چیدہ چیدہ اضلاع میں 25 شہید بینظیر بھٹو ویمن سنٹرز قائم کئے تاکہ تشدد کا شکار خواتین کو تحفظ، مفت طبی، قانونی اور نفسیاتی امداد فراہم کی جا سکے۔

10-2008ء کے دوران وزارت ترقی نسواں نے فاٹا، گلگت بلتستان، اسلام آباد اور چاروں صوبوں کے دیہی اور کم ترقی یافتہ اضلاع میں خواتین کے پبلک اور پرائیویٹ اداروں اور کالجوں کو بسیں فراہم کیں۔

محکمہ ترقی نسواں حکومت سندھ اور ایک این جی او ''آنگن'' نے یتیم بچیوں کیلئے ہاسٹل قائم کیا جبکہ خواتین کی سہولت کیلئے انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ویمن کیمپس میں ڈے کیئر سنٹر بنایا گیا۔ حکومت نے وفاقی، صوبائی اور ضلعی حکومتوں اور این جی اوز کے ترقیاتی منصوبوں کی فنڈنگ سے خواتین کے اقتصادی استحکام کیلئے دس کروڑ روپے کا اضافی فنڈ مختص کیا۔ اسی طرح وزارت نے صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے ترقی نسواں محکموں کو اس مقصد کیلئے ایک کروڑ روپے مالیت کے منصوبے پیش کرنے کی درخواست کی۔ وزارت نے خواتین کی اقتصادی بہتری کیلئے 148.468 ملین روپے کی لاگت سے 13 منصوبوں کی منظوری دی۔ اس کے علاوہ 19 جاری منصوبوں کیلئے 343.156 ملین روپے مختص کئے گئے۔

وزارت اپنی کارکردگی کو مزید موثر بنانے کیلئے ملکی خواتین کے بارے میں جدید خطوط پر مکمل معلومات سے متعلق ایک جامع ڈیٹا بیس بھی تیار کر رہی ہے۔ ایک کمپیوٹرائزڈ نظام دیگر وزارتوں میں نصب سسٹم کے ساتھ منسلک ہوگا جس کے ذریعے ملک بھر کی خواتین کے بارے میں معلومات فوری دستیاب ہو سکیں گی۔ ''صنف کو مرکزی دھارے میں لانے سے متعلق انفارمیشن سسٹم (GMIS) اور ڈیٹا بیس سیکشن'' کے نام سے اس منصوبہ سے وزارت کی کارکردگی مزید بہتر ہوگی اور پالیسی سازوں کو معلومات اور ڈیٹا دستیاب ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ نظام خواتین کے حقوق کیلئے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں سمیت دیگر اداروں اور محققین کیلئے پاکستان میں خواتین کے بارے میں استفسارات کا جواب فراہم کرنے میں معاون ہوگا۔

وزارت ملکی خواتین میں شعور اجاگر کرنے کی میڈیا مہم شروع کرنے کے علاوہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں 3000 سے زائد خواتین کونسلروں کو تربیت دے چکی ہے اور خواتین کونسلروں کو کمپیوٹر کے بارے میں بنیادی تعلیم مہیا کرنے کیلئے آئی ٹی منصوبے کیلئے بھی کوششیں کر رہی ہے۔

جینڈر ریفارم ایکشن پلان (GRAP) وزارت کا سب سے بڑا پروگرام ہے جس کا مقصد قومی، صوبائی اور ضلعی سطح پر خواتین کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی استحکام کو فروغ دینا ہے۔ اس منصوبے کے تحت خواتین کی قومی ترقی کے عمل میں شرکت اور انہیں مرکزی دھارے میں لانے کیلئے حوصلہ افزائی کیلئے اور صنفی احساس کے بارے میں کئی ورکشاپ، سیمینار اور کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا۔

وزارت نے اس منصوبے کے تحت پانچ کلیدی وزارتوں میں جینڈر ڈویلپمنٹ سیکشن قائم کئے ہیں۔ ان شعبوں کو تمام 48 وزارتوں اور ڈویژنوں تک وسعت دی جائے گی جبکہ اس قسم کے اقدام کو صوبائی سطح پر بھی روبہ عمل لایا جائے گا۔ حکومت کے وژن 2030ء میں جینڈر ریفارم ایکشن پلان (GRAP) میں صنف کو مرکزی دھارے میں لانا شامل ہے جبکہ وسط مدتی 10-2005ء پلان کا ہدف GRAP کا نفاذ ہے جس کے وفاقی عملدرآمدی شراکت کاروں میں خزانہ، قانون و انصاف، محنت و افرادی قوت، اطلاعات و نشریات، منصوبہ بندی و ترقیات کی وزارتیں اور اسٹیبلشمنٹ ڈویژن شامل ہیں۔

خواتین کو قانونی طور پر مستحکم بنانے کیلئے انسانی ٹریفکنگ کی روک تھام آرڈیننس 2002ء، فوجداری قوانین (ترمیم) ایکٹ 2004ء، تحفظِ نسواں (فوجداری قوانین ترمیم) ایکٹ 2006ء، ضابطۂ فوجداری (ترمیم) آرڈیننس 2006ء سمیت مختلف قوانین کے تحت مقدمات پر زیادہ مؤثر قانونی کارروائی کیلئے عدلیہ اور لیگل افسران کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کئے گئے۔

حکومت نے ایک لینڈ الاٹمنٹ پالیسی بھی شروع کی ہے جس کے تحت خواتین کاشتکاروں کو زمین الاٹ کی جائے گی۔ سنٹرل سپیریئر سروسز (سی ایس ایس) میں خواتین امیدواروں کیلئے 10 فیصد کوٹہ مقرر کیا گیا ہے۔ صدر مملکت نے زندگی کے مختلف شعبوں میں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے اور خدمات انجام دینے والی خواتین کو محترمہ فاطمہ جناح ایوارڈ اور شہید محترمہ بینظیر بھٹو ایوارڈ دینے کے منصوبے کی منظوری بھی دی ہے۔

خواتین کو بااختیار بنانے میں شہید بی بی کا کردار

محترمہ شیری رحمان کے مضمون "ترقی پسند سیاست کے 40 سال" (2 دسمبر 2006ء) سے اقتباسات[9]

1973 کے آئین میں دیئے گئے حقوق سے لیکر شہید محترمہ بینظیر بھٹو کی دونوں حکومتوں میں شروع کردہ ادارہ جاتی اقدامات تک پاکستان پیپلز پارٹی کی تمام حکومتیں عورتوں، اقلیتوں اور میڈیا کیلئے کچھ نہ کچھ کرتی رہی ہیں۔ محدود مدت کے باوجود پی پی پی کی گزشتہ دو حکومتوں نے خواتین کے حقوق کے ایجنڈے کو اولیت دیتے ہوئے آگے بڑھایا جس کا خود مختار ادارے آج بھی اعتراف کرتے ہیں۔ یہ محترمہ بینظیر بھٹو کی حکومت ہی تھی جس نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں بالخصوص خواتین کے خلاف کارروائیوں کی نگرانی اور تحقیقات کیلئے انسانی حقوق کی وزارت قائم کی۔ فروری 1996ء میں حکومتِ پاکستان نے خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کیلئے اقوام متحدہ کنونشن (CEDAW) کی توثیق کی جو پی پی پی حکومت کی خواتین کے حقوق کیلئے عالمی سطح پر ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔

ملک میں خواتین کیلئے کرائسز سنٹرز کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پی پی پی کی حکومت نے محترمہ بینظیر بھٹو کی قیادت میں پہلا ویمن کرائسز سنٹر قائم کیا۔ گھریلو تشدد کی شکایات کے ازالہ کے لئے پہلی بار پاکستان کے ہسپتالوں میں لیگل ایڈ سنٹرز اور برن یونٹوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تاہم حکومت برطرف ہوتے ہی گھریلو تشدد بل سیاسی تبدیلیوں کی گرفت میں آ گیا۔

خواتین کی ترقی کیلئے آسان قرضے کا سب سے بڑا کریڈٹ پروگرام شروع کیا گیا اور پہلے خواتین بینک کا قیام عمل میں لایا گیا۔ خواتین کیلئے پہلا ووکیشنل ٹریننگ پروگرام شروع کیا گیا، غریب خواتین کی صحت کے مسئلے کو مدنظر رکھتے ہوئے پی پی پی کی حکومت نے لیڈی ہیلتھ ورکرز کا سب سے بڑا پبلک سیکٹر پروگرام شروع کیا، پاکستان میں دیہی اور شہری خاندانوں کو خدمات کی فراہمی کیلئے ایک لاکھ 33 ہزار خواتین پر مشتمل وسیع نیٹ ورک قائم کیا گیا ہے جو بالخصوص خواتین کی ضروریات اور تولیدی صحت کے مسائل پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ یہ خواتین ہیلتھ ورکرز آج سرکاری شعبہ صحت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ پاکستان کے ہیلتھ پروگرام میں نمایاں مقام کی حامل ہیں۔

صرف یہی نہیں، سرکاری شعبے میں خواتین کیلئے ملازمتوں کا کوٹہ جسے (بعد میں) مشرف دور میں خاموشی سے ختم کر دیا گیا اس میں بہتری لائی گئی۔ ہائیکورٹس اور ڈسٹرکٹ کورٹس میں خواتین ججوں کی تعیناتی کی گئی اور خواتین پولیس سٹیشنوں کا نیٹ ورک قائم کیا گیا۔

ایک بار پھر پی پی پی کی حکومت تھی جس نے 1996ء میں ایگزیکٹو آرڈرز اور پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعے حدود آرڈیننس کو بتدریج ختم کرنے کا آغاز کیا۔ پہلے کوڑے مارنے کی سزا منسوخ کی گئی اور حدود کے تحت قید تمام خواتین کو رہا اور بحال کیا گیا۔ بینظیر بھٹو حکومت نے جسٹس (ریٹائرڈ) ناصر اسلم زاہد کی سربراہی میں خواتین کے مقام کے بارے میں قومی کمیشن قائم کیا جس نے حدود آرڈیننسوں کے خاتمے کی بحث کیلئے راہ ہموار کی۔

ضیاء کے بعد کے دنوں میں بھی پی پی پی ضیاء کے متعارف کردہ گھناؤنے قوانین کو ختم کرانے کی جدوجہد میں پیش پیش رہی۔ اس کی رکنیت سازی میں ان نئے خواتین گروپوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو جنرل کی معاندانہ سیاست کی مزاحمت میں پیش پیش رہے تھے۔ 2002ء میں ایک بار پھر یہ پی پی پی ہی تھی جس نے محترمہ بینظیر بھٹو کی ولولہ انگیز قیادت میں حدود آرڈیننسز کو مکمل طور پر منسوخ کرانے کی خاطر پہلی قانون سازی متعارف کرائی۔ درحقیقت پرائیویٹ ممبرز کے بلوں کے ذریعے یہ پی پی پی کا مسلسل دباؤ تھا جس نے آخر کار مشرف حکومت کو ویمن بل لانے پر مجبور کیا۔ اس میں بھی پی پی پی نے کمیٹی میں رہنمائی اور ترمیم میں اہم کردار ادا کیا۔ بیشتر کو یاد ہوگا کہ پی پی پی نے اپنے ووٹ کے ذریعے اس معاملہ پر حکومت کا ساتھ دیکر تاریخ رقم کی جبکہ دیگر تمام نے مخالفت میں ووٹ ڈالا جبکہ حکومتی بنچوں کے 44 ارکان غیر حاضر تھے۔

9. http://www.ppp.org.pk/party/issues/p articles132.html.

خواتین کے حقوق: پرانے ایجنڈے کی تکمیل اور نئے چیلنجز کا سامنا

از: عافیہ ضیاء

پاکستان میں خواتین کے حقوق کی تحریک کے اکثر کارکنان اس بات کا اعتراف کریں گے کہ پاکستانی خواتین کی جدوجہد سے فرق پڑا ہے۔ یہ پاکستانی صورتحال کے حوالے سے ایک ستم ظریفی ہے کہ خواتین کے حقوق کی جدوجہد آمریت کے دور میں زیادہ تر فعال رہی ہے۔

جنرل ضیاء الحق کی آمریت کے برعکس جنرل پرویز مشرف کے دور میں خواتین کے حوالے سے بعض ترقی پسند پالیسیوں کو آگے بڑھایا گیا تاہم یہ جدوجہد سرگرم خواتین کارکنوں اور حکومت میں خواتین نمائندگان کی وجہ سے کامیاب رہی جنہوں نے خواتین کے حقوق کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کیلئے تزویراتی تعاون کا راستہ اختیار کیا۔

2000ء اور 2007ء کے درمیان اعلان کردہ پالیسیوں پر تنقید کی جاتی رہی ہے کہ یہ پالیسیاں درحقیقت پائیدار اقدام کی بجائے ساکھ میں اضافے کی نیت سے علامتی طور پر اختیار کی گئیں۔ البتہ 2008ء کی جمہوری منتخب قومی حکومت نے گزشتہ علامتی اقدام کو ٹھوس اور پائیدار پالیسی میں تبدیل کیا۔

پی پی پی کی حکومت نے خواتین کے حقوق کو ہمیشہ اپنے ایجنڈے میں سرفہرست رکھا اور ریاستی اداروں میں خواتین کو کلیدی عہدوں پر فائز کیا۔ ان (اکثر غیر جانبدار) خواتین نے بعدازاں خواتین کے حقوق کی پالیسی میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ خواتین غیر سرکاری شعبے کے ساتھ اتفاق رائے پیدا کرنے پر بھی زور دیتی ہیں جس سے تنقیدی آراء اور وسیع تر نمائندگی کی ترجمانی ہوتی ہے۔ تاہم یہ نشاندہی قابل افسوس ہے کہ اس حکومت نے خواتین کے حقوق کیلئے اپنے عزم کے باوجود دو سال کی مدت پوری ہونے پر بھی، ابھی تک ترقی نسواں کیلئے وزیر تعینات نہیں کی۔

خواتین کے مسائل اور امور کے بارے میں جمہوری حکومت کے پہلے دو سال کا اندازہ دو بڑی پالیسی اپروچز کی بنیاد پر لگایا جاسکتا ہے۔ پہلی پالیسی حکمتِ عملی اور قانون سازی کے عمل میں پیشرفت فوجداری (قانون ترمیم) ایکٹ 2010ء کی منظوری ہے۔ یہ قانون خواتین کے خلاف تشدد کے حوالے سے خواتین کی طویل جدوجہد کی علامت ہے جو حکومت اور غیر سرکاری سرگرم کارکنوں کے درمیان مثبت اشتراک کار کی بھی ترجمانی کرتا ہے۔

دوسرا اقدام بین الاقوامی مالیاتی اداروں مثلاً عالمی بینک میں مقبول ''بینظیر انکم سپورٹ پروگرام'' ہے۔ اگرچہ چناؤ کے عمل اور دیگر امور کے حوالے سے اس پر تنقید بھی کی جارہی ہے تاہم یہ پروگرام خاص طور پر غریب خواتین کی معاونت کیلئے بہت سودمند ہے۔ خواتین کے حقوق کیلئے قومی اور عالمی سطح پر مقاصد کے حصول کیلئے حکومت مقررہ ایجنڈے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتی دکھائی دیتی ہے تاہم نئے چیلنجوں کی روشنی میں انتظامیہ ابھی پیچھے ہے اور پاکستان میں خواتین کی انسانی سلامتی خطرے اور تصادم کی صورتحال میں گھری ہوئی ہے۔

مزید برآں جبکہ پارلیمنٹ میں خواتین کی نمائندگی میں اضافہ سے سیاسی استحکام میں بہتری آئی ہے، بلدیاتی اداروں کے ختم ہونے سے بنیادی سطح پر تربیت یافتہ ہزاروں خواتین کونسلرز متاثر ہونگی۔ ایسی پرعزم سیاسی خواتین کیلئے کوئی سیاسی حفاظتی نیٹ تشکیل دیا جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ حکومت کو ایسے منصوبوں کی جانچ پڑتال کا اپنا طریقہ کار متعین کرنے کی ضرورت ہے جن کو ڈونر اداروں کی معاونت حاصل ہوتی ہے بجائے اسکے کہ ڈونر کی ضروریات کے تابع ٹائم فریم پر انحصار کیا جائے۔

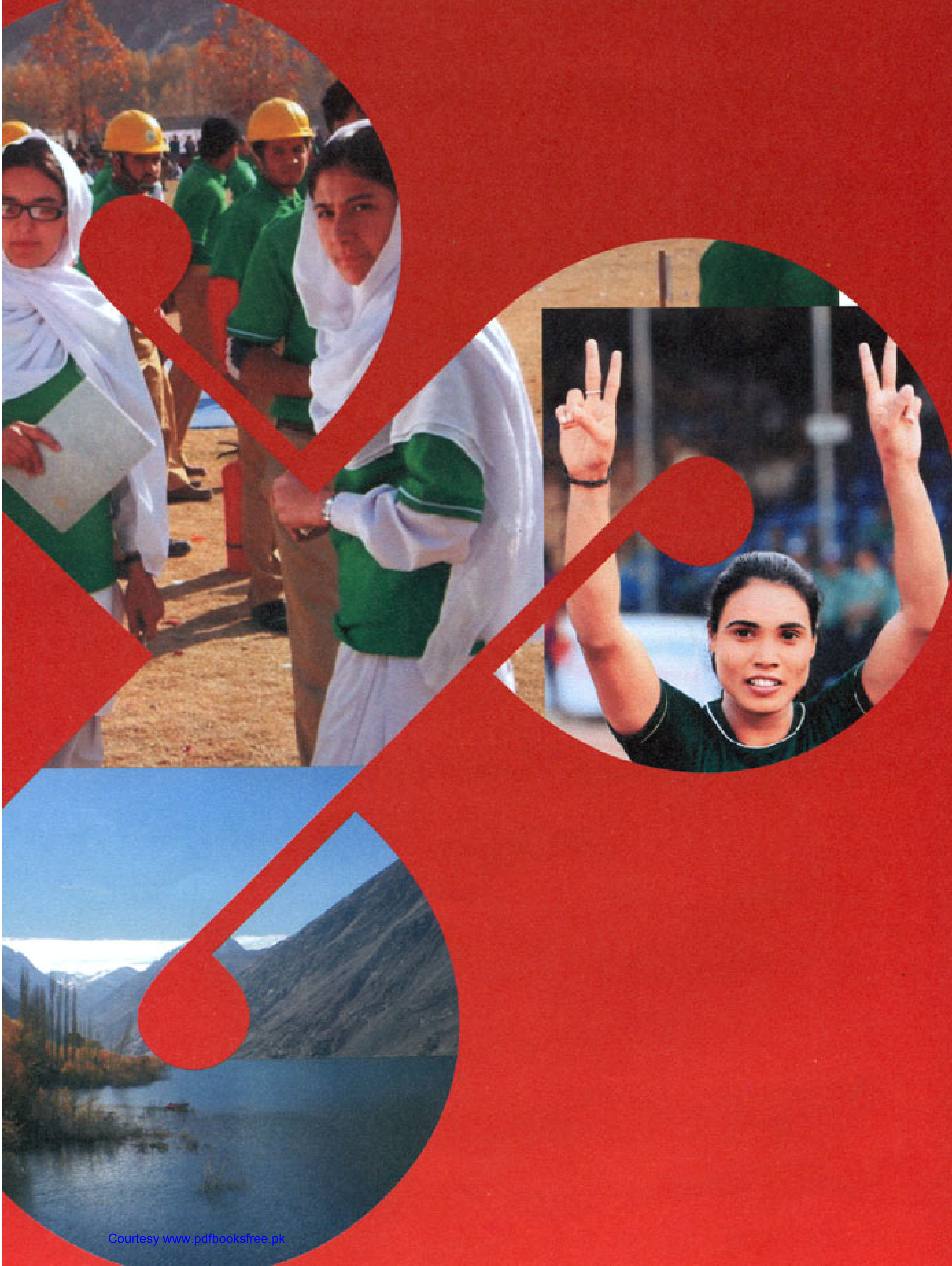
''بینظیر انکم سپورٹ پروگرام'' میں محدود اقتصادی خودمختاری سے متعلق پالیسی اقدامات پر نظرثانی کے علاوہ ایسا ہمہ گیر اور ہمہ پہلو سوشل سیکورٹی پروگرام متعارف کرانے کی ضرورت ہے جو سیاسی وابستگی سے قطع نظر جملہ خواتین کا احاطہ کرتا ہو۔ اس کے علاوہ خاندانوں کی خواتین سربراہ اور گھریلو کارکنوں کی سرپرستی پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

خواتین میں محدود اراضی کی تقسیم کی ایڈہاک حکمت عملی کو بھی منظم انداز میں از سر نو ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ خواتین کی ملکیتی اراضی کو کیونکر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کو اعلیٰ تعلیم میں خواتین کی نمائندگی بڑھانے اور پرائمری سطح پر لڑکیوں کے اندراج کا ادراک کرنا چاہیے جو ہمارے یہاں دنیا میں سب سے کم ہے۔

سماجی اثرات پر توجہ مرکوز کرنے کے ساتھ ساتھ صنفی حوالے سے بجٹ پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جو مطلوبہ افرادی قوت میں خواتین کی زیادہ تعداد کیلئے تیار کیا جائے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر حکومت میں واضح فہم اور مشاورت کا عمل پایا جاتا ہو اور بیوروکریسی کی طرف سے نوجوان خواتین کی آئندہ کی ضروریات کا ادراک کیا جائے۔ چند ایک مثالوں میں بچوں کی جامع نگہداشت، ٹرانسپورٹیشن، مساوی تنخواہ اور کام کاج کے محفوظ ماحول کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ بیشتر خواتین سرگرم کارکنوں کو ملکی اداروں اور ادارہ جاتی نظام کے بارے میں گہری فکر ہے جو تمام اچھے منصوبوں، مقاصد اور پالیسی دستاویز پر تجاویز کو عملی طور پر اچھے عمل میں تبدیل کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ پالیسی اور عملدرآمد کے درمیان فرق اس حکومت کیلئے الگ معاملہ نہیں تاہم 'بہتر اسلوب حکمرانی' ایوان اقتدار کی غلام گردشوں میں قابل قبول آوازہ بن گیا ہے۔ یہی وقت ہے کہ محکموں کیلئے مربوط صنفی خدشات کی نشاندہی کے ذریعے ٹھوس نتائج کے حامل اہداف مقرر کئے جائیں۔ خواتین کے حقوق کی پالیسیوں پر پیشرفت کے حوالے سے ایک اور بڑا چیلنج خواتین کے حقوق کے مسئلے پر خود حکمران جماعت کے مردارکان کی طرف سے مزاحمت کی صورت میں رہا ہے۔

خواتین کے حقوق کے بارے میں موجودہ حکومت کی کارکردگی سے عملیت پسند مطمئن ہو سکتے ہیں لیکن ابھی عورتوں کو کم از کم دستیاب حقوق کا چیلنج پورا نہیں ہوا۔ اس کیلئے حکومت کو مسائل کے بارے میں بہتر ادراک اور سنجیدہ عزم کی ضرورت ہوگی تاکہ خواتین کے حقوق پر فوری حتیٰ کہ ہنگامی بنیادوں پر توجہ مرکوز کی جائے۔



امورِ نوجوانان، ادب، کتب بینی، کھیل اور سیاحت

نوجوانوں کی تخلیقی استعداد

جمہوری حکومت نے ترقی و خوشحالی کیلئے پاکستانی نوجوانوں کی تخلیقی استعداد کو بروئے کار لانے پر توجہ دی ہے۔ نوجوانوں کی ترقی کیلئے بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں۔ نیشنل انٹرن شپ پروگرام کے ذریعے نوجوانوں کو ملکی ترقی میں حصہ لینے کیلئے تیار کیا جاتا ہے۔ ہر سال تقریباً 30,000 نوجوانوں کو انٹرن شپ پر رکھا جاتا ہے۔ انٹرن شپ پروگرام کے تحت حکومت ایک نوجوان شخص کو ماہانہ 10,000 روپے دے رہی ہے۔ رواں مالی سال کے دوران اس مقصد کیلئے 3.6 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ پروگرام میں بلوچستان، مالاکنڈ اور سندھ دیہی کے لئے خصوصی پیکج شامل ہیں۔

نوجوانوں کی ترقی کے لئے اٹھائے گئے دیگر اہم اقدامات مندرجہ ذیل ہیں:۔

- ☆ نوجوانوں کا بین الاقوامی طور پر تبادلے کا پروگرام
- ☆ قومی دیکھو پاکستان نوجوان کیمپس
- ☆ نوجوانوں کے کنونشن منعقد کرانا
- ☆ کمپیوٹر خواندگی
- ☆ قومی نوجوان ایوارڈ منعقد کرانا
- ☆ مقابلۂ مضمون نویسی
- ☆ نوجوان مقابلہ کاروبار
- ☆ کھیلوں، تربیت اور تفریح کے لئے 100 مراکز کا قیام

حکومت نے قومی نوجوان ایوارڈ کا آغاز کیا ہے جو نوجوانوں کو اعلیٰ کامیابیوں اور رضا کار سرگرمیوں پر دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ نوجوانوں کی فلاح کیلئے کام کرنے والی تنظیموں کیلئے جناح یوتھ ایوارڈ شروع کئے گئے ہیں۔ "نیشنل یوتھ ایوارڈ" ادب، نثر و نظم (اردو، انگریزی یا کسی بھی پاکستانی زبان میں)، ثقافت، مصوری، فوٹوگرافی، خطاطی، دیواروں پر نقش نگاری، سنگ تراشی، فنِ دستکاری، رقص، اداکاری، موسیقی، کٹھ پتلیوں کا کھیل، اسٹیج اور ون مین شو، تعلیم: (تمام شعبے بشمول تحقیق) سائنس اور ٹیکنالوجی، ادویات، انجینئرنگ آئی سی ٹی، علم الطبیعات، علم الکیمیا اور ایجادات، تمام کھیل، تجارت، ہاتھ کے ہنر، ساز بجانے، کرتب دکھانے، سماجی کام، ابلاغ عامہ، سول سوسائٹی، عورتوں کے حقوق، خیرات، سیاست، اچھی حکمرانی، خصوصی تعلیم اور خصوصی بچوں کی بحالی میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے پر دیئے جاتے ہیں۔

کتب بینی کو فروغ دینے کیلئے عوامی حکومت کے انقلابی اقدامات

آہستہ آہستہ پاکستان میں کتاب پڑھنا کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو پڑھنے کی جگہیں اور کتابیں مہیا کرے۔ عوامی حکومت نے معروف کہانی نویس جناب مظہر الاسلام کو نیشنل بک فاؤنڈیشن کا سربراہ مقرر کیا ہے جو بڑے جذبے سے لوگوں کی کتاب تک رسائی بڑھانے اور کتب بینی کے شوق کو پروان چڑھانے کیلئے کام کر رہے ہیں۔ قیدیوں کو کتب بینی کی سہولت مہیا کرنے کیلئے ایک پروگرام کا آغاز کیا گیا ہے جس کے تحت شروع میں اڈیالہ اور اٹک جیلوں میں قیدیوں کیلئے کتاب کلب قائم کیے گئے ہیں اور جلد ہی ملک بھر کی جیلوں تک اس سہولت کا دائرہ بڑھا دیا جائے گا۔ اس پروگرام کا مقصد قیدیوں کو کتاب کی سہولت میسر کرنا ہے تاکہ کتاب اُن کے اندر مثبت تبدیلی لا سکے۔ جیلوں کو فراہم کی گئی بہت سی کتابیں لکھنے والوں، شائع کرنے والوں اور پڑھنے والوں سے بطور عطیہ لی گئی ہیں۔ عطیہ کی گئی کتابوں سے دیہات میں بھی کتاب کلب قائم کرنے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ شہریوں کی مدد سے چلنے والے اس پروگرام پر سرکار کا کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں نیشنل بک فاؤنڈیشن نے مختلف نوعیت کے مزید کتاب کلب قائم کیے ہیں۔ اب تک ملک بھر کے اکاون شہروں میں پڑھنے والوں کے کلب تشکیل دیئے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ریلوے سٹیشنوں پر کتاب کلب بنائے جا رہے ہیں۔ معمر افراد، بچوں، مریضوں اور مسافروں کے کتاب کلب بھی زیرِ تکمیل ہیں۔ پاکستان ریلوے اور نیشنل بک فاؤنڈیشن ایک معاہدے کے تحت ریلوے اسٹیشنوں پر معیاری کتابوں کی دکانوں کا آغاز کریں گے۔ یورپی معیار کی کتابوں کی ایک دکان لاہور ریلوے اسٹیشن پلیٹ فارم نمبر 2 پر کھولی گئی جو جلد ہی ایسی مقبول ہوئی کہ چند دنوں میں 25000 روپے مالیت کی کتابیں خریدی گئیں[1]۔ اس میں سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ ادارہ ان کتابوں پر 15 فیصد رعایت بھی دیتا ہے جو عموماً معیاری کتابوں کی خریداری پر عام دکانوں پر میسر نہیں ہوتی۔ فاؤنڈیشن نے 270 ملین روپے کی کتابیں بیچ کر ریکارڈ قائم کیا ہے۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن نے اہم لکھنے والوں کو کتاب کا سفیر مقرر کرنے کی طرح بھی ڈالی ہے۔ حکومت نے جیتنے والی کتابوں کے مصنفین کو 12,75,000 روپے مالیت کے 68 نقد انعامات اور 127 تعریفی اسناد دیں۔ 09-2008 میں قائداعظم، علامہ محمد اقبال اور تحریکِ پاکستان پر بچوں کی بہترین تحریروں پر 165000 روپے مالیت کے پانچ صدارتی انعامات دیئے گئے۔ فاؤنڈیشن

1۔ عطاالحق قاسمی "روزنِ دیوار سے" روزنامہ جنگ-10 فروری 2010

نے کتابوں کے بارے میں ایک معیاری جائزہ میگزین کا بھی اجرا کیا ہے۔ لکھنے والوں کا ماننا ہے کہ یہ سارے کام بغیر کسی ادبی گروہ بندی کے کئے جا رہے ہیں۔

ادب برائے امن

جمہوری حکومت نے معروف ترقی پسند ناول نگار جناب فخر زمان کو اکادمی ادبیات کا چیئرمین مقرر کیا ہے جنہوں نے ملک میں ادب کے فروغ کے لئے بہت سے اقدامات اٹھائے ہیں۔ دو نئے ادبی ایوارڈ، انٹرنیشنل قائداعظم ایوارڈ برائے ادب اور قائدِ عوام ایوارڈ برائے جمہوریت کا اجراء ہو گیا ہے۔اس کے علاوہ پسِ زندان ایوارڈ اور شہید محترمہ بینظیر بھٹو ادبی ایوارڈ کا بھی اجراء کیا گیا ہے۔ اکادمی نے فیض احمد فیض آڈیٹوریم کی تعمیر کا آغاز کیا ہوا ہے۔ اکادمی نے پاکستانی ادب کی قد آور شخصیات اور صوفی شعراء پر دستاویزی فلمیں بھی بنائی ہیں۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو اور شہید بے نظیر بھٹو کے بارے میں لکھی جانے والی کتب بھی شائع کی جا رہی ہیں۔

اکادمی ادبیات نے مصنفین کی بین الصوبائی ملاقاتوں، کتابوں کی نمائشوں، کتابوں کے تراجم، مختلف ادبی پروگراموں، سیمیناروں، قلمکاروں کی قومی کانفرنس، تصوف پر بین الاقوامی کانفرنس کا بھی اہتمام کیا۔ تخلیقی عمل اور ادبی تحریروں کے اعتراف میں اکادمی نے مختلف قومی ادبی ایوارڈز کی سفارش بھی کی۔ اکادمی نے ادیبوں اور شاعروں کیلئے ایک ماہانہ اعزازیہ کا بھی آغاز کیا ہے جبکہ مرحوم مصنفین کے گھر والوں کیلئے بھی مشاہرہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ ادیب برادری کیلئے بیمہ اسکیم بھی شروع کی گئی ہے۔

کھیلوں کا جذبہ

ایک بامعنی سرگرمی کے طور پر کھیلوں کو نظر انداز کرنے سے متعدد نوجوان کھیلوں سے دور ہوتے چلے گئے۔ پاکستانی کھلاڑی خصوصاً کرکٹ، ہاکی اور اسکوائش کے میدان میں بین الاقوامی سطح پر متاثر کن کارکردگی کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں لیکن پچھلے کچھ برسوں سے ہم کھیل کے میدان میں کوئی قابلِ ذکر کارکردگی نہ دکھا پا رہے تھے۔ کھیلوں کے انفراسٹرکچر کا نہ ہونا، حکومتی ایجنڈا پر کھیلوں کو کم ترجیح پر رکھنا، تعلیمی اداروں میں کھیلوں کی سرگرمیاں کم رہ جانا، کھلاڑیوں کیلئے ملازمت کے مواقع میں کمی اور کھلاڑیوں کے لئے دیگر ترغیبات میں کمی کھیلوں کے معیار کی ابتر صورتحال کی کچھ وجوہات ہیں

عوامی حکومت نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایک جامع حکمتِ عملی تیار کی ہے۔ ملک بھر میں کھیلوں کی سہولیات میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ ملک بھر میں کھیلوں کے میدان، اسٹیڈیم، جمنازیم، سوئمنگ پول وغیرہ کی تعمیر پر مشتمل کھیلوں کی ترقی کے 47 منصوبوں کیلئے رواں پی ایس ڈی پی 10-2009 میں 583.61 ملین روپے کی ریکارڈ رقم مختص کی گئی ہے۔ گذشتہ ایک سال کے دوران میں 177.159 ملین روپے کی لاگت سے کھیلوں کی ترقی کے سات منصوبے مکمل کیے گئے۔ پاکستان اسپورٹس کمپلیکس کی حدود میں ایک اسپورٹس میڈیسن سنٹر قائم کیا گیا ہے جس سے کھلاڑیوں کی فٹنس کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔

23 فروری 2010 کو وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے قومی سطح پر کھیلوں کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لینے اور ملک میں کھیلوں کی ترقی اور فروغ کے لئے ایکشن پلان کے لئے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس کی صدارت کی۔ اجلاس میں کھیلوں کے وفاقی وزیر، وفاقی وزیر برائے بین الصوبائی رابطہ، وزیراعظم کے مشیر برائے تعلیم، کھیلوں کے صوبائی وزراء، کھیلوں کے وفاقی اور صوبائی سیکرٹری، صدر پاکستان اولمپک ایسوسی ایشن، چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ، ڈائریکٹر جنرل پاکستان اسپورٹس بورڈ، نیشنل اسپورٹس فیڈریشنز کے صدور نیز نامور کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر وزیراعظم نے حسب ذیل تاریخی فیصلوں کا اعلان کیا۔

☆ اگلے مالی سال سے کھیلوں کا بجٹ دگنا کر دیا جائے گا۔

☆ کھیلوں کے وفاقی وزیر کی سربراہی میں کھیلوں پر ایک اعلیٰ سطحی ٹاسک فورس قائم کی گئی۔ ٹاسک فورس مؤثر، قابلِ عمل اور نتیجہ خیز سفارشات اور ایکشن پلان تیار کرے گی نیز کھیلوں کے لئے دو مہینوں میں اضافی وسائل پیدا کرنے کے لئے دیگر راستے تلاش کرنے کے لئے تمام سٹرکچر، قوانین اور پالیسی پر نظر ثانی کرے گی۔

☆ وزیراعظم نے تمام سطحوں پر تعلیمی اداروں میں کھیلوں کی سرگرمیاں بحال کرنے کی ہدایت جاری کی۔ انہوں نے وفاقی و صوبائی سطح پر کھیلوں اور تعلیم کے وزراء کے مابین مؤثر اور قریبی رابطہ پر زور دیا۔

☆ وزیراعظم نے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے مابین کھیلوں کے مقابلے باقاعدگی سے منعقد کرنے کی ہدایت کی۔

☆ اسکول اور کالج کی سطح پر فزیکل ایجوکیشن کے لئے ایک تا دو گھنٹے کے لیے شام کی کلاسیں شروع کی جائیں گی

☆ سکول اور کالج سطح پر کھیلوں کے شعبوں میں نمایاں کارکردگی کی بنیاد پر اعلیٰ

3۔ عطاالحق قاسمی "روزن دیوار سے" روزنامہ جنگ 10 فروری 2010

تعلیم کے لئے کھیلوں کے وظائف شروع کیے جائیں گے۔اسی طرح کھیلوں کی بنیاد پر داخلے کا کوٹہ اور کھیلوں میں نمایاں کارکردگی کی بنیاد پر خصوصی نمبر جیسی دیگر ترغیبات اور سال کے بہترین کھلاڑی کا اعلان جیسے اقدامات کا آغاز کیا جائے گا۔[2]

- ☆ حکومت غیر ملکی امداد دینے والوں سے بھی تعلیمی منصوبوں میں کھیلوں کیلئے حصہ مختص کرنے کیلئے کہے گی۔
- ☆ اجلاس نے سرکاری اور نجی کارپوریٹ آرگنائزیشنز پر زور دیا کہ وہ کھیلوں کے فروغ میں حصہ لیں۔انہیں یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنی کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کے طور پر ہاکی اور کرکٹ کی طرح باقی کھیلوں کی بھی سرپرستی کریں۔
- ☆ سرکاری شعبہ کے اداروں میں عارضی بنیاد پر رکھے گئے کھلاڑیوں کو مستقل کیا جائے گا۔
- ☆ کھیلوں کے بڑے میدانوں، اسٹیڈیم اور دیگر کھیلوں کی سہولیات کو کھیلوں کی نامور شخصیات کے نام سے منسوب کیا جائے گا۔
- ☆ ضلعی حکومتوں سے کہا جائے گا کہ وہ اسکول، کالج اور دیہی علاقوں کے کھیلوں کے میدانوں کو بہتر بنائیں
- ☆ وزیر اعظم نے ہدایت جاری کی کہ آئندہ تمام ترقیاتی منصوبوں میں کھیلوں کی ضروریات اور تعلیمی سہولیات کو شامل کیا جائے۔
- ☆ بین الاقوامی مقابلوں میں میڈل جیتنے کیلئے ہمارے دستیاب ٹیلنٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے کھیلوں کی نشاندہی کی جائے گی جن پر خصوصی توجہ دی جا سکے۔
- ☆ حکومت دہشت گردی سے متاثرہ کم ترقی یافتہ علاقوں میں کھیلوں کو ترقیاتی پیکج میں شامل کرے گی۔

پہلی دفعہ کھیلوں کی وزارت نے پاکستان اسپورٹس بورڈ کی جانب سے اہتمام کردہ قومی تربیتی کیمپوں میں شرکت کرنے والے کھلاڑیوں کی کارکردگی کی مناسب ڈاکومینٹیشن، جائزہ اور جانچ پڑتال کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔وقتاً فوقتاً دہشت گردوں کے حملوں کی بنا پر ملک میں بگڑتی ہوئی امن وامان کی صورت حال نے پاکستان میں بین الاقوامی کھیلوں کے مقابلوں کے انعقاد کو بری طرح متاثر کیا ہے، وزارتِ کھیل ملک میں دوبارہ بین الاقوامی مقابلے شروع کرنے پر بھرپور توجہ دے رہی ہے۔ پاکستان فٹ بال فیڈریشن (پی ایف ایف) نے جولائی اگست 2009 میں اسلام آباد میں کامیابی سے منعقد ہونے والی نیشنل ویمن فٹ بال چیمپئن شپ میں شرکت کے لئے ایرانی خواتین کی فٹ بال ٹیم کو دعوت دی۔ پاکستان باکسنگ فیڈریشن نے جنوری 2010 میں کراچی میں بین الاقوامی بے نظیر بھٹو شہید باکسنگ ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا جس میں 19 ممالک نے شرکت کی۔

نمایاں کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی اور دوسرے کھلاڑیوں کے لے قابلِ رشک مثالیں قائم کرنے کیلئے کھیلوں کی وزارت نے 33 برسوں کے بعد سال کے بہترین کھلاڑی کا شہید ذوالفقار علی بھٹو ایوارڈ دوبارہ شروع کیا ہے۔اس وقت کھیلوں کے وفاقی وزیر پیر آفتاب حسین شاہ جیلانی نے سال 2008 کا ایوارڈ مع ایک ملین روپے نقد قومی ہاکی ٹیم کے کھلاڑی ریحان بٹ کو دیا۔کھیلوں کی وزارت نے رواں مالی سال سے محترمہ بے نظیر بھٹو شہید سپورٹس وومین آف دی ایئر ایوارڈ کا بھی اعلان کیا ہے۔

20 جنوری تا 29 فروری 2010 جنوب ایشیائی کھیلوں کا انعقاد ہوا جس میں آٹھ ممالک نے شرکت کی۔ گیارہویں جنوب ایشیائی کھیلوں میں کل 33 مقابلے منعقد ہوئے۔ پاکستان نے کل 80 میڈل حاصل کیے (گولڈ 19 سلور 25 برونز 36) جن کی تفصیلات اگلے صفحے پر دی گئی ہیں۔

جنوبی ایشیا کی تیز ترین خاتون

محترمہ نسیم حمید نے ویمن 100 میٹر ریس میں گولڈ میڈل جیتا اور جنوبی ایشیا کی تیز ترین خاتون قرار دی گئی۔خاتون اتھلیٹ نے سیف گیمز کی 25 سالہ تاریخ میں پاکستان کیلئے پہلی مرتبہ یہ گولڈ میڈل حاصل کیا۔ کراٹے کی قومی وومین چیمپئن محترمہ سارہ ناصر نے بھی گولڈ میڈل جیتا۔ پاکستانی کھلاڑیوں خصوصاً لڑکیوں کی کامیابی سے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے ان کی کامیابیوں کو جوش و خروش سے منایا۔ 12 فروری 2010 کو صدر پاکستان نے ایوان صدر میں خصوصی تقریب میں محترمہ نسیم حمید اور محترمہ سارہ ناصر کو ایک ایک ملین روپے کا خصوصی نقد انعام دیا۔صدر نے کھیلوں کے دیگر 17 مقابلوں میں گولڈ میڈل حاصل کرنے والے کھلاڑیوں کو بھی فی کس 200,000 روپے کا خصوصی ایوارڈ دینے کا اعلان کیا۔محترمہ نسیم حمید اور محترمہ سارہ ناصر کو پاکستان کا کھیلوں کا اعزازی سفیر بھی مقرر کیا گیا ہے۔صدر نے اعلان کیا کہ گولڈ میڈل حاصل کرنے والے کھلاڑیوں اور اُن کے کوچز کو آنے والے مقابلوں یعنی دولت مشترکہ گیمز اور ایشین گیمز کیلئے اپنی مہارت اور تکنیک بہتر بنانے کیلئے بیرونِ ملک تربیت کیلئے بھیجا جائے گا۔کھلاڑیوں نے قومی زندگی میں اپنے کردار کو تسلیم کیے جانے پر تشکر کا

کھیل	سونا	چاندی	کانسی	کل
اتھلیکٹس	4	2	4	10
بیڈمنٹن	0	0	3	3
باکسنگ	1	1	2	4
کرکٹ	0	0	1	1
سائیکلنگ	0	2	1	3
.ہینڈ بال	1	0	0	1
ہاکی	1	0	0	1
جوڈو	3	3	1	7
کبڈی	0	1	1	7
کراٹے	1	2	7	10
شوٹنگ	0	5	3	8
سکوائش	2	1	0	3
سوئمنگ	0	0	3	3
ٹیبل ٹینس	0	0	2	2
تائیکوانڈو	0	3	4	7
والی بال	0	1	0	1
ویٹ لفٹنگ	2	3	1	6
ریسلنگ	2	3	1	6
ویشو	2	0	3	5
کل	19	25	36	80

اظہار کیا اور اپنی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے اور پاکستان کے لئے اعزازات لانے کے اپنے عزم کا اظہار کیا ہے۔ محترمہ نسیم حمید نے کہا کہ وہ اب ایشیا کی تیز ترین خاتون بننے کے لئے محنت کریں گی۔

بین الاقوامی کامیابیاں

کرکٹ: دوبارہ ورلڈ چیمپئن

پاکستان کرکٹ ٹیم نے جون 2009 میں ٹی 20 کرکٹ ورلڈ کپ جیت کر دنیا کو حیران کر دیا جبکہ اس وقت پوری قوم دہشت گردی کے خلاف جنگ اور اندرونی طور پر بے گھر افراد کی دیکھ بھال کرنے میں مصروف تھی۔ یہ دوسری دفعہ تھا جب پاکستان نے کرکٹ کا ورلڈ کپ جیتا۔ آخری بار پاکستان نے 1992 میں 50 اوور میچوں میں کرکٹ ورلڈ کپ جیتا تھا۔ صدر اور وزیر اعظم نے اس کامیابی پر قومی کھلاڑیوں کو مبارکباد، ضیافت اور انعامات دیئے۔ حکومت پاکستان کرکٹ ٹیم کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کا عہد کیے ہوئے ہے تاکہ وہ مزید بین الاقوامی اعزازات جیت سکے۔

اتھلیٹکس

پاکستان کے نوعمر اتھلیٹ (جیولن تھرور)، رحیم خان نے جون 2009 میں ایشیاء کی سطح پر کانسی کا تمغہ حاصل کیا۔

باکسنگ

پاکستانی باکسر محمد یاسین نے تھائی لینڈ میں منعقدہ 31 ویں کنگز کپ میں کانسی کا میڈل جیتا۔ انہوں نے ترکی میں احمد کومرٹ بین الاقوامی باکسنگ ٹورنامنٹ میں بھی کانسی کا تمغہ حاصل کیا۔

کراٹے

پاکستان کے سعدی عباس نے جوہانس برگ میں اکتوبر 2009 میں منعقدہ پانچویں دولتِ مشترکہ کراٹے چیمپئن شپ میں پہلی مرتبہ سونے کا تمغہ حاصل کیا۔

ٹینس

اعصام الحق قریشی نے اپنے امریکی ساتھی کریٹن کے ساتھ مل کر باسی سوئٹزرلینڈ میں کھیلنے جانے والے اے ٹی پی ورلڈ ٹور 500 کے ڈبل میں روجر فیڈرر اور ایم

چرڈی نیلی کو شکست دی۔ اعصام الحق قریشی نے اپنے بھارتی ساتھی روہن بوپانا کے ساتھ نومبر 2009 میں کھیلے جانے والی بلسنگی آئی ٹی پی اوپن کے ڈبل میں ہنری کونٹینن اور جرگو نیمین کو شکست دی۔

انفرادی کارکردگی

ہاکی کے کھلاڑی اور پنلٹی کارنر سپیشلسٹ سہیل عباس نے 300 گول کر کے ورلڈ ریکارڈ بنایا ہے

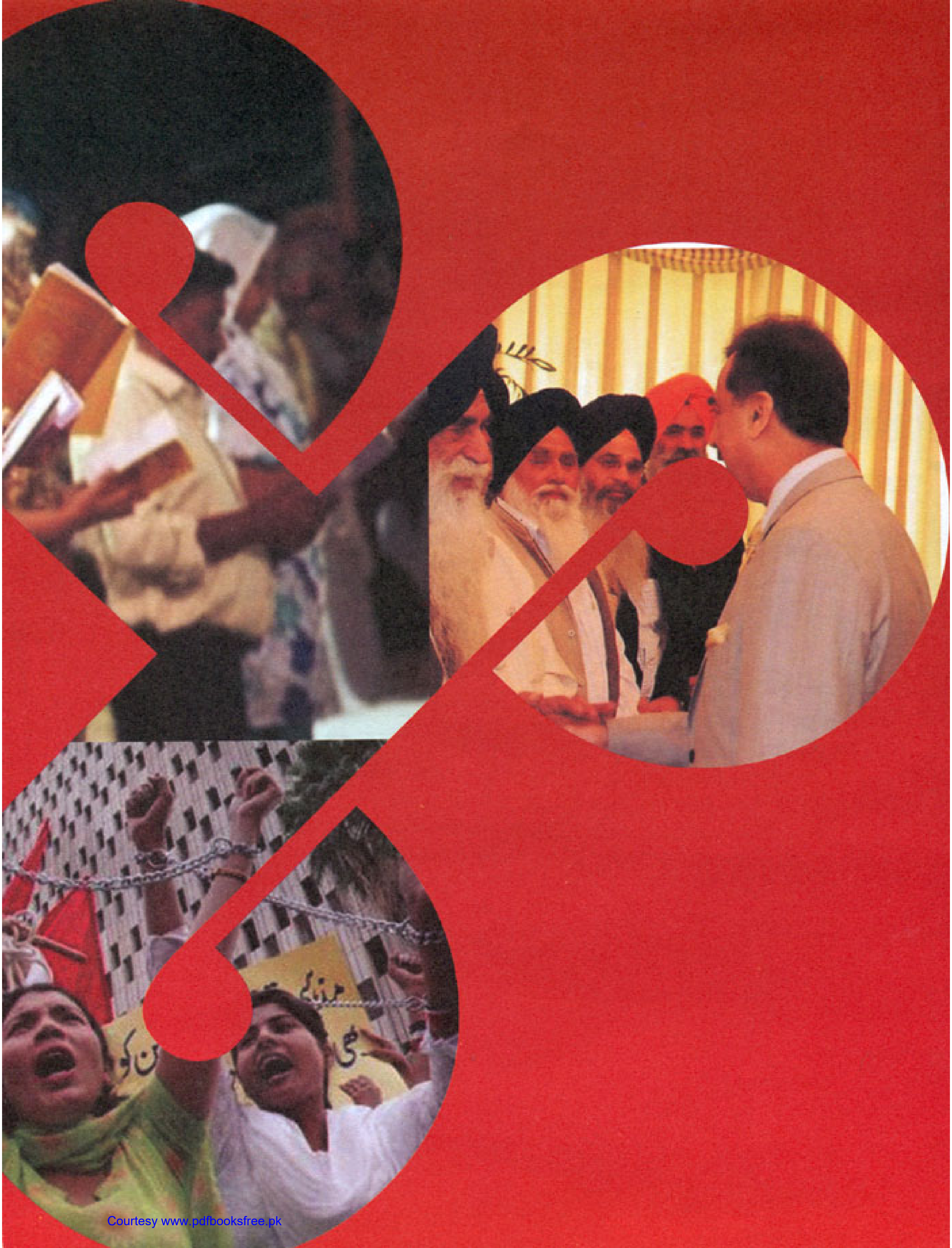
محمد عامر اور سعید اجمل نے دبئی میں نومبر 2009 میں نیوزی لینڈ کے خلاف تیسرے ون ڈے میں 103 رنز سکور کر کے 10 ویں وکٹ کا ریکارڈ بنایا ہے

سیاحت ایک نظر ثانی

نائن الیون کے تناظر میں پاکستان اور افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ نے پاکستان کی سیاحت انڈسٹری پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ تاہم وزارتِ سیاحت اس نازک وقت میں بالخصوص گذشتہ دو برسوں میں جدید سوچ اپنا کر ان ناموافق حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ پاکستان ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن اپنی سہولیات کو بہتر بنانے کے منصوبوں کو تیزی سے مکمل کر رہا ہے۔ عوامی حکومت نے شعبہ سیاحت کے لئے غیر معمولی رقم مختص کی ہے اور ملک کے کونے کونے میں متعدد منصوبوں کی منظوری دی ہے۔ ان منصوبوں میں ننکانہ صاحب میں ایک بس ٹرمینل بشمول چار کمروں کی منسلک سہولت کی تعمیر، کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور، اسلام آباد مظفر آباد اور گلگت بلتستان میں سیاحتی سہولت مرکز شامل ہیں۔ مستقبل قریب میں مکمل ہونے والے منصوبوں میں بہاولپور میں پی ٹی ڈی سی موٹل میں دس کمروں کی توسیع، پی ٹی ڈی سی موٹل ٹیکسلا میں چھ کمروں کی توسیع، ایوبیا میں پی ٹی ڈی سی موٹل کی بحالی اور 5 کمروں کی توسیع، گرم چشمہ پر متعلقہ سہولت کے ساتھ چھ کمروں سمیت خصوصی سہولت کا قیام، بشام میں پی ٹی ڈی سی موٹل کے 30 کمروں کی بحالی، نارا میں 30 کمروں کی بحالی، علی وانڈا (ڈی آئی خان) میں لب سڑک سہولت، شیخ بدین پہاڑی کی چوٹی (ڈی آئی خان) ٹورسٹ ریزورٹ کا قیام، سہون شریف میں حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار پر کفایتی ہوٹل کی تعمیر اور بھٹ شاہ میں حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی کے مزار پر کفایتی ہوٹل کی تعمیر شامل ہیں۔

سیاحت ایک کثیر الجہتی مرکب ہے جس میں معیشت اور تجارت کی سرگرمی میں کئی لوگ، کمپنیاں، کارپوریشنیں اور تنظیمیں مصروف کار ہوتی ہیں۔ وفاقی وزارتِ فروغ سیاحت کے چند حالیہ اقدامات میں پاکستان میں سیاحت کی صنعت کی ویب سائیٹ بنانا، سیاحت کی مطالعاتی سرگرمیوں کو اپ گریڈ کرنا، ٹورسٹ انفارمیشن سینٹر کی تجدید نو، صوبائی دارالحکومتوں میں ٹورسٹ سہولت سینٹر کا قیام، ٹورسٹ کی آمد پر ایک ماہ کا ویزہ دینے والے ممالک کی تعداد 2 سے بڑھا کر 24 کرنا، متعین ٹور آپریٹروں کے انٹری پوائنٹ میں اضافہ، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر سیاحت کی تشہیر کی مہم، طالب علموں، خاندانوں اور گروہوں کے لئے رعایتی پیکج کا اجرا وغیرہ شامل ہیں۔

وزارتِ سیاحت اور پی ٹی ڈی سی نے سیاحوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں اور پروگراموں میں شرکت کی ہے۔ علاوہ ازیں تمام وفاقی اکائیوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ایک نئی قومی سیاحتی پالیسی بنائی جارہی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان دوستی بس سروس کامیابی سے جاری ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان اور چین کے مابین تجارت اور سیاحت میں سہولت دی ہے۔ سال 09-2008 کے دوران وزارتِ سیاحت نے غیر ملکی سیاحوں کی آمد سے 21.045 ملین روپے کمائے جو قومی خزانے میں جمع کرائے گئے۔



انسانی حقوق اور اقلیتیں

افراد کی آزادی

جدید دنیا میں اس معاشرے کو مہذب نہیں کہتے جس کے افراد بلا لحاظ رنگ نسل، ذات اور مذہب بنیادی انسانی حقوق نہ رکھتے ہوں۔ حقوق کے بغیر آزادی بے معنی ہے۔ ہر انسان کو بذاتہ اہم سمجھے بغیر اور اس کے حقوق کا تحفظ کیے بغیر خوشحالی ناممکن ہے۔ کوئی بھی ریاست اپنے لوگوں کے بنیادی حقوق بشمول قومی معاملات میں شرکت، اظہار رائے کی آزادی، ملازمتوں کا ملنا، تعلیم صحت وغیرہ کو یقینی بنائے بغیر زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتی۔

وزارت حقوق انسانی نے یو این ڈی پی کے تعاون سے ایک منصوبے کا آغاز کیا ہے جس کے تحت انسانی حقوق کے حصول کو یقینی بنانے اور شہریوں کو مقتدر کرنے کیلئے سرگرمیاں کی جائیں گی۔ منصوبے کا مقصد پاکستان میں حقوق انسانی کے ادارے، نظام اور طریقے مضبوط کرنا ہے۔ یہ پراجیکٹ استعداد بڑھانے، شہری معاملات کی تعلیم اور رابطوں کو بہتر بنانے کے ذریعے انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے گا اور اس طرح پاکستان کی قومی اور بین الاقوامی ذمہ داریاں پوری کرنے میں مدد دے گا۔ وزارت حقوق انسانی نے انسانی حقوق کیلئے کام کرنے والی تنظیموں سرکاری عمال اور دیگر متعلقہ افراد اور اداروں کی استعداد بڑھانے کے لئے بھی ایک پروگرام شروع کیا ہے۔

سوات اور مالاکنڈ میں دہشت گردی کے خلاف جنگ اور تصادم کے نتیجے میں جو حقوق انسانی کی صورتحال ابھر کر سامنے آئی تو وزارت نے اقوام متحدہ کی ذیلی تنظیم یونیسیف کے ساتھ 5 جون 2009ء کو ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ اس معاہدے کو جنگ سے متاثرہ بچوں کے انسانی حقوق کے تحفظ سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی پیروی میں وزارت نے یونیسیف سے ملی ہوئی 4 ملین روپے کی مالی امداد سے سرگرمیاں شروع کی ہوئی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں پاکستان کے مدارس میں بچوں کے تحفظ پر حالات کا جائزہ لینے والی سرگرمیاں بھی شامل ہیں۔ اس میں پارلیمنٹ کے ارکان کے لئے جنگ سے متاثرہ بچوں سے متعلق ایڈووکیسی کٹ بنانا، پارلیمنٹیرینز کے ساتھ سننے کا سیشن منعقد کرنا، بچوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی سنجیدگی سے رپورٹ بنانا اور آگہی بڑھانے کے لئے میڈیا کے ذریعے پروگرام کرنا شامل ہیں۔

وزارت نے 2009 میں حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں کے 11,004 کیس رجسٹر کیے جو علاقائی ڈائریکٹوریٹ لاہور، کراچی پشاور اور کوئٹہ سے رپورٹ کیے گئے۔ 2,131 کیس پنجاب سے رپورٹ کیے گئے 5,895 سندھ سے 2155 خیبر پختونخواہ اور 823 بلوچستان سے وزارت کے مقامی سیکشن میں 22 قتل کیس، 1 زنا بالجبر، 7 تیزاب پھینکنے / چولہے پر جلانے، 70 پولیس کے خلاف شکایات، 23 جیل کے خلاف شکایات، 34 زمین پر جھگڑا 2 اذیت کے کیس، 4 گمشدہ لوگوں کی شکایات، اور 26 معاملات کا اقلیتوں سے تعلق تھا جو 2009 کے دوران رپورٹ کئے گئے جبکہ چار کیس انسانی اعضا کے بیچنے، 4 کاروکاری، 2 جبری شادیوں 13 زندگی کا تحفظ، 1 غیر قانونی طور پر قید میں رکھنے 4 خاندانی معاملات / شوہروں کے خلاف شکایات، 4 اغوا، 1 شکایت کام کرنے والی خاتون کی، 1 انسانی سوداگری، 2 سیاسی شکایتیں، 1 غیر سرکاری تنظیم سے متعلقہ شکایت، 39 مالی معاونت، 16 متفرق، 53 ملازمت میں بحالی اور دو کیسز منشیات کی فروخت سے متعلق رجسٹر کئے گئے۔

اقلیتوں کا تحفظ

وزارت اقلیتی امور نے پاکستان میں بسنے والی تمام مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے اپنے فرائض کی بجا آوری میں اقلیتوں کے تحفظ کا قانون متعارف کروانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ایک تاریخ ساز قانون سازی ہوگی جس کا مقصد 1973 کے آئین کے مطابق تمام غیر مسلم اقلیتوں کے سیاسی، معاشی اور سماجی حقوق کو یقینی بنانا ہے۔ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہندوؤں، سکھوں، بہائیوں اور پارسیوں کی شادیوں کو قانونی حیثیت دینے کیلئے قوانین متعارف کرائے جائیں گے۔ اس ضمن میں ہندو میرج ایکٹ، سکھ میرج ایکٹ، بہائی میرج ایکٹ اور پارسی میرج ایکٹ قومی اسمبلی میں لائے جائیں گے۔ ان قوانین سے غیر مسلم اقلیتوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو جائے گا۔ حکومت نے وفاقی ملازمتوں میں اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد نمائندگی رکھی ہے۔ 11 اگست کو ہر سال اقلیتوں کے دن کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا گیا ہے کیونکہ اسی تاریخ کو بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے دستور ساز اسمبلی میں پہلی تقریر کی تھی جس میں انہوں نے پاکستان کو ایک ایسی ریاست بتایا تھا جہاں تمام لوگ برابر کے شہری ہونگے اور جہاں کسی کے بھی خلاف ذات پات، رنگ و نسل یا عقیدے کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

2009-2008 میں حکومت نے اقلیتوں کی ترقی کی چھوٹی سکیموں میں 147 ملین روپے کا اضافہ کیا۔ اس رقم سے ملک بھر میں 135 منصوبے مکمل کیے جائیں گے۔ 2009-2008 میں 3000 ضرورتمند غیر مسلموں میں 14 ملین روپے کے وظائف تقسیم کئے۔ 8 ملین روپے اقلیتوں کی سوات اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مالاکنڈ ڈویژن کے دوسرے علاقوں میں واپسی، کھاد، خوراک، صحت اور تعلیمی سہولیات دینے پر خرچ ہوئے۔ 2009-2008 سے وزارت اقلیتی امور کا بجٹ 75 ملین روپے سے بڑھا کر 166 ملین کر دیا گیا۔ عوامی حکومت نے باہمنی والا، ضلع قصور اور گوجرہ میں تشدد کا نشانہ بننے والے غیر مسلموں کی مالی اور قانونی مدد بھی کی۔ وزیراعظم اور انچارج وزیر اقلیتی امور نے متاثرہ علاقے کا دورہ کیا۔ شرپسند عناصر کے خلاف ایف آئی آر داخل کرائی اور ہلاک شدگان کے ورثا کو 100,000 روپے فی کس ادا کئے۔

مذاہب میں ہم آہنگی

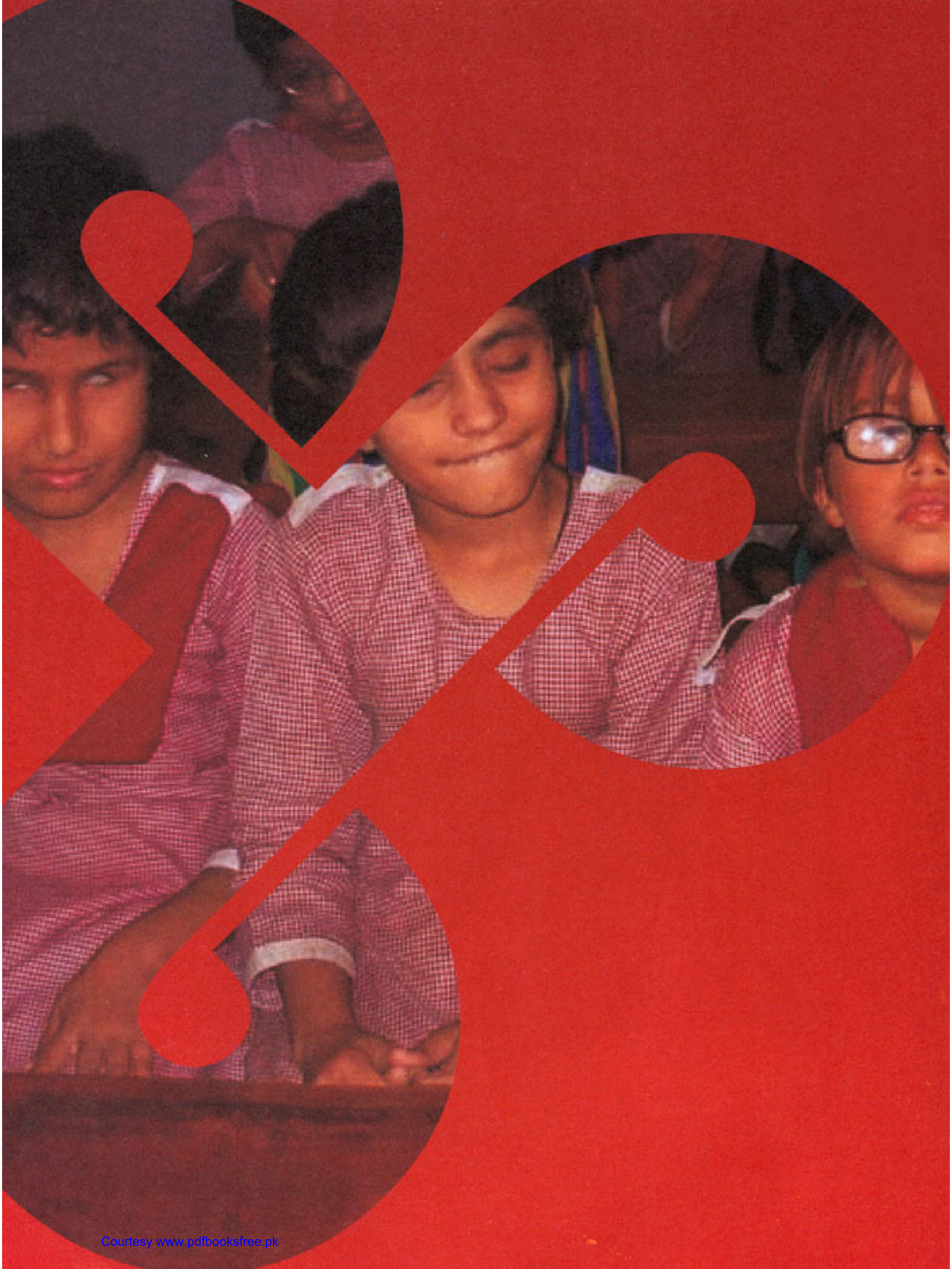
از کیپٹن (ریٹائرڈ) سید واصف

پاکستان پیپلز پارٹی تسلیم کرتی ہے کہ اقلیتوں کے حقوق پاکستان کے دیگر شہریوں کے حقوق کے برابر ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی عوامی حکومت بڑی ثابت قدمی سے بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے 11 اگست 1947 کے تاریخی خطاب میں دیئے گئے رہنما اصولوں اور پارٹی کے بانی چیئرمین شہید ذوالفقار علی بھٹو کے اقلیتوں کی حیثیت کے بارے میں افکار پر عمل پیرا ہے۔ صدر اور وزیراعظم نے بارہا پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں اس مؤقف کا اعادہ کیا ہے اور کئی بار اپنے اعمال سے اقلیتوں کے مساوی حقوق کے حوالے سے اقدامات بھی کئے ہیں۔

وزارت اقلیتی امور کا کل بجٹ کبھی بھی 75 ملین سے زیادہ نہیں رہا لیکن عوامی حکومت نے 09-2008 میں اسے بڑھا کر 166 ملین روپے کر دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عوامی حکومت اقلیتوں کی ترقی میں سنجیدہ ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار سرکاری نوکریوں میں اقلیتوں کیلئے 5 فیصد کوٹا مخصوص کیا گیا ہے۔ 16 ملین روپے کی لاگت سے 3000 غیر مسلم نوجوانوں کو تعلیمی وظائف دیئے گئے ہیں۔ اقلیتوں میں ضرورتمند اور پسماندہ افراد کی مدد کیلئے 32 ملین روپے سے ایک فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ ملک بھر میں اقلیتی برادری کے فن اور تکنیک سیکھنے کیلئے مراکز قائم کئے جا رہے ہیں۔

عوامی حکومت نے 11 اگست کو اقلیتوں کا دن قرار دیا ہے۔ اقلیتوں کے مذہبی تہوار جیسے بیساکھی، دیوالی، ہولی، عید رضواں، نوروز، کرسمس اور ایسٹر سرکاری طور پر منائے جاتے ہیں۔ 09-2008 میں اقلیتوں کی ترقی کی 135 ترقیاتی سکیموں پر 147 ملین روپے خرچ کئے گئے۔

پاکستان میں پہلی دفعہ حکومت نے اقلیتوں کو سینٹ میں نمائندگی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزارت اقلیتی امور نے وزارت قانون وانصاف اور پارلیمانی امور کے توسط سے اقلیتوں کے خلاف متعصبانہ قوانین کی تنسیخ کا معاملہ اٹھایا ہے۔ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کی سعی کریں۔ اس سلسلے میں ضلعی سطح پر پورے ملک میں بین المذاہب کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں۔ ملک کے مختلف مذاہب کے درمیان برداشت کو فروغ دینے کے لئے اسلام آباد میں ایک بین المذاہب کمپلیکس تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس طرح پاکستان کو اسی طرح کا ملک بنانے میں مدد ملے گی جیسا اس کے بانیوں نے سوچا تھا۔



سماجی بہبود اور خصوصی تعلیم

وزارت سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کی جانب سے 2010-2009 کے دوران تکمیل کردہ سب سے نمایاں کام 13 دسمبر 2006 کو اپنے 61 ویں اجلاس میں یو۔این جنرل اسمبلی کی جانب سے منظور کردہ معذور افراد کے حقوق پر اقوام متحدہ کے کنونشن مع اختیاری پروٹوکول کی تصدیق رہا ہے۔ وفاقی کابینہ نے 16 جولائی اور 27 ستمبر 2008 کو اپنے اجلاسوں میں اقوام متحدہ کے کنونشن پر دستخط کی منظوری دی۔ اس کنونشن پر دستخط کر کے پاکستان اس بین الاقوامی فورم کا ایک رکن بن گیا ہے جو معذور افراد کو اپنے حقوق کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

وزارتِ سماجی بہبود اور خصوصی تعلیم کی کارکردگی کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس کی نیشنل کونسل نے حقوقِ طفلاں بل 2009 پر ایک قومی کمیشن کا مسودہ تیار کیا ہے جس کا مقصد اقوام متحدہ کے کنونشن کے مطابق بچوں کے حقوق یقینی بنانے کیلئے نگرانی، ارتباط اور مؤثر جانچ پڑتال کا نظام بنانا ہے۔ کونسل نے بچوں سے بدسلوکی اور استحصال کے خلاف مواقع فراہم کرنے کے علاوہ حقوق طفلاں پر اقوام متحدہ کی کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کے لئے تحفظِ طفلاں (فوجداری قوانین ترمیمی) بل 2009 بھی تیار کیا ہے۔

ڈائریکٹوریٹ جنرل وزارتِ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم نے 24 کمیونٹی ڈویلپمنٹ پراجیکٹس تیار کیے اور دیہی علاقوں اور اسلام آباد، گلگت بلتستان، فاٹا کے مضافات اور ملک کے دیگر حصوں میں مراکز قائم کیے جن کا مقصد زچہ و بچہ کی صحت، پیشہ ورانہ تربیت، نرسری تعلیم، تفریح اور خواندگیٔ بالغاں کی خدمات فراہم کرنا ہے۔ معاشرے کے غریب طبقات سے تعلق رکھنے والے 2 61,83 افراد اِن پروگراموں سے مستفید ہوئے۔ ڈائریکٹوریٹ نے این جی او، ادارہ تعلیم و آگاہی کے تعاون سے گھروں میں کام کرنے والے بچوں کو بنیادی تعلیم دینے کا ایک پروگرام بھی شروع کیا ہے تاکہ گھریلو چائلڈ لیبر کو منضبط کیا جائے اور ایسے بچوں کو غیر رسمی تعلیمی سہولیات فراہم کی جائیں۔

وزارتِ سماجی بہبود اور خصوصی تعلیم نے ملک بھر کے چالیس اضلاع میں ڈیٹا بیس مینجمنٹ میں این جی اوز کے لئے تربیتی کورسز کا بھی اہتمام کیا اور تمام اضلاع میں این جی اوز کے ڈیٹا بیس کو ایک نیٹ ورک کے تحت لانے کا انتظام کیا۔ نیشنل لائبریری اینڈ ریسورس سنٹر، اسلام آباد میں عوام الناس کے لئے امریکی سفارت خانہ کے امریکن انفارمیشن ریسورسز سنٹر (اے آئی آر سی) کے تعاون سے ایک ہیلن کیلر فرینڈ شپ کمیونٹی سنٹر قائم کیا گیا۔

وزارتِ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کے مستقبل کے منصوبوں میں تمام ضلعی صدر مقامات پر معذوروں کے لئے کم از کم ایک مربوط خصوصی تعلیم مرکز کا قیام ہے۔ بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت مالی فوائد کو معذور افراد تک توسیع دی جائے گی۔ معذور افراد کے حقوق کے بارے میں الیکٹرانک میڈیا پر آگاہی کی مہم شروع کی جائے گی۔ معذور افراد اور دیگر متاثرہ گروہوں تک چھوٹے قرضوں کی سہولت میں توسیع بھی آئندہ حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ معذور افراد کیلئے ویل چیئرز فراہم کرنے اور پارکنگ کے لئے جگہ مخصوص کر کے آسان رسائی متعارف کروانے کے لئے بھی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

وزارتِ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کے تحت والینٹری آرگنائزیشن ٹرسٹ نے 2009-2008 میں 55 منصوبوں کے لیے تقریباً 31 ملین روپے کی رقم تقسیم کی جس سے دور دراز علاقوں میں 187,269 افراد بشمول بچے اور خواتین مستفید ہونگے۔

منصوبوں فنڈز اور استفادہ کنندگان کی شعبہ وار تقسیم

شعبہ	منصوبوں کی تعداد	فنڈز (روپوں میں)	استفادہ کنندگان کی تعداد
پرائمری ہیلتھ کیئر (پی ایچ سی)	5	3,516,689	36,265
غربت میں کمی	12	6,736,628	42,746
صاف پینے کا پانی	37	19,681,484	107,918
معذوروں کی بحالی	1	999,500	340
کل	55	30,934,301	187,269

وزارتِ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کے تحت 1956 میں قائم شدہ سماجی بہبود کی قومی کونسل نے ملک بھر میں این جی اوز کی ترقی اور ان کی انسانی خدمات کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس نے ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے سماجی مسائل کے ازالے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا اور لوگوں میں اپنی مدد آپ اور خود انحصاری کی روح پھونکنے کا ذریعہ بنی ہے۔

قومی کونسل کو قانونی درجہ دینے اور سماجی بہبود کے عصری تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے سماجی ترقی ایکٹ 2009 کے ذریعے قومی کونسل پر ایک مسودۂ قانون تیار کیا گیا ہے جسے آراء کے لئے صوبائی حکومتوں کو ارسال کیا گیا ہے۔ آراء ملنے پر مسودہ قانون میں تبدیلی کی جائے گی اور منظوری کے لئے کابینہ کو ارسال کیا جائے گا۔ بعد میں اسے منظوری کے لئے قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔

سماجی بہبود کی قومی کونسل ملک بھر میں خاص طور پر دور دراز دیہی علاقوں میں بنیادی سطح پر غربت میں کمی کے منصوبوں کے لئے اپنی صوبائی تنظیموں کے لئے ہر سال سینکڑوں این جی اوز کو امداد فراہم کرتی ہے۔ نیشنل کمیشن برائے بہبود و ترقی طفلاں نے متاثرہ بچوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے 2008-09 کے دوران تربت بلوچستان میں تحفظ طفلاں مرکز قائم کیا۔ قومی کونسل برائے بحالی معذور افراد نے معذوری کی سرٹیفکیشن اور امداد برائے بحالی کی فراہمی کے لئے نامور آرتھوپیڈک سرجن کی سربراہی میں اپنے طبی جائزہ بورڈ کے اجلاس منعقد کیے۔ نومبر 2009ء تک تقریباً 189 اجلاس منعقد ہوئے اور بورڈ نے 7,175 افراد کو معذوری کے سرٹیفکیٹ جاری کیے۔

وزارتِ سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کی پیش قدمی پر وزارتِ صحت نے اسلام آباد راولپنڈی، لاہور اور کراچی میں وفاقی حکومت کے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں معذور افراد اور ان کے افرادِ خانہ کو مفت طبی علاج کی منظوری دی۔ حکومتِ سندھ، بلوچستان، گلگت بلتستان اور آزاد جموں و کشمیر نے بھی معذور افراد اور ان کے اہلِ خانہ کو مفت طبی علاج مہیا کیا۔

سرکاری خیرات میں اضافہ

پاکستان بیت المال، ایکٹ 1991 کے ذریعے قائم شدہ ایک خودمختار ادارہ ہے جو اپنی مختلف خدمات کے ذریعے غربت میں کمی لانے کیلئے کام کرتا ہے۔ اس ادارے کی بنیادی توجہ غریب ترین افراد پر ہے جو دو وقت کی روٹی بھی نہیں کما سکتے۔ یہ ادارہ ناداروں، بیواؤں، یتیموں، معذوروں اور دیگر ضرورت مند افراد کو بیت المال بورڈ کی جانب سے منظور کردہ موزونیت کے معیار کے مطابق امداد فراہم کر رہا ہے۔ اس وقت پاکستان بیت المال ایک ارب روپے کے سالانہ بجٹ سے ملک بھر میں 70,000 مستحقین کی کفالت کر رہا ہے۔

پاکستان سویٹ ہومز کی اسکیم کے تحت پاکستان بیت المال ڈویژن کی سطح پر یتیم خانے قائم کر رہا ہے۔ اس سکیم کے تحت ملک بھر میں چالیس یتیم خانے قائم کیے جائیں گے، ہر یتیم خانے میں 100 بچوں کی گنجائش ہوگی۔ تجرباتی طور پر درج ذیل اضلاع میں 16 ہومز قائم کیے گئے ہیں۔

پنجاب	سندھ	خیبر پختونخواہ	بلوچستان	اسلام آباد ۔ آزاد جموں وکشمیر ۔ گلگت بلتستان
راولپنڈی	لاڑکانہ	مردان	کوئٹہ	اسلام آباد
ملتان	نواب شاہ	ایبٹ آباد		مظفر آباد
بہاولپور	میرپور خاص	مانسہرہ		گلگت
لاہور				
فیصل آباد				
رحیم یار خان				

پاکستان بیت المال چائلڈ سپورٹ پروگرام

پاکستان بیت المال چائلڈ سپورٹ پروگرام کا مقصد پرائمری ایجوکیشن کا فروغ اور اپنے بچوں کو سکول بھیجنے کے لئے بے حد غریب خاندانوں کو اضافی وسائل فراہم کر کے اسکول چھوڑنے والے بچوں کی شرح میں کمی کرنا ہے۔ مستحقین کو سہ ماہی بنیاد پر نقد رقم کی شکل میں ترغیب دی جاتی ہے (300 روپے ماہانہ فی بچہ 600 روپے ماہانہ دو یا زائد بچوں کے لئے)۔ 75.29 ملین روپے کی رقم 35,700 بچوں کے لئے تقریباً 12,000 اہل خانہ کے مستحقین میں تقسیم کی گئی ہے۔



صدر مملکت آصف علی زرداری ایوان صدر میں غریب خواتین کیلئے جہیز فنڈ کے چیک تقسیم کرنے کے بعد حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں۔

چائلڈ سپورٹ پروگرام تا سبی / اضافہ منصوبہ

نمبر شمار	ضلع
1	بھکر
2	تھرپارکر
3	کوہستان
4	غانچے (گلگت بلتستان)
5	خاران (بلوچستان)
6	راولپنڈی (پنجاب)
7	نواب شاہ (سندھ)
8	کوئٹہ (بلوچستان)
9	ملتان (پنجاب)
10	مظفر آباد (آزاد جموں وکشمیر)
11	ایبٹ آباد (سرحد)

پاکستان بیت المال کے انفرادی مالی امداد پروگرام کے تحت غریبوں، بیواؤں، نادار خواتین، یتیم اور معذور افراد کو عام امداد، تعلیم، طبی علاج اور بحالی کے ذریعے مدد کی جاتی ہے

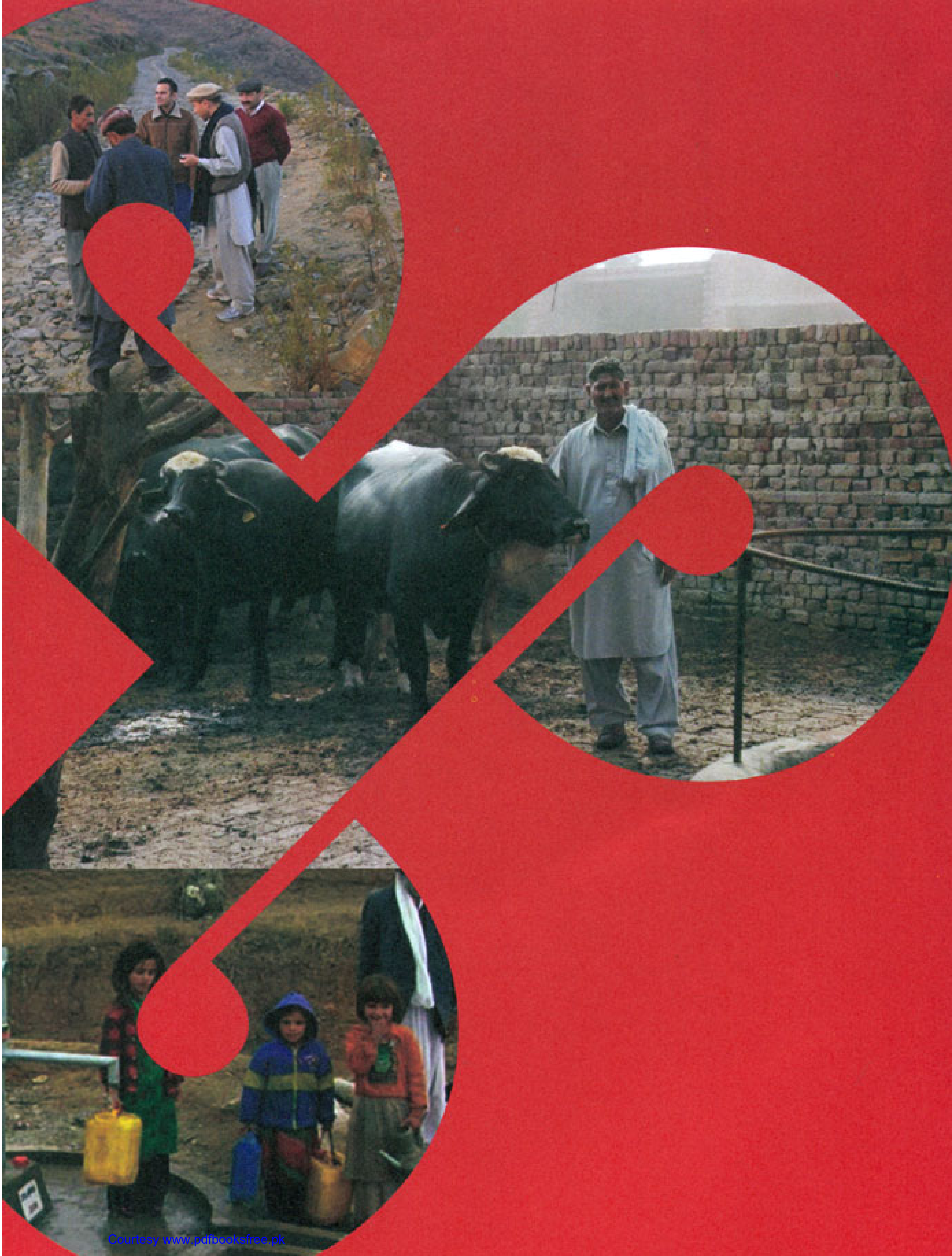
نمبر شمار	نام صوبہ	آئی ایف اے عام		آئی ایف اے میڈیکل		آئی ایف اے تعلیم		بحالی		کل	
		نمبر	روپے ملین	نمبر	روپے ملین	نمبر	روپے ملین	نمبر	روپے ملین	مستفید ہونے والے	روپے ملین
1	پنجاب	13655	148.589								
2	سندھ	3040	32.642	7631	487.933	2627	61.157			23913	697.679
3	خیبر پختونخواہ/فاٹا	2073	21.938	862	67.810	149	1.951			4051	102.403
4	بلوچستان	1408	8.450	1431	124.892	530	9.931			4034	156.761
5	آئی سی ٹی/آزاد جموں و کشمیر/گلگت بلتستان	2010	25.626	156	9.478	52	0.619			1616	18.547
		22186	237.245	1748	104.191	373	6.540			4131	136.357
میزان		22186	237.245	11828	791.305	3731	80.197			37745	111.747

جیسا کہ پاکستان بیت المال ایکٹ 1991 (ترمیمی) باب 2 شق 3(4) میں تصریح کی گئی ہے تنظیم ضرورت مند افراد کو امداد بصورت نقد یا جنس فراہم کرتی ہے۔ زیادہ تر مریض اور ان کے تیماردار جو سرکاری ہسپتالوں میں علاج کے لئے دور دراز علاقوں سے آتے ہیں غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بے سہارا تیماردار خوراک وغیرہ کی طرح کی بنیادی اشیاء کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ لہٰذا پاکستان بیت المال نے پاکستان بھر میں 200 نامزد ہسپتالوں میں ایک لنگر پراجیکٹ شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہر ضلع میں کم از کم ایک ہسپتال میں مریضوں کے غریب تیمارداروں کے لئے پاکستان بیت المال 3 ملین روپے بجٹ سے ہسپتالوں میں شام کے وقت خوراک فراہم کرے گا۔ درج ذیل اضلاع میں لنگر تجرباتی بنیاد پر شروع ہو گیا ہے۔

صوبائی/علاقائی صدر مقامات

نمبر شمار	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخواہ	بلوچستان	آئی سی ٹی/آزاد جموں وکشمیر	گلگت بلتستان
1	راولپنڈی	لاڑکانہ	ایبٹ آباد	کوئٹہ	اسلام آباد	گلگت
2	بہاولپور	میرپور خاص	مانسہرہ		مظفرآباد	سکردو
3	لاہور	نواب شاہ	مردان			
4	فیصل آباد		پشاور			
5	ملتان					

پاکستان بیت المال کے سول سوسائٹی ونگ کا مقصد سرکاری نجی شراکت کے ذریعے غریب ترین افراد کو اداراتی بحالی فراہم کرنا ہے۔ یہ رجسٹرڈ این جی اوز کو غربت میں کمی پر مبنی ان پراجیکٹس کے لئے گرانٹ فراہم کرتا ہے۔ 1992 سے دسمبر 2009 تک مختلف این جی اوز کو 932 پراجیکٹس کے لئے 581.562 ملین روپے تقسیم کیے گئے۔



مقامی حکومت اور دیہی ترقی

وزارت مقامی حکومت و دیہی ترقی بلدیاتی انتظامیہ، دیہی ترقی اور مقامی حکومتوں کے نظام کے بارے میں پالیسی بنانے اور ترجیحات طے کرنے کیلئے وفاقی اکائیوں کے بیچ رابطہ کار کا کام کرتی ہے۔ علاوہ ازیں شہری اور دیہی ترقی کے عالمی اور پیشہ ورانہ اداروں کے ساتھ بھی کام کرتی ہے۔

عوامی حکومت نے آتے ہی واضح کر دیا تھا کہ بلدیاتی ادارے صوبوں کا معاملہ ہیں اور پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت میں جمہوری وفاقی اتحاد کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ مقامی حکومتوں کا نظام صوبوں سے لے کر وفاقی حکومت کو دیا جائے۔ مقامی حکومتوں کو صوبوں کے حوالے کرنے کا قانون 31 دسمبر 2009ء کو نافذ کیا گیا اور اس کے مطابق صوبوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ قانون ساز اداروں کے ذریعے ضروری قوانین وضع کریں، پارٹی بنیاد پر بلدیاتی انتخابات منعقد کریں، مسائل کے حل کے لئے مقامی خود اختیاری حکومتوں کا آغاز کریں اور عوام کی مشاورت سے بنیادی سطح پر تعمیر و ترقی کو یقینی بنائیں۔

مؤثر مقامی حکومت کے اداروں کا قیام

بلدیاتی اداروں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار صوبوں کو منتقل کرنے کا عندیہ پہلی بار وزیرِ اعظم نے اگست 2008 میں ایک قومی ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے دیا۔ وزیر اعظم کی ہدایات کی روشنی میں وفاقی وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی نے صوبائی وزراء کے ساتھ ترجیحات طے کرنے کے بعد وفاقی حکومت کو سفارشات پیش کیں۔ وزیرِ قانون، انصاف و پارلیمانی امور کی سربراہی میں وفاقی اور صوبائی اداروں کی ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی بلدیاتی نظام میں قانونی و انتظامی تبدیلیوں کا جائزہ لے رہی ہے۔ 2008-09 میں مقامی حکومت کے وزراء کی بین الصوبائی کمیٹی میں مقامی حکومت کے نظام کا جائزہ لیا گیا اور اسے بہتر بنانے کیلئے تجاویز وضع کی گئیں۔ صوبوں کو اپنی مخصوص صورتحال کے مطابق ایکٹ میں مزید تبدیلیاں کرنے کا اختیار دینے کیلئے صدر کی منظوری حاصل کی گئی۔

استعدادِ ترقی

مقامی نمائندوں کی تربیت کا بنیادی مقصد اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ نئے منتخب شدہ مقامی حکومت کے ادارے عوام کی امنگوں کو پورا کرنے میں مؤثر ہیں۔ مقامی حکومت کی استعداد میں اضافے کیلئے ایک بڑے پروگرام کے لئے پی ایس ڈی پی 2008-09 کے تحت فنڈز مہیا کیے گئے۔ وزارت مقامی حکومت دیہی ترقی کے ایک ملحقہ محکمہ میونسپل ٹریننگ اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کراچی نے مارچ 2008ء سے اب تک مقامی حکومتوں کے منتخب سربراہان، افسران، اہل کاروں اور مقامی ترقی اور عوام کی بہبود کے لئے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کی مہارتِ کار اور علم میں اضافے کیلئے 26 تربیتی کورسز اور ورکشاپس کا اہتمام کیا۔

اختر حمید خان قومی مرکز برائے دیہی ترقی اور میونسپل ایڈمنسٹریشن نے ضلعی و میونسپل انتظامیہ کے اہلکاروں اور مقامی حکومت کے منتخب نمائندگان کیلئے 57 تربیتی پروگراموں کا اہتمام کیا گیا جن سے 1,658 شرکاء مستفید ہوئے۔

آئندہ کے منصوبے

اختر حمید خان قومی مرکز برائے دیہی ترقی اور میونسپل ایڈمنسٹریشن کی مزید ترقی اور اسے ملک کا اعلیٰ ادارہ بنانے کے لئے اگلے تین برسوں کے دوران 491 ملین روپے مالیت کے ایک نئے منصوبے کی منظوری دی گئی ہے۔ ٹنڈو جام، لالہ موسیٰ، کوئٹہ اور پشاور میں پاکستان اکادمی برائے دیہی ترقی، میونسپل ٹریننگ و ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور، علاقائی صوبائی اکادمیوں پر مشتمل مقامی حکومت کے سکولوں کا ایک مربوط تربیتی اور تحقیقی نظام قائم کیا جا رہا ہے۔

پیپلز ورکس پروگرام

یہ پروگرام دراصل خوشحال پاکستان پروگرام کا تسلسل ہے جس کے تحت 2008-09 میں حزب اقتدار و حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے اراکین پارلیمنٹ کیلئے اپنے علاقوں میں ترقی کیلئے فی رکن پارلیمنٹ ایک کروڑ روپے مختص کیے گئے۔ اسی مالی سال کے دوران 3,932 اسکیمیں اراکین پارلیمنٹ کی سفارشات پر منظور کی گئیں اور 3.329 بلین روپے ای اے ز کے مابین تقسیم کیے گئے۔ اسی طرح 2009-1010 میں 15 دسمبر

2009 کو 641 اسکیمیں منظور کی گئیں اور 667 ملین روپے ای ایز کو تقسیم کیے گئے۔

ماڈل ولیج ڈیویلپمنٹ پراجیکٹ

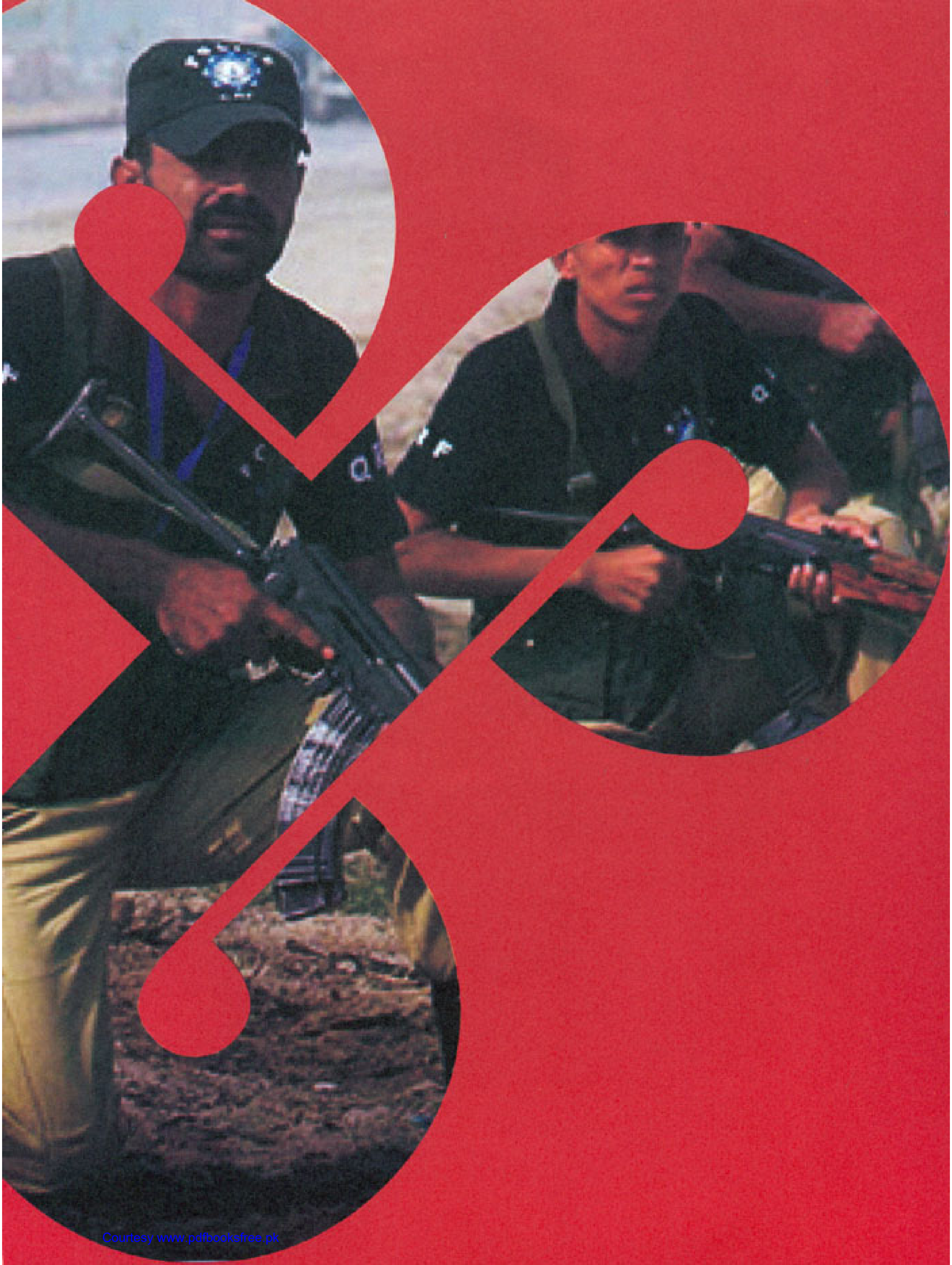
ملک بھر میں نمونے کے گاؤں (ماڈل ولیج) تیار کرنے کیلئے 2004ء میں شروع کیا گیا پراجیکٹ وزیراعظم کی ہدایت کے مطابق نیشنل رورل سپورٹ فنڈ کے ساتھ مشاورت سے تیار کیا گیا۔ ملک بھر میں پراجیکٹ شروع کرنے سے پہلے 26 حلقہ ہائے انتخاب کے لئے ایک پائلٹ پراجیکٹ مختص کیا گیا۔ موضعات کی تقسیم صوبوں میں قومی اسمبلی کے حلقہ ہائے انتخاب کے مطابق کی گئی اور 142 ملین روپے کی کل سرمایہ کاری کے ساتھ ملک بھر میں سہولیات سے مزین گاؤں بنانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ موجودہ دیہات کو ماڈل ولیج بنانے کے لئے فزیکل انفراسٹرکچر کی تعمیر، آب رسانی، نکاسی آب، گلیوں کو پختہ بنانا، آلودہ پانی اکٹھا کرنا، گھریلو لیٹرین، حفظان صحت اور بجلی پہنچانے جیسی سہولیات کو یقینی بنایا گیا ہے۔

صنفی انصاف

فوری اور سستا انصاف ریاست کی اولین ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ گھریلو جھگڑوں اور معمولی تنازعات کے حل کیلئے خصوصاً خواتین کے حقوق کی خاطر وزارت مقامی حکومت اور دیہی ترقی نے اقوام متحدہ، ایشیائی ترقیاتی بنک اور صوبائی اور ضلعی حکومتوں کے ساتھ مل کر ملک کے 20 اضلاع کی 1,068 یونین کونسلوں میں مصالحتی انجمنیں بنائی ہیں جنہوں نے لوگوں کو تھانے کچہری کے چکر سے بچاتے ہوئے گھریلو تشدد، اراضی کے جھگڑوں اور دیگر ناقابلِ دست اندازیٔ پولیس خانگی جرائم سے متعلق 8.093 تنازعات کو حل کیا۔ تقریباً 14,500 افراد کو درست صنفی رویوں کے حوالے سے تربیت دی گئی۔

خصوصی منصوبے

وزارت مقامی حکومت و دیہی ترقی نے کچی آبادیوں کو باقاعدہ بنانے اور بحالی کی تیاری کے لئے ایک پراجیکٹ کا بھی آغاز کیا ہے جبکہ بہتر دیہی ترقی کے لئے اداراتی استحکام، استعداد بڑھانے اور ڈیٹا بیس کی تیاری کا ایک نیا پراجیکٹ بھی شروع کیا گیا ہے۔



قانون کا نفاذ اور جرم کی روک تھام

جب عوامی حکومت نے 2008 میں اقتدار سنبھالا تو ملک بھر میں دہشت گردی کا دور دورہ تھا۔ وزارتِ داخلہ نے دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے جامع اقدامات کئے ہیں۔ تمام صوبائی حکومتوں، حکومت آزاد جموں وکشمیر، گلگت بلتستان اور سیکیورٹی ایجنسیوں کو بروقت اطلاع دے کر دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں مدد دی ہے۔

دہشت اور جرم کا مقابلہ

وزارتِ داخلہ نے ملک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے مابین خفیہ اطلاعات میں شراکت کو مستحکم کرنے کے لئے سلامتی کے جامع منصوبے ترتیب دیئے ہیں۔ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک قومی ادارہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ ملک کی پولیس کی جانب سے استعمال کیے جانے والے ہتھیار دہشت گردوں کی جانب سے استعمال کیے جانے والے ہتھیاروں کی نسبت پرانے اور ازکار رفتہ ہیں۔ اس لئے وزارتِ داخلہ نے دھماکہ خیز مواد کا پتہ چلانے والے آلات سکینرز اور دیگر آلات کی خریداری کے لئے چین کے ساتھ معاہدہ پر دستخط کیے ہیں۔ اس کے علاوہ چین نے امداد کے طور پر 400 ملین روپے کے آلات فراہم کئے۔

وزارت داخلہ نے فرانس سے بلٹ پروف جیکٹس بلا معاوضہ حاصل کی ہیں۔ ایران، متحدہ عرب امارات اور ملائیشیا کی حکومتوں کے ساتھ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے تین معاہدات ہو رہے ہیں۔ پولیس فورس کو مستحکم کرنے کے لئے وزارت داخلہ نے بہتر مراعات اور تنخواہ کے پیکج کے عوض فوج اور سیکورٹی فورسز کے ریٹائرڈ افراد کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اس نے مشرقی تیمور (یو این ایم آئی ٹی)، سوڈان (یو این آئی ایم آئی ایس) (ڈارفر ریجن) یو این اے ایم آئی اور لائبیریا (یو این ایم آئی ایل) میں اقوام متحدہ کے مختلف امن مشنوں میں 101 سابقہ سول پولیس افسران کو تعینات کیا ہے۔ اسی طرح سول اور مسلح افواج کے 65 سابقہ افراد کو ہیٹی، ایتھی II کوٹے ڈی لوئیر، تیمور لیسٹے اور ڈارفر (سوڈان) میں اقوام متحدہ کے پانچ امن مشنوں میں تعینات کیا گیا ہے۔

پورٹیبل ائر ڈیفنس سسٹم خطرہ سے نمٹنے کے لئے برطانیہ کے ماہرین کی ٹیم کے ذریعے حکومت کے مختلف محکموں کے افسران کو منظم تربیت دی گئی۔ غیر ملکی افراد کے تحفظ کو مربوط کرنے کے لئے فارنرز سیکورٹی سیل قائم کیا اور ملک بھر میں دہشت اور امن وامان کے بارے میں روزانہ واقعاتی رپورٹ کے ذریعے حکومت کو باخبر رکھنے کے لئے ایک طریقہ کار بنایا ہے۔ وزارت داخلہ نے ملک بھر میں دہشت گردی کی کارروائیوں، دہشت گردوں کی گرفتاری، اسلحہ اور بارود کی برآمدگی اور دہشت گردوں اور تخریب کاروں کا کمپیوٹرائزڈ ڈیٹا بھی مرتب کیا ہے۔

وزارتِ داخلہ نے پولیس ناکوں کو مضبوط کرنے اور اہم سڑکوں پر گاڑیوں کی چیکنگ کا جامع نظام بنانے کے ذریعے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی حفاظت کا بندوبست کیا ہے۔ سول مسلح افواج نے بھی دینی مدارس (درس گاہوں) کچی آبادیوں اور غیر آباد علاقوں کو کھوج ڈالا ہے اور گیسٹ ہاؤسز، ہوٹل اور بس اسٹینڈوں کی اچانک جانچ کا اہتمام کیا۔ وزارتِ داخلہ نے ہنگامی صورتحال میں موثر کارروائی کو یقینی بنانے کے لئے مصنوعی مشقیں کیں اور آفات سے نمٹنے کیلئے منصوبہ تیار کیا۔ وزارتِ داخلہ نے بیت المال کے تعاون سے مستحق لوگوں کے مابین تقریباً 15 ملین روپے کی مالی امداد بھی تقسیم کی ہے۔

سلامتی کے فرائض، اہم شخصیتوں اور تنصیبات کے تحفظ اور صوبہ میں شر پسند عناصر کے خلاف کارروائی کرنے میں 90 پلاٹونز خیبر پختونخواہ پولیس کی معاونت کر رہی ہیں۔ اسی طرح 45 ایسی پلاٹونز غیر ملکی سفارتخانوں کے تحفظ، جیلوں، اہم شخصیات اور دیگر جگہوں کے تحفظ کے لئے سندھ پولیس کی مدد کر رہی ہیں۔ تیل و گیس کی تلاش اور پن بجلی کا کام کرنے والے غیر ملکی باشندوں کو تحفظ فراہم کرنے کیلئے فورس تعینات کی گئی۔ علاوہ ازیں اسلام آباد میں دنیا بھر کے سفارتخانوں کی حفاظت اور اسلام آباد شہر کی سلامتی کے لئے اسلام آباد پولیس کی معاونت کی گئی۔

ان اقدامات سے دہشت گردی کی وارداتوں کو روکنے میں کافی حد تک مدد ملی ہے۔ وزارت داخلہ نے سیکورٹی پلان کے تحت وفاقی دارالحکومت کے گرد سیکورٹی چیک پوائنٹس کا سلسلہ بچھا دیا ہے جس سے سینکڑوں ہتھیار برآمد ہوئے اور مجرموں کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کیا گیا۔ وزارتِ داخلہ نے پاکستان کا دورہ کرنے والے سربراہانِ مملکت اور ان کے وفود کو مکمل سیکورٹی فراہم کی۔

شہریوں کا شمار

نیشنل رجسٹریشن اینڈ ڈیٹا بیس اتھارٹی نے سال 2008-09 کے دوران ملک بھر میں 11.43 ملین افراد کا اندراج کیا۔ یہ اعداد و شمار پچھلے سال سے 20 فیصد زیادہ ہیں۔ ان میں سے 5.56 فیصد خواتین ہیں اور ان کا اندراج سال 2007-08 سے 50 فیصد زیادہ ہے۔ اب تک کل 78 ملین کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈز جاری کئے جا چکے ہیں جو کل بالغ آبادی کا تقریباً 90 فیصد ہے۔

وزیرِ اعظم کی ہدایت پر 8.8 ملین بلا معاوضہ شناختی کارڈ جاری ہوئے۔

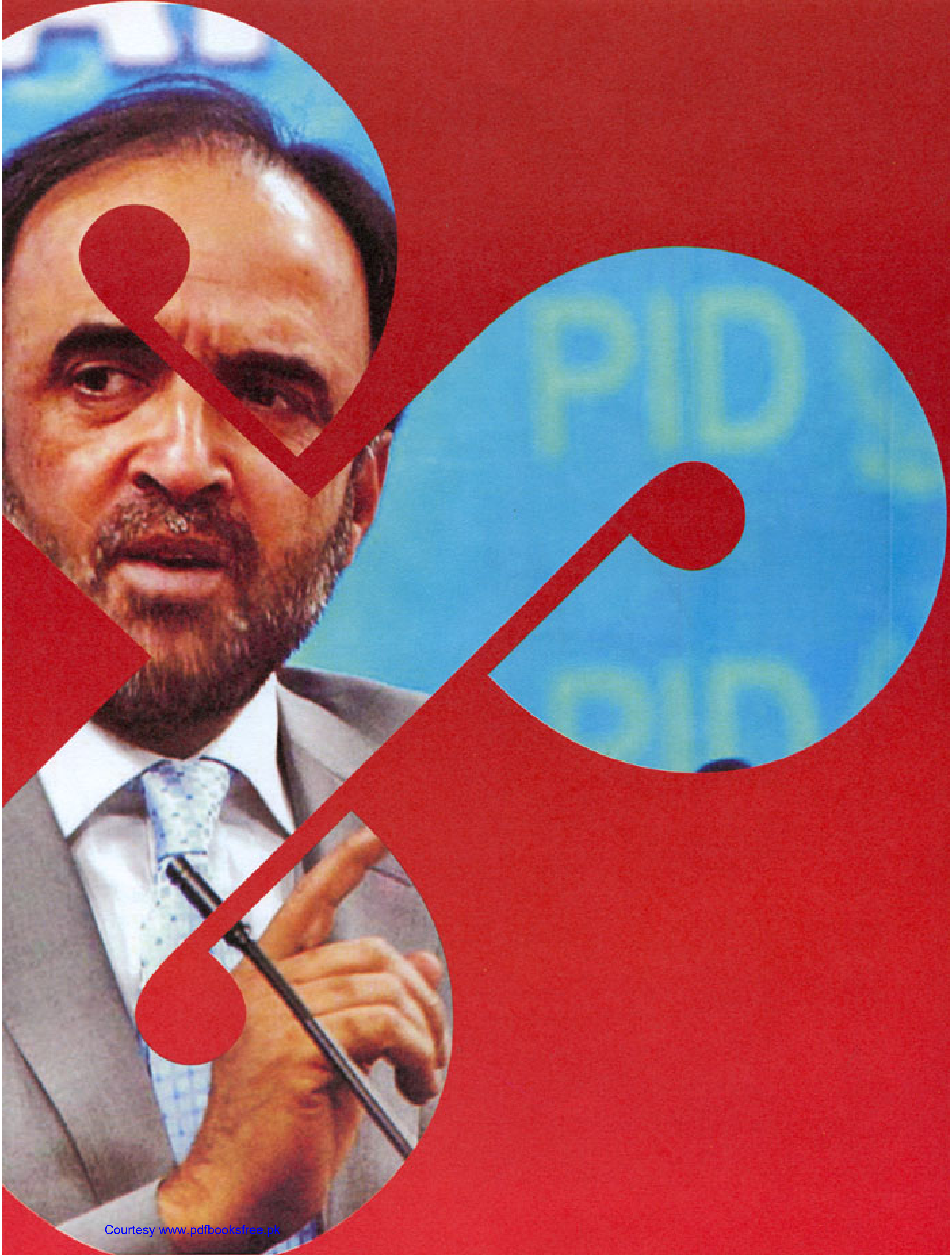
تربیت

اسلام آباد ٹریفک پولیس نے آئی ایس او 9001 حاصل کیا۔ یوں یہ امتیاز حاصل کرنے والا یہ پاکستان کا پہلا پولیس یونٹ ہے۔ اعلیٰ تکنیکی ڈرائیونگ لائسنس اور اسلام آباد پولیس ایف ایم ریڈیو اسٹیشن کا آغاز بھی کیا گیا ہے۔ نیشنل پولیس اکیڈمی (این پی اے) نے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس، سندھ پولیس کے 18 اے ایس پیز اور 3 ڈی ایس پیز کی تربیت مکمل کی۔ سال 09-2008 کے دوران 35 تربیتی کورسز کا اہتمام کیا گیا اور مختلف شعبوں میں بشمول دہشت گردی سے نمٹنے میں 645 افسران کو تربیت دی گئی۔ این پی اے نے اب تک 18 ساتھی ایجنسیوں کے 3500 افسران کو تربیت دی ہے۔

وزارتِ داخلہ نے اب تک 2.128 ملین مشین ریڈایبل پاسپورٹس جاری کر کے امیگریشن اور پاسپورٹ سیکٹر میں ایک سنگ میل طے کیا ہے جس سے سال 09-2008 کے دوران 7.522 ارب روپے کی آمدن بھی ہوئی۔ 12 پاسپورٹ دفاتر، ہنگو، چترال، گلگت، اٹک، ساہیوال، ضلع شہید محترمہ بے نظیر بھٹو (نواب شاہ)، گوادر، ژوب، کھر (باجوڑ ایجنسی) گیلانے (مہمند ایجنسی) میران شاہ (شمالی وزیرستان ایجنسی) اور وانا (جنوبی وزیرستان ایجنسی) فاٹا میں قائم کئے گئے ہیں۔ مشین ریڈایبل پاسپورٹ کی سہولیات ابوظہبی، ریاض، اٹاوا، دوہا، مسقط، کوالالمپور، اور دمشق میں پاکستانی سفارتخانوں میں بھی فراہم کی گئی ہیں۔ مشین ریڈایبل پاسپورٹ جسے 16 اکتوبر 2008 سے متعارف کروایا گیا 72 صفحات کا حامل ہے۔

انسدادِ منشیات پالیسی 2010

پاکستان کی موجودہ صورتحال اور عالمی منشیات ماحول میں تبدیلیوں سے عہدہ برأ ہونے کے لئے وزارت انسدادِ منشیات کی جانب سے انسداد منشیات پالیسی 2010ء تیار کی گئی ہے۔ پاکستان میں منشیات کی تجارت اور مواد کے غلط استعمال سے منسلک صحت، سماجی اور اقتصادی مضمرات کو کم کرنے کے لئے بین الاقوامی بہترین قواعد کے مطابق ڈرگ کنٹرول ماسٹر پلان 14-2010 تیار کیا گیا ہے۔ حکومت منشیات سے نمٹنے میں عالمی سطح پر بھی معاونت کرتی ہے۔ پاکستان اقوامِ متحدہ کے منشیات پر قابو پانے کے ادارے کے تمام کنونشنز نیز ڈرگ کنٹرول پر سارک کنونشن کا دستخط کنندہ ہے۔ پاکستان کو منشیات سے آزاد بنانے کے لئے حکومت اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی پارٹنرز کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔ منشیات کی تجارت کی روک تھام کے لئے مشترکہ کوششیں کرنے کے لئے حکومت 28 ممالک کے ساتھ مفاہمت کی یاداشتوں کے ذریعے دوطرفہ معاہدوں پر دستخط کر چکی ہے جبکہ سعودی عرب، روس، یوکرائن، مراکش، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کے ساتھ مفاہمت کی یادداشتوں پر دستخط حتمی مراحل میں ہیں۔


PID

عوامی سفارت کاری:
اطلاعات تک رسائی اور ذرائع ابلاغ کی آزادی

2008ء میں جب موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالا تو اس کے سامنے سب سے بڑا چیلنج دہشت گردی کی لعنت کے خلاف جنگ اور گذشتہ آمرانہ دور میں نومبر 2007ء میں ہنگامی حالت کے نام سے مارشل لاء کے نفاذ اور اُس کے بعد کے بہت سے ظالمانہ اقدامات خصوصاً میڈیا کو خاموش کر دینے کی کوششوں سے پیدا ہونے والی صورتحال کا ازالہ کرنا تھا جیسا کہ وزیرِاعظم نے قومی اسمبلی میں 30 مارچ 2008ء کو اپنی پہلی تقریر میں اعلان کیا تھا۔

عوامی حکومت نے عوامی سفارت کاری (Public Diplomacy) کو فروغ دینے اور اطلاعات تک رسائی کو پہلے سے بڑھ کر اہمیت دی۔ ذرائع ابلاغ کی مکمل آزادی کو یقینی بنایا گیا ہے اور پاکستان کے عوام میں امید، جرأت اور قوم پر اعتماد کا واضح اور مضبوط پیغام عام کیا گیا ہے۔

گذشتہ دو برسوں کے دوران عوامی حکومت کے جمہوری اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی پالیسی کی وجہ سے قومی ذرائع ابلاغ نے بے مثال آزادی مشاہدہ کی ہے۔ حکومت نے میڈیا پر کوئی قدغن عائد نہیں کی بلکہ تعمیری تنقید کے کلچر کو پروان چڑھایا گیا ہے۔

گذشتہ آمرانہ دور میں عوام الناس اور ذرائع ابلاغ نے دہشت گردی کے بارے میں حکومت کے پیغام کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ معلومات کے تبادلے کے بارے میں گذشتہ حکومت اور میڈیا کے درمیان اعتماد کا فقدان پایا جاتا تھا جبکہ صوبوں کے درمیان ہم آہنگی تیزی سے کم ہو رہی تھی جسے بہتر بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔

عوامی حکومت کے اولین فیصلوں میں سے ایک بدنام زمانہ پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) آرڈیننس 2007ء کو منسوخ کرنا اور میڈیا کی آزادی کو بحال کرنا تھا۔ حکومت کے ایماء پر وزارتِ اطلاعات ونشریات نے دہشت گردی کے خلاف جنگ، وفاقی اور صوبائی تعلقات اور عوامی ترقیاتی منصوبوں جیسے اہم قومی امور کے بارے میں عوامی شعور بیدار کرنے اور اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے فعال اور شفاف انفارمیشن اور پبلک ڈپلومیسی کے اقدامات اٹھائے۔

اس دوران میڈیا کے ایک حصے پر حکومت اور پاکستان پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے خلاف طعن و تشنیع کے تمام حربے استعمال ہوئے لیکن حکومت نے لوگوں کے سچ جاننے کے حق کی خاطر ہمیشہ تحمل اور بردباری سے اس تنقید کو برداشت کیا۔ کچھ خوش فہموں نے ہر ماہ حکومت کے جانے کی ایک نئی اور مزید عالمانہ اطلاع دینا شروع کی۔ حکومت نے اس کے جواب میں کسی کا اخبار، کاغذ، چینل یا اشتہارات بند نہیں کئے بس کبھی کبھار عوام کی عدالت میں جا کر سب سچ فاش کر دیا۔ اس جمہوری صبر کا نتیجہ ہے کہ صحافیوں کی تنظیم کے منتخب صدر جناب پرویز شوکت 8 اپریل 2010 کو ایک معاصر کے سیاسی صفحے پر یہ اعتراف کرتے ہیں کہ "اب میڈیا والے اور ہم بھی اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی اور آصف علی زرداری کے خلاف سخت مہم چلائی گئی مگر آج تک انہوں نے صحافیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔"

وزارتِ اطلاعات ونشریات اور اس کے محکمہ جات کے اہم اقدامات:

10-2008ء کے دوران وزارتِ اطلاعات ونشریات اور اس کے جملہ محکمہ جات کی طرف سے اٹھائے جانے والے بڑے اقدامات حسب ذیل ہیں:۔

- ☆ میڈیا کے لئے رضا کارانہ ضابطہ اخلاق کے ذریعے سیلف ریگولیشن کے تصور کا فروغ۔
- ☆ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی قربانیوں اور کوششوں کو اجاگر کرنے کی مہم۔
- ☆ فعال الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے فروغ کے لئے میڈیا قوانین میں ترامیم۔
- ☆ اطلاعات کی آزادی کے آرڈیننس 2002ء کی منسوخی اور اس کے متبادل کے لئے قانون سازی کا آغاز۔ اطلاعات تک رسائی کو آئینی حق کے طور پر تسلیم کیا۔
- ☆ ساتویں ویج بورڈ ایوارڈ کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے سہ فریقی کمیشن کا قیام۔
- ☆ جمہوریت اور جمہوری گورننس کے فروغ کے لئے آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی (APNS) کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز (CPNE)، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (PFUJ)، آل پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کنفیڈریشن (APNEC) اور پاکستان براڈ کاسٹرز ایسوسی ایشن (PBA) جیسے ذرائع ابلاغ کے نمائندہ اداروں کے

ساتھ تعلقات استوار کرنا۔

☆ فرائض کی بجا آوری کے دوران شہید ہونے والے صحافیوں کے خاندانوں کی مالی امداد کے لئے فنڈ کی تشکیل۔

☆ اخبارات کو سرکاری اشتہارات کے دیرینہ واجبات کی ادائیگی۔

☆ دیگر وزارتوں، محکموں اور اداروں کے شروع کردہ عوامی منصوبوں کا فروغ۔

☆ قومی اہمیت کے امور پر حکومتی موٴقف اور پیغامات کو اجاگر کرنا۔

☆ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر عوامی دلچسپی کے مکالمہ کی حوصلہ افزائی۔

☆ بین الصوبائی وزرائے اطلاعات کانفرنس اور بریفنگز کے ذریعے ڈائیلاگ میں قومی سیاسی قیادت سے رابطے۔

☆ حکومت کے پیغام کو ملک کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے ریڈیو پاکستان پر وزیراعظم کے ماہانہ خطاب اور وزیر اطلاعات کے ہفتہ وار عوامی رابطہ پروگرام کو نشر کرنا۔

☆ میڈیا کی سہولت کے لئے اسلام آباد میں نیشنل پریس کلب کا قیام۔

☆ وزارت اطلاعات ونشریات کے صنفی اصلاحات لائحہ عمل کے ذریعے خواتین کے مسائل اور میڈیا کا فروغ۔

☆ اسلام آباد میں ایک جدید ''شہید محترمہ بےنظیر بھٹو میڈیا یونیورسٹی'' کا قیام جہاں یہ سہولیات میسر ہوں گی۔

(1) میڈیا اور سرکاری اہلکاروں کی تربیت۔ (2) فریقین میں مکالمہ میں سہولت۔ (3) میڈیا سٹڈیز، ابلاغیات، عوامی اور ثقافتی سفارتکاری کے بارے میں تعلیم۔ (4) صحافتی صنعت سے روابط (5) آزاد اور مسابقانہ میڈیا کا فروغ (6) پاکستان میں امن، جمہوریت اور تکثیریت کا فروغ

پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (پی بی سی)

پی بی سی (ریڈیو پاکستان) نے 10-2008ء کے دوران مندرجہ ذیل ترقیاتی منصوبے مکمل کیئے:۔

☆ بھٹ شاہ، میرپور، اسلام آباد، کراچی، حیدرآباد، لاہور، مظفرآباد اور ایبٹ آباد میں نئے ایف ایم ریڈیو ٹرانسمیٹرز کی تنصیب

☆ 28 اگست 2008ء کو اسلام آباد اور ہر صوبائی دارالحکومت میں 5 بڑے پی بی سی سٹیشنز کے ساتھ حالات حاضرہ کے پروگراموں کے بارے میں نئے نیٹ ورک کے ذریعے نیشنل براڈ کاسٹنگ سروس کا اجراء۔

☆ پی بی سی لاہور کے ٹرانسمیٹر کی اپ گریڈیشن۔

☆ سیالکوٹ میں نئے ایف ایم 101 اسٹیشن کا اجراء۔

☆ اسلام آباد، راولپنڈی میں نئے ایف ایم 94 انگریزی زبان کے چینل کا اجراء۔

☆ معیاری موسیقی اور کمرشل پروگراموں کی تیاری کے لئے اسلام آباد نیشنل براڈ کاسٹنگ ہاؤس میں جدید ڈیجیٹل پروڈکشن ہاؤس کا قیام۔

☆ پی بی سی کا ایکسٹرنل سروسز میں 3 علاقائی زبانوں سنہالی، تامل اور نیپالی میں ''ساؤتھ ایشین براڈ کاسٹنگ سروس'' کا اجراء۔

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کارپوریشن (اے پی پی سی)

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کارپوریشن (اے پی پی سی) قومی خبر رساں ادارہ ہے جو پاکستان اور بیرون ممالک میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو مختلف زبانوں میں خبریں فراہم کرتا ہے۔ اے پی پی 24 گھنٹے مستند خبروں کا قابلِ اعتماد ذریعہ ہے۔

اے پی پی سے 2009ء کے دوران انگریزی، اردو، سندھی اور پشتو زبانوں میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو روزانہ جاری کی جانے والی خبروں کی تعداد دوگنا ہو گئی۔ اے پی پی کی پشتو سروس نے خاص طور پر خبروں کی تعداد میں اضافہ کیا اور اے پی پی فوٹو سروس نے انسانی دلچسپی کی تصاویر کی بڑی تعداد جاری کر کے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

اے پی پی نے ٹی وی چینلز کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ویڈیو نیوز سروس کو فعال بنایا ہے۔ یہ اطلاعات کی آزادانہ فراہمی میں ادارے کے کردار کو وسعت دینے کے حوالے سے ایک بڑا اقدم ہے۔ اے پی پی نے اندرون اور بیرون ملک قومی تقریبات، حکومتی پالیسیوں، ترقیاتی منصوبوں اور سماجی واقتصادی سرگرمیوں کو نمایاں طور پر اجاگر کیا۔

حیدرآباد، سکھر، فیصل آباد، گجرات، ساہیوال اور مظفرآباد میں قائم ادارے کے دفاتر کا درجہ بڑھا کر پیشہ ورانہ نیٹ ورک کو حال ہی میں وسعت دی گئی ہے۔ اسی طرح

سیالکوٹ، ڈیرہ اسماعیل خان اور ایبٹ آباد میں نئے بیورو قائم کئے گئے جبکہ ملک بھر میں ضلع اور تحصیل کی سطح پر نمائندوں کے نیٹ ورک کو بھی وسعت دی جارہی ہے۔

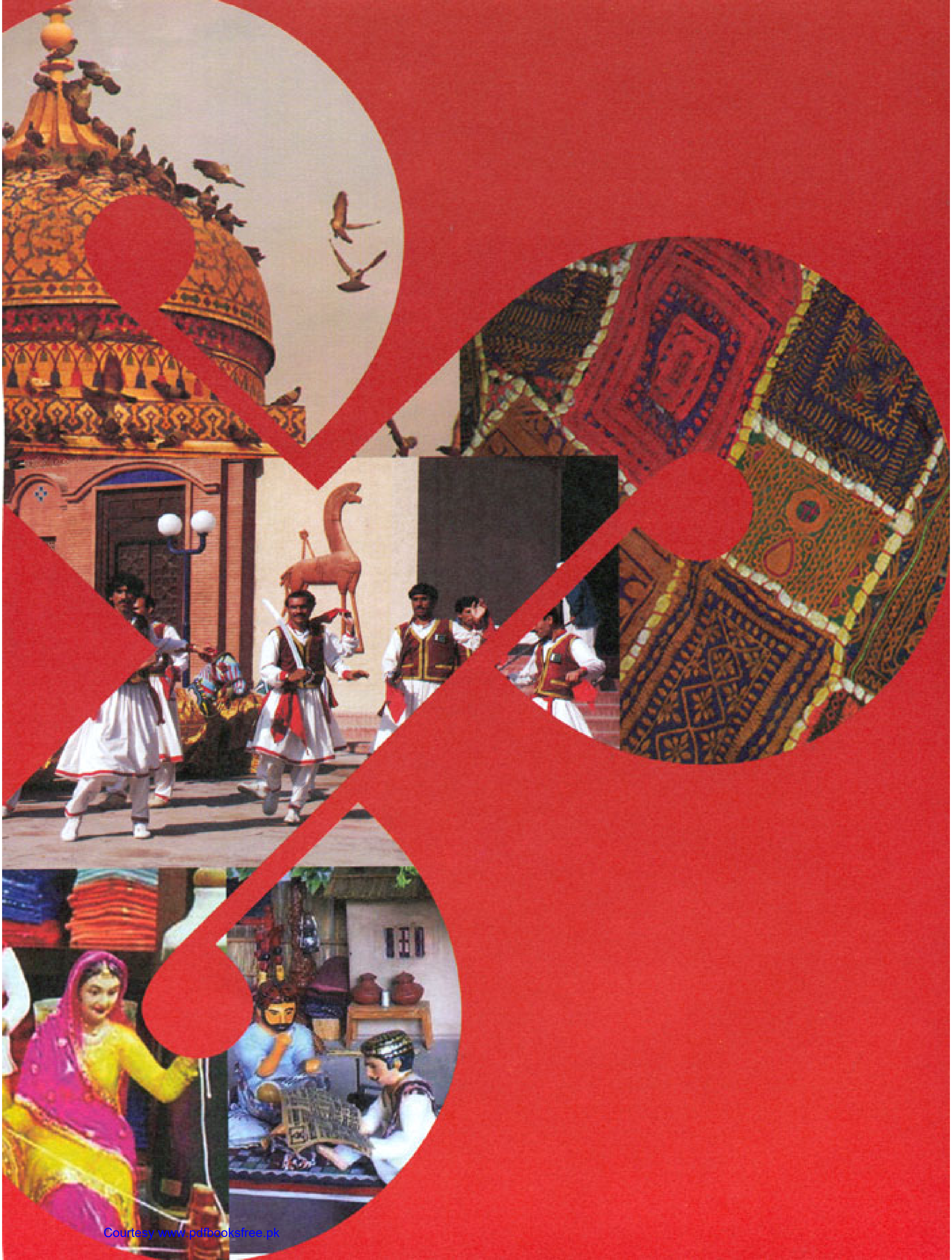
پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن (پی ٹی وی)

2008-10ء کے دوران پی ٹی وی نے ڈرامہ سیریل، موسیقی کے پروگراموں، خواتین کے پروگراموں، بچوں کے پروگراموں، مذہبی پروگراموں، خبروں اور حالات حاضرہ کے پروگراموں کے ذریعے تفریح، تعلیم اور اطلاعات کے ضمن میں سینکڑوں پروگرام تیار کئے جو پی ٹی وی ہوم، پی ٹی وی نیوز، پی ٹی وی بولان، پی ٹی وی نیشنل، پی ٹی وی گلوبل (یو کے) اور پی ٹی وی گلوبل (امریکہ) سمیت 6 پی ٹی وی چینلز کے ذریعے نشر کئے گئے۔ پی ٹی وی نے پاکستان کی ثقافت کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ دہشت گردی کے بارے میں عوامی شعور کی بیداری اور ملک میں قیام امن کے لئے خصوصی منصوبہ "ذرائع ابلاغ برائے امن" کا اپریل 2009ء میں آغاز کیا گیا۔ اس منصوبے میں ڈرامے، موسیقی کے پروگرام، صوفیانہ موسیقی، انٹرنیشنل ٹیلی تھان اور دیگر متعدد پروگرام شامل ہیں۔

بہتر مالیاتی انتظام سے پی ٹی وی اپنے تمام قرضوں کی ادائیگی کے قابل ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ سپلائرز اور عملہ کو دیرینہ واجبات کی ادائیگی بھی کی گئی۔ پی ٹی وی نے کرکٹ حقوق کی مد میں 32 کروڑ روپے کی بچت کی۔

پی ٹی وی نے نوجوانوں میں عزت واحترام کے احساس کو اجاگر کرنے کے لئے یکم جنوری 2010ء سے روزانہ صبح 7 بجے قومی ترانہ نشر کرنے کا آغاز کیا ہے۔ خبروں، کھیلوں اور دیگر براہ راست نشریات کے لئے چھ کیمرہ "او بی وین" حاصل کی گئیں۔ خبروں کو سیٹلائٹ کے ذریعے براہ راست حاصل کرنے اور جاری کرنے کے لئے 26 نومبر 2008ء کو وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے ایک جدید چاغی سٹوڈیو کا افتتاح کیا جو ٹیپ اور کاغذ کے بغیر ٹیکنالوجی کا حامل ہے۔ پی ٹی وی ہوم سے براہ راست پروگراموں کے دوران آڈیو، ویڈیو، معیار بڑھانے کے لئے ڈیجیٹل ٹی وی سٹوڈیو اور کنٹرول روم قائم کیا گیا۔

امریکہ کے ناظرین کے لئے ستمبر 2009ء میں پی ٹی وی گلوبل کے نام سے الگ کنٹرول روم بنایا گیا۔ جنوبی پنجاب کے ناظرین کے لئے سرائیکی زبان میں نشریات کے لئے ملتان میں ارتھ سٹیشن قائم کیا گیا۔ عمر کوٹ (سندھ) اور قلعہ سیف اللہ (بلوچستان) میں ای براڈ کاسٹنگ سٹیشن قائم کئے گئے۔ گلگت، بلتستان میں 7 ای براڈ کاسٹ سٹیشنز اور آزاد کشمیر میں 2 آر بی ایس نصب کئے گئے ہیں۔



ثقافت اور مذہبی امور

امن اور تنوع کا ثقافتی پیغام

پاکستان پیپلز پارٹی عوام کی ثقافت پر یقین رکھتی ہے۔ایک دنیا پاکستانی ثقافت کی رنگا رنگی اور تنوع کی قتیل ہے۔عوامی حکومت پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں اور بولیوں کو قومی زبانیں تصور کرتی ہے۔ یہ لسانی اور ثقافتی تنوع وہ قوت ہے جو پاکستان کو حقیقی وفاق بناتی ہے۔ ہم کسی خاص ثقافتی اظہار کو دیگر سے زیادہ معتبر نہیں مانتے اور ہر پاکستانی کے علمی، ثقافتی اور تہذیبی اظہار کا احترام کرتے ہیں۔ کسی بھی صوبے، شہر یا گاؤں کا ثقافتی اظہار اپنے نام یعنی بلوچی، کشمیری، ہنزہ، چترالی، گلگت، مکرانی بلتستانی، پنجابی، پختون، ہزارہ، سرائیکی، تھری، سندھی، مکرانی حتیٰ کہ لاہوری، پوٹھوہاری، میرپوری ہونے کے علاوہ پاکستانی کلچر کہلانے کا بھی مستحق ہے۔

پاکستان کے پہلے منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے عالمی شہرت یافتہ انقلابی شاعر فیض احمد فیض سے درخواست کی تھی کہ ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے نیشنل کونسل آف آرٹس قائم کی جائے۔ حکومت ایک بار پھر نیشنل کونسل آف آرٹس کے اعلیٰ عہدہ پر ایک فنکار کو لے آئی ہے۔کونسل پاکستان کے عوام کے ثقافتی اظہار کے بنیادی حق پر اصرار کرتے ہوئے پاکستان کی رنگا رنگ ثقافت پر مبنی پروگراموں کا انعقاد کرنے اور فنکاروں کو سہولیات بہم پہنچانے میں مصروف ہے۔عوامی حکومت عوام کا کلچر آگے لا رہی ہے تاکہ کوئی ہماری ثقافت کے بارے میں اپنی جہالت سے استدلال کرتے ہوئے لوگوں پر ثقافتی اظہار کی پابندیاں لگانے کی جرأت نہ کرسکے۔ پاکستانی ثقافت اجاگر کرنے کیلئے بہت سے نئے منصوبے وضع کئے گئے ہیں اور یہ پہلا موقع ہے کہ ثقافت کو ترقیاتی حکمت عملی کے اہم حصہ کے طور پر پانچ سالہ منصوبہ میں شامل کیا گیا ہے۔

پاکستان کے گلی کوچوں، تھڑوں اور سب کو پناہ دینے والے صوفیاء کے مزاروں کی ثقافت، میلوں ٹھیلوں، سینما گھروں، چکی ٹاکیوں، اور فصل کٹنے پر شب بھر چلنے والے تھیٹر گروپوں کی ثقافت کو مانتے ہوئے، اُسے پاکستان کا اصل رنگ جانتے ہوئے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے لوک ورثہ کا ادارہ بنایا تاکہ اپنی لوک روایت کو آنے والی نسلوں کیلئے ایک زندہ ثقافت کے طور پر جاری رکھنے اور دنیا بھر میں اس کو متعارف کروانے کیلئے کوششیں کی جائیں۔ گذشتہ دو برسوں میں لوک ورثہ نے پاکستانی ثقافت کو نمایاں کرنے اور لوگوں کو اپنے من چاہے لوک گیتوں اور رقص سے لطف اندوز ہونے کے بہت سے مواقع فراہم کئے۔ کئی میلوں اور نمائشوں کا اہتمام کیا گیا جن میں ملک بھر سے لوک فنکاروں نے اپنا اپنا ہنر اپنے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان نے بھی پاکستان کے مختلف علاقوں کی ثقافت اجاگر کرنے کیلئے خصوصی پروگرام کئے۔ حکومت نے ثقافتی تبادلہ کے پروگرام کے تحت متعدد مقامی فنکاروں کو دیگر ممالک میں بھیجا ہے۔ پاکستان کی دو فیچر فلموں ''خدا کے لئے'' اور ''رام چند پاکستانی'' کو دنیا کے کئی ممالک میں پیش کیا گیا اور انہیں دنیا بھر کے فلمی میلوں میں بھرپور پذیرائی حاصل ہوئی۔ عوام کی حکومت عوام کی ثقافت کے ذریعے تنگ نظری کا علاج کرنا چاہتی ہے۔ اب جو عوام کو موقع ملا ہے تو وہ بتا رہے ہیں کہ پاکستان کے لوگ فن اور فنکاروں سے محبت رکھتے ہیں اور وہ جو جہالت کی گولیاں بیچنے آئے تھے اُن کو اب گاہک ملنا بند ہو گئے ہیں اور کوئی دن جاتا ہے کہ یہ وحشی یہاں سے دکان بڑھا جائیں گے۔ عوامی حکومت آیندہ بھی فنکاروں اور دستکاروں کے امن اور رواداری کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔

حکومت سرکاری محکموں کے پاس موجود مصوری کے فن پاروں کے تحفظ اور دستاویز بندی کا کام بھی کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ حکومت غیر معمولی فنکاروں کو قومی اثاثہ قرار دینے کی تجویز پر بھی کام کر رہی ہے۔ حکومت نے ایک پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت محکمہ آثاریات ثقافتی ورثہ کا سائنسی سروے اور دستاویز بندی کرے گا اور آثاریاتی ورثے کے ایک انسائیکلوپیڈیا پر کام شروع کرے گا۔ توقع ہے کہ یہ منصوبہ پانچ سال کے عرصہ میں مکمل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ محکمہ آثاریات و عجائب گھر نے وزیراعظم کی ہدایت پر قدیم تاریخی شہر ملتان کو مراکش کے شہر فیض کی طرز پر اپنے تاریخی ورثے سمیت بحال کرنے کے منصوبہ کا بھی آغاز کیا ہے۔

مذہب کے ذریعے برداشت

عوام کی حکومت معاشرے کو تشدد سے پاک کرنے اور امن کا اسلامی پیغام عام کرنے کے مشن پر سرگرمی سے عمل پیرا ہے۔ حکومت نے صوفیائے کرام کا امن، برداشت اور رواداری کا پیغام عوام تک پہنچانے کے لئے کئی سیمیناروں، کانفرنسوں اور عام اجلاسوں کا اہتمام کیا ہے۔ 15 مارچ 2010ء کو اسلام آباد میں اکادمی ادبیات پاکستان کے زیر اہتمام ''صوفی ازم اور امن کے بارے میں عالمی کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے صدر آصف علی زرداری نے کہا کہ عالمی امن کے لئے انسانیت کی جدوجہد میں